سورۃ آل عمران مدنیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دو جگمگانے والی سورتیں یعنی سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھا کرو، کیونکہ وہ دونوں قیامت کے دن ایسی حالت میں آئیں گی گویا وہ دو بادل ہوں، یا دو سائبان، یا صف باندھے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں۔ وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔‘‘ [مسلم، کتاب صلٰوۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن و سورۃ البقرۃ : ۸۰۴]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن قرآن اور ان قرآن والوں کو جو اس پر عمل کرتے تھے، لایا جائے گا۔ تو سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران قرآن مجید کے آگے آگے ہوں گی۔‘‘ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو سورتوں کی تین مثالیں بیان کیں، میں ان مثالوں کو اب تک نہیں بھولا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’گویا وہ دو بادل ہیں، یا دو سیاہ سائبان، جن کے درمیان خوب روشنی ہو رہی ہے، یا وہ قطار باندھے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہیں، یہ سورتیں اپنے اصحاب کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔‘‘ [مسلم، کتاب صلٰوۃ المسافرین، باب فضل......الخ : ۸۰۵]

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۙ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ﴿۲﴾

’’الٓمّٓ۔ اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے۔‘‘

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ﴾ [النساء : ۱۷۱] ’’اللہ تو صرف ایک ہی معبود ہے۔ اور فرمایا: ﴿ اَئِنَّکُمۡ لَتَشۡہَدُوۡنَ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اٰلِہَۃً اُخۡرٰی ؕ قُلۡ لَّاۤ اَشۡہَدُ ۚ قُلۡ اِنَّمَا ہُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ ﴾ [الأنعام : ۱۹] ’’کیا بے شک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔‘‘

اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ : حَیٌّ اور قَیُّوۡمٌ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ہیں۔ ’’حَیٌّ‘‘ کا مطلب ہے کہ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا، اسے موت اور فنا نہیں۔ ’’قیوم‘‘ کا مطلب ہے کہ وہ ساری کائنات کا قائم کرنے والا، محافظ اور نگران ہے۔

ساری کائنات اس کی محتاج اور وہ کسی کا محتاج نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ ﴾ [الفرقان : ٥٨] ”اور اس زندہ پر بھروسا کر جو نہیں مرے گا۔“

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ ہمیشہ سے ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿ وكان عرشه على الماء ...... الخ ﴾ : ٧٤١٨]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا کیا کرتے تھے: « اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ » ”(اے اللہ!) میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں، تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، تو وہ ہے کہ جس کو موت نہیں آتی، جبکہ جنات اور انسان تو مرتے رہتے ہیں۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰى: ﴿ وهو العزيز الحكيم ﴾ : ٧٣٨٣]

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۝

”اس نے تجھ پر یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور اس نے تورات اور انجیل اتاری۔“

یہاں ”اَلْكِتٰبَ“ سے مراد قرآن مجید ہے اور ”بِالْحَقِّ“ سے اس کے سچا اور منزل من اللہ ہونے پر دلالت ہے اور اس سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کتب سابقہ میں جو خبریں اور بشارتیں مذکور ہیں اس میں بھی وہی خبریں اور بشارتیں ہیں۔ ایک خبر یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر بھیجے گا اور بشارت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان پر قرآن نازل فرمائے گا۔ تورات وہ کتاب ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی اور انجیل وہ کتاب ہے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔ اس وقت یہ دونوں کتابیں اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہیں۔ یہود و نصاریٰ نے ان کو بڑی حد تک بدل ڈالا ہے اور ان میں بہت سی تشریحات اپنی طرف سے ملا کر خلط ملط کر دیا ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ ﴾ [الرعد : ١] ”اور جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ ﴾ [المائدة : ٤٨] ”اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے۔“

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

”اس سے پہلے، لوگوں کی ہدایت کے لیے اور اس نے (حق و باطل میں) فرق کرنے والی (کتاب) اتاری۔ بے شک

جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔"

یعنی اپنے اپنے وقت میں تورات اور انجیل بھی یقیناً لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ تھیں، اس لیے کہ ان کے اتارنے کا مقصد ہی یہی تھا، تاہم اس کے بعد ﴿ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ﴾ دوبارہ کہہ کر وضاحت فرما دی کہ اب تورات و انجیل کا دور ختم ہو چکا ہے، اب قرآن نازل ہو چکا ہے، وہ فرقان ہے اور اب صرف وہی حق و باطل کی پہچان ہے۔ اس کو سچا مانے بغیر عند اللہ کوئی مسلمان اور مومن نہیں ہو سکتا۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴾ [السجدة : ٢٢] "یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴾ [إبراهيم : ٤٧] "پس تو ہرگز گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔"

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ۝۵

"بے شک اللہ وہ ہے جس پر کوئی چیز نہ زمین میں چھپی رہتی ہے اور نہ آسمان میں۔"

ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] "اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔"

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۶

"وہی ہے جو رحموں میں تمھاری صورت بناتا ہے، جس طرح چاہتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ مرد و عورت، خوبصورت و بدصورت اور نیک و بد بخت، جیسے جیسا چاہتا ہے رحم مادر میں پیدا کرتا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس طرف کہ عیسیٰ علیہ السلام دیگر تمام انسانوں کی طرح اللہ کے ایک برگزیدہ بندے تھے۔ اللہ نے انھیں بھی مریم علیہا السلام کے رحم میں جیسا چاہا بنایا، تو پھر وہ "اللہ" کیسے ہو سکتے ہیں؟ جیسا کہ نصاریٰ کا باطل عقیدہ ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ﴾ [الزمر : ٦] "وہ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین اندھیروں میں، ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش میں پیدا کرتا ہے۔"

هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ

تَأْوِيْلِهٖ ۚ وَ مَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

”وہی ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اتاری، جس میں سے کچھ آیات محکم ہیں، وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، پھر جن لوگوں کے دلوں میں تو کجی ہے وہ اس میں سے ان کی پیروی کرتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، فتنے کی تلاش کے لیے اور ان کی اصل مراد کی تلاش کے لیے، حالانکہ ان کی اصل مراد نہیں جانتا مگر اللہ اور جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر جو عقلوں والے ہیں۔“

”مُحْكَمٰتٌ“ سے مراد وہ آیات ہیں جن میں اوامر ونواہی، احکام ومسائل اور قصص وحکایات ہیں، جن کا مفہوم واضح اور اٹل ہے اور ان کے سمجھنے میں کسی کو اشکال پیش نہیں آتا۔ اس کے برعکس ”آیات متشابہات“ ہیں جن کا مفہوم سمجھنے میں اکثر لوگوں کو اشتباہ ہو جاتا ہے، یا ان میں تاویل کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ جن میں ایسے حقائق کا بیان ہے کہ ان پر مجمل طور پر ایمان لانا تو ضروری ہے لیکن ان کی تفصیلات کو جاننا نہ انسان کے لیے ضروری ہے اور نہ عقلی استعداد کے ساتھ ممکن ہے۔ جیسے حروف مقطعات، مرنے کے بعد برزخی اور اخروی زندگی کی مختلف کیفیات وغیرہ۔ اس لیے آگے کہا جا رہا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے، وہ آیات متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کے ذریعے سے فتنہ برپا کرتے ہیں، جیسے نصرانی ہیں۔ قرآن نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو عبداللہ اور نبی کہا ہے جو واضح اور محکم بات ہے۔ لیکن نصرانی اسے چھوڑ کر قرآن کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کو جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا گیا ہے، اس سے اپنے گمراہ کن عقائد پر غلط استدلال کرتے ہیں۔ اس کے برعکس صحیح العقیدہ مسلمان محکمات پر عمل کرتا ہے اور ”متشابہات“ کے مفہوم کو بھی (اگر اس میں اشتباہ ہو) محکمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ قرآن نے انھی کو ”اصل الکتاب“ قرار دیا ہے، جس سے وہ فتنے سے بھی محفوظ رہتا ہے اور عقائد کی گمراہی سے بھی۔

هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ : اس کتاب میں بعض محکم آیات ہیں، وہ آیتیں ہی کتاب الٰہی کی اصل ہیں اور تخلیق کائنات کا اصل مقصد ہیں، ان کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ [القمر : ۱۷] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟“ اور فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴾ [الكهف : ۱] ”سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔“ اور فرمایا: ﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ ﴾ [الزمر : ۲۸] ”واضح قرآن، جس میں کوئی کجی نہیں۔“

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ : یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اور جن کا مشغلہ ہی محض فتنہ جوئی ہے، وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں چونکہ اس میں کئی احتمال ہوتے ہیں اس لیے وہ ان آیات سے وہ معنی نکالتے ہیں جو قرآن کی صریح اور محکم آیات کے خلاف ہوتے ہیں۔ فتنے اور اپنے خیال میں اس کی اصل مراد تلاش کرنے کے لیے وہ یہ کام کرتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ [آل عمران : ۷] پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن مجید کی متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں تو یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے (مذمت کے پیرائے میں) نام لیا ہے، لہٰذا تم ان سے بچ جاؤ۔“

[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ منه ايت محكمت ﴾ : ۴۵۴۷۔ مسلم، کتاب العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن : ۲۶۶۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب النهی عن الجدال فی القرآن : ۴۶۰۳]

اس لیے ضروری ہے کہ قرآن کا جو حصہ محکم ہے اس پر عمل کیا جائے اور جو متشابہ ہے اس پر جوں کا توں ایمان رکھا جائے اور تفصیلات سے بحث نہ کی جائے۔

وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ : ”تاویل“ سے مراد تفسیر اور بیان ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی: ((اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاْوِيْلَ)) ”اے اللہ! انھیں دین میں سمجھ بوجھ عطا فرما اور تفسیر کا علم عطا فرما۔“ [بخاری، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء : ۱۴۳۔ مسند أحمد : ۲۶۶/۱، ح : ۲۴۰۱]

معلوم ہوا کہ تاویل کا علم راسخ فی العلم لوگوں ہی کو ہوتا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۹﴾

”اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر، اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بے حد عطا کرنے والا ہے۔ اے ہمارے رب! بے شک تو سب لوگوں کو اس دن کے لیے جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں، بے شک اللہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“

چونکہ یہاں صراط مستقیم کو اختیار کرنے والے اور اس سے منحرف ہونے والے دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے، اس لیے اللہ نے مومنوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ اللہ سے ایمان پر ثابت قدمی کی دعا کریں اور اس بات کا دل سے اقرار کریں کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہونے پر اور جزا و سزا پر یقین رکھتے ہیں اور یہ کہ اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے: « يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ! ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ » ''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔'' [ترمذي، كتاب القدر، باب ما جاء أن القلوب بين أصبعي الرحمٰن: ٢١٤٠۔ مسند أحمد : ٦/ ٢٩٤، ح: ٢٦٥٧٥]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ﴿۱۰﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد انھیں اللہ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ کام نہ آئیں گے اور وہی آگ کا ایندھن ہیں۔ (ان کا حال) فرعون کی قوم اور ان لوگوں کے حال کی طرح ہے جو ان سے پہلے تھے، انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔''

قیامت کے ذکر کے بعد اب یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ تمام لوگ جنھوں نے اللہ کا انکار کیا اور رسولوں کی تکذیب کی، جہنم میں ضرور داخل ہوں گے، ان کا مال اور ان کی اولاد انھیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے اور دنیا میں بھی ان کا حشر فرعون اور ان لوگوں جیسا ہو گا جنھوں نے اللہ کی آیات کی تکذیب کی، کہ اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب انھیں پکڑ لیا اور عذاب آخرت سے پہلے دنیاوی مصیبتوں اور عقوبتوں میں مبتلا کیا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ٥٥] ''سو تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [التحريم : ٦] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے زبیر بن عوام کی ماں! اور اللہ کے رسول کی

پھوپھی! اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ! اپنی جانوں کو اللہ سے خرید لو، میں اللہ (کے غضب) سے (تمھیں بچانے کے معاملے میں) تمھارے کچھ بھی کام نہیں آ سکتا۔" [بخاری، کتاب المناقب، باب من انتسب إلی اٰبائه فی الإسلام والجاهلية : ۳۵۲۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب قوله تعالٰی :﴿ وأنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ۲۰۶]

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

"ان لوگوں سے کہہ دے جنھوں نے کفر کیا کہ تم جلد ہی مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔"

اس سے مراد مدینہ کے یہودی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کے بعد جب مدینہ منورہ واپس آئے تو بنو قینقاع کے بازار میں تمام یہودیوں کو جمع کیا اور کہا کہ اے جماعت یہود! تم لوگ اسلام لے آؤ، قبل اس کے کہ تمھارا بھی وہی انجام ہو جو اہل قریش کا ہوا۔ انھوں نے کہا کہ اے محمد! تم اس بات سے دھوکے میں نہ آ جاؤ کہ جنگ سے ناواقف مٹھی بھر قریشیوں کو قتل کر کے آ گئے ہو، اگر ہم سے جنگ ہوئی تو سمجھ جاؤ گے کہ ہم کون لوگ ہیں، تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا کہ بنو قریظہ قتل کر دیے گئے، بنو نضیر کو جلا وطن ہونا پڑا اور خیبر فتح ہوا اور باقی لوگوں کو جزیہ دینا پڑا۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

"یقیناً تمھارے لیے ان دو جماعتوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں، ایک جماعت اللہ کے راستے میں لڑتی تھی اور دوسری کافر تھی، یہ ان کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی مدد کے ساتھ قوت بخشتا ہے، بلاشبہ اس میں آنکھوں والوں کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے۔"

یہاں بھی مخاطب یہودِ مدینہ ہیں کہ غزوۂ بدر میں جو کچھ ہوا اس سے تمھیں عبرت حاصل کرنی چاہیے تھی اور سمجھ لینا چاہیے تھا کہ اللہ اپنے دین کو غالب کر کے رہے گا اور اپنے رسول کی مدد ضرور کرے گا۔ ﴿ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد اللہ کے رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جن کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور ﴿ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ ﴾ سے مراد مشرکین قریش ہیں، جن کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ ﴿ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ﴾ یعنی ہر فریق دوسرے فریق کو اپنے سے دوگنا دیکھتا تھا۔ کافروں کی تعداد ایک ہزار تھی انھیں مسلمان دو ہزار کے قریب دکھائی دیتے تھے۔ مقصد اس سے ان کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاک بٹھانا تھا اور مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی، انھیں کافر ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے درمیان نظر آتے تھے۔ مقصد اس سے مسلمانوں کے عزم و حوصلہ میں اضافہ کرنا تھا۔ اپنے سے تین گنا دیکھ کر ممکن تھا مسلمان مرعوب ہو جاتے، لیکن جب وہ تین گنا کی بجائے دوگنا نظر آئے تو ان کا حوصلہ پست نہیں ہوا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔''

پچھلی آیات میں بیان ہوا کہ کافروں کو ان کے تمام دنیاوی اموال و اسباب کام نہ آئے اور جنگ بدر میں گاجر مولی کی طرح قتل کر دیے گئے۔ اب اسی دنیا اور اس کی لذتوں کی حقارتِ شان بیان کر کے لوگوں کو اللہ کی جنتوں کے حصول کی ترغیب دلائی جا رہی ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ : یعنی وہ چیزیں جو طبعی طور پر انسان کو مرغوب اور پسندیدہ ہیں ان میں سب سے پہلے عورت کا ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ بالغ انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور سب سے زیادہ مرغوب بھی، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ ہو۔'' [بخاری، كتاب النكاح، باب ما يتقى من شؤم المرأة...... الخ : ۵۰۹۶]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا، کیا تو نے شادی کی ہے؟ میں نے کہا، نہیں، تو انھوں نے فرمایا، شادی کرو، کیونکہ اس امت کے بہترین شخص جو تھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی بہت سی بیویاں تھیں۔ [بخاری، كتاب النكاح، باب كثرة النساء : ۵۰۶۹۔ مسند أحمد : ۲۳۱/۱، ح : ۲۰۵۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا سامان زندگی ہے اور دنیا کا بہترین سامان وہ نیک بیوی ہے کہ جب وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، اگر اسے حکم دے تو اس کی اطاعت بجا لائے اور اگر وہ اس سے غائب ہو تو یہ اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔'' [مسلم، كتاب الرضاع، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة : ۱۴۶۹۔ أبو داؤد، كتاب الزكاة، باب في حقوق المال : ۱۶۶۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں اور خوشبو سے مجھے محبت ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔'' [نسائی، كتاب عشرة النساء، باب حب النساء : ۳۳۹۲۔ مسند أحمد : ۱۲۸/۳، ح : ۱۲۳۰۱]

وَ الْبَنِيْنَ : بیٹوں سے مقصد اگر مسلمانوں کی قوت میں اضافہ اور بقا و تکثیر نسل ہے تو محمود ہے ورنہ مذموم، سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جنم دینے والی عورت سے نکاح کرو، کیونکہ (قیامت کے دن) تمھاری کثرت کی وجہ سے میں دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔'' [أبو داؤد،

كتاب النكاح، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء : ۲۰۵۰]

وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک قنطار بارہ ہزار اوقیے کے برابر ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب الأدب، باب بر الوالدين : ۳٦٦٠۔ مسند أحمد : ۳٦۳/۲، ح : ۸۷۵۸]

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر عربی گھوڑے کو صبح کے وقت دو دعائیں کرنے کی اجازت دی جاتی ہے، تو وہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے انسانوں میں سے جسے بھی میرا مالک بنایا ہے تو مجھے اس کے سب سے پسندیدہ اہل اور مال میں سے بنا دے، یا یہ کہتا ہے کہ مجھے اس کا سب سے زیادہ پسندیدہ اہل و مال بنا دے۔'' [مسند أحمد: ۱۷۰/۵، ح : ۲۱۵۵۳۔ نسائی ، كتاب الخيل، باب دعوة الخيل : ۳٦۰۹۔ مستدرك حاكم : ۹۲/۲، ح : ۲٤۵۷]

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحديد : ۲۰] ''جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ﴾ [الكهف : ٤٦] ''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ [الأعلى : ۱٦، ۱۷] ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔''

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾

''کہہ دے کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز بتاؤں، جو لوگ متقی بنے ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور نہایت پاک صاف بیویاں اور اللہ کی جانب سے عظیم

خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔“

اس آیت میں اہل ایمان کو بتلایا جا رہا ہے کہ دنیا کی مذکورہ چیزوں ہی میں مت کھو جانا، بلکہ ان سے بہتر تو وہ زندگی اور اس کی نعمتیں ہیں جو رب کے پاس ہیں، جن کے مستحق اہل تقویٰ ہی ہوں گے۔ ان کے لیے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، ان باغات میں متقی ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا و رضوان حاصل ہوگی۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا : یعنی اے محمد (ﷺ)! کہہ دیجیے، بھلا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جو دنیا کی رعنائی و زیبائی اور یقینی طور پر زوال پذیر ہونے والی ان نعمتوں سے کہیں اچھی ہے جو لوگوں کو بڑی زینت اور باعثِ کشش معلوم ہوتی ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾ [النساء : ۷۷] ”کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ [الشوریٰ : ۳۶] ”پس تمھیں جو بھی چیز دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا معمولی سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔“

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب مثل الدنیا فی الآخرۃ : ۶۴۱۵]

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ : یعنی ان باغاتِ بہشت کے اطراف و اکناف میں مختلف قسم کے مشروبات، مثلاً شہد، دودھ، شراب اور پانی وغیرہ کی نہریں رواں دواں ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ [محمد : ۱۵] ”اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں۔“

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا : یعنی ابد الآباد اس میں رہیں گے، اس سے نکل کر کہیں اور جانے کا ان کے دل میں تصور تک نہیں آ سکتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ﴾ [الرعد : ۳۵] ”اس جنت کی صفت جس کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے

کہ اس کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، اس کا پھل ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کا سایہ بھی۔ یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی بنے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴾ [هود : ۱۰۸] ''اور رہ گئے وہ جو خوش قسمت بنائے گئے تو وہ جنت میں ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہنے والے، جب تک سارے آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ ایسا عطیہ جو قطع کیا جانے والا نہیں۔''

وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ : یعنی ایسی بیویاں جو میل کچیل، بول و براز اور حیض و نفاس جیسی ان تمام نجاستوں سے پاک ہوں گی جو دنیا کی عورتوں کو پیش آتی ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴾ [الرحمٰن : ٥٦] ''ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں، جنھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ حُوْرٌ عِيْنٌ ۝ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الواقعة : ۲۲ تا ۲٤] ''اور (ان کے لیے وہاں) سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں ہیں، جو فراخ آنکھوں والی ہیں۔ چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح۔ اس کے بدلے کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ : یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنی خوشنودی سے سرفراز فرمائے گا اور کبھی ان سے ناراض نہیں ہوگا، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التوبة : ۲۰ تا ۲۲] ''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضامندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ۷۲] ''اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے، اور پاکیزہ رہنے کی جگہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی اور اللہ کی طرف سے تھوڑی سی خوشنودی سب سے بڑی ہے، یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ جنتیوں سے فرمائے گا، اے اہل جنت!

وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم تمھاری خدمت کے لیے بار بار حاضر ہیں، ہر قسم کی بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو گئے؟ جنتی عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہمیں کیا عذر ہے کہ ہم راضی نہ ہوں، حالانکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی عطا نہیں فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں اس سے بہتر چیز تمھیں عطا نہ کروں؟ جنتی کہیں گے، اے رب! اس سے بہتر کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں اپنی رضا تم پر نازل کر رہا ہوں، اب اس کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب كلام الرب مع أهل الجنة : ۷۵۱۸۔ مسلم، كتاب الجنة، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة : ۲۸۲۹]

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

''جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ جو صبر کرنے والے اور سچ کہنے والے اور حکم ماننے والے اور خرچ کرنے والے اور رات کی آخری گھڑیوں میں بخشش مانگنے والے ہیں۔''

ان آیات میں ان اہل تقویٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں، جو اللہ کی جنت اور اس کی نعمتوں کے حق دار بنیں گے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دعا کرنے والا اپنی نیکیوں کا ذکر کر کے دعا کرے اور اس کی تائید صحیحین کی ''اصحاب غار'' والی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں آیا ہے کہ ان تینوں نے جو غار میں گھر گئے تھے اپنی اپنی نیکیوں کو وسیلہ بنا کر دعا کی تھی اور اللہ نے پتھر کو غار کے دہانے سے ہٹا کر ان کی جان بچا دی تھی۔

اَلصّٰبِرِيْنَ : متقی بندے وہ ہیں جو صبر و استقامت سے توحید اور احکام الٰہی پر جمے رہتے ہیں، میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہتے ہیں، مصائب و آلام میں گھبراہٹ، بے صبری اور ناشکری کا مظاہرہ نہیں کرتے، غصہ کو ضبط کرتے ہیں اور معاف و درگزر کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۱، ۲۲] ''اور وہ جو اس چیز کو ملاتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔ اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا

وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٣٤، ٣٥] ”اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو گا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔“

الصّٰدِقِيْنَ : یعنی اپنے ایمان کے بارے میں اور اعمال شاقہ کے بجا لانے کے بارے میں انھوں نے جو کچھ کہا اس میں یہ بالکل سچ بولتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [المائدة : ١١٩] ”اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

وَ الْقٰنِتِيْنَ : یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں، اللہ کے سامنے عجز و انکسار اور ادب کا اظہار کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [الزمر : ٩] ”(کیا یہ بہتر ہے) یا وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے؟ کہہ دے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟ نصیحت تو بس عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔“

وَ الْمُنْفِقِيْنَ : یعنی اپنے مالوں کو وہ اطاعت کی ان تمام صورتوں میں جن کا انھیں حکم دیا گیا ہے، خرچ کرتے ہیں، مثلاً صلہ رحمی اور قرابت داری میں، ضرورتوں کے پورا کرنے اور ضرورت مند کی ہمدردی اور غمگساری میں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٣٣، ١٣٤] ”اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ : یعنی وہ اوقاتِ سحر میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں، اس آیت سے خاص طور پر سحر (پچھلی رات) کے وقت استغفار کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ

یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ [الذاریات : ۱۵ تا ۱۸] ''بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔ وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر اس وقت نزول فرماتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور فرماتا ہے، کون دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں؟ ہے کوئی اپنے گناہوں کی معافی مانگنے والا کہ میں اسے معاف کردوں؟'' [بخاری، کتاب التہجد، باب الدعاء والصلاۃ من آخر اللیل : ۱۱۴۵۔ مسلم، کتاب صلٰوۃ المسافرین ، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل والإجابۃ فیہ : ۷۵۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے پہلے، درمیانی اور آخری ہر حصے میں وتر پڑھے ہیں اور آخر (عمر) میں آپ نے وتروں کو سحری تک ادا فرمایا ہے۔ [بخاری، کتاب الوتر، باب ساعات الوتر : ۹۹۶۔ مسلم، کتاب صلٰوۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل : ۷۴۵]

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ ﴿۱۸﴾

النصف

''اللہ نے گواہی دی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی، اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اس پوری کائنات کا خالق، رازق اور مدبر ہے، وہ خود گواہی دے رہا ہے اور اس کی گواہی سے بڑھ کر سچی اور مبنی بر حقیقت کس کی گواہی ہو سکتی ہے کہ اپنی مخلوقات کا صرف وہی معبود ہے اور اس کا ہر کام اور اس کا ہر حکم مبنی بر عدل و انصاف ہے اور اس کے علاوہ اس کائنات میں جو بھی ہستی ہے وہ اسی کی پیدا کردہ، اسی کی محتاج اور اس کے رزق پر جینے والی ہے اور پھر یہی گواہی فرشتے اور وہ تمام اہل علم بھی دے رہے ہیں جو کتاب و سنت کے ماہر ہیں اور جنھوں نے اس کائنات کی حقیقت، اس کی ابتدا اور اس کے انجام پر خوب غور کیا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ : یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی گواہی دی اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی گواہی ہو سکتی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۣ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰي ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۹] ''کہہ کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ کہہ اللہ میرے درمیان اور تمھارے درمیان گواہ ہے اور

میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تا کہ میں تمھیں اس کے ساتھ ڈراؤں اور اسے بھی جس تک یہ پہنچے، کیا بے شک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔"

وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ۝ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۰۷، ۱۰۸] "کہہ دے تم اس پر ایمان لاؤ، یا ایمان نہ لاؤ، بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا، جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ یقیناً ہمیشہ پورا کیا ہوا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾ [النساء : ۱۶۶] "لیکن اللہ شہادت دیتا ہے اس کے متعلق جو اس نے تیری طرف نازل کیا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے اور فرشتے شہادت دیتے ہیں اور اللہ کافی گواہ ہے۔"

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۫ وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۱۹

"بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا، آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ کی آیات کا انکار کرے تو بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور اسلام ہر زمانے کے پیغمبر کی وحی کی فرماں برداری کا نام ہے، حتیٰ کہ سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء کو مبعوث فرمایا اور محمد ﷺ کے راستے کے سوا اپنے تک پہنچنے کے تمام راستوں کو بند کر دیا۔ لہٰذا محمد ﷺ کی بعثت کے بعد کوئی آپ کے دین و شریعت کے سوا کسی اور دین و شریعت کے ساتھ اللہ کے پاس جائے گا تو وہ اس سے ہرگز قابل قبول نہ ہو گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۸۵] "اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہو گا۔" اسلام ہی وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدۃ : ۳] "آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔" اسلام ہی ہدایت کا واحد ذریعہ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ ﴾

[الأنعام : ۱۲۵] ”تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔“

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ : یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء بھیجے ان سب کا دین یہی اسلام تھا۔ اہل کتاب نے یہ حقیقت جان لینے کے بعد کہ دین حق اسلام ہی ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے اور آخری نبی ہیں، محض بغض و عناد کی بنا پر اسلام سے انحراف کیا ہے۔ آج بھی ان کے لیے صحیح روش یہی ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور دین اسلام کو اختیار کر لیں۔

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَ مَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾

ع ۱۰

”پھر اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں تو کہہ دے میں نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور اس نے بھی جس نے میری پیروی کی، اور ان لوگوں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دے کیا تم تابع ہو گئے؟ پس اگر وہ تابع ہو جائیں تو بے شک ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو تیرے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔“

اسلام کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت ثابت ہو جانے کے بعد بھی اگر اہل کتاب کفر و عناد کی راہ اختیار کرتے ہیں، تو آپ کہہ دیجیے کہ میں نے تو اپنا ظاہر و باطن اللہ کے سامنے جھکا دیا ہے اور یہی حال میری اتباع کرنے والے مسلمانوں کا بھی ہے اور اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب کو کہہ دیجیے کہ اگر تم اسلام لے آؤ گے تو صراط مستقیم پر گامزن ہو جاؤ گے اور اگر روگردانی کرو گے تو میرا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور حساب تو تمھیں اللہ کو دینا ہوگا۔

وَ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا : اس آیت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے تمام ملوک و امرا کو دعوتی خط لکھے اور اپنی عمومی رسالت کا اعلان کیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس زمانے (یعنی اب سے لے کر قیامت تک) کا اگر کوئی بھی یہودی یا نصرانی (یا کوئی اور دین والا) میرے بارے میں سنے اور اس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے تو وہ جہنمی ہوگا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ : ۱۵۳]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔“ [مسند أحمد : ۱۴۵/۵، ح : ۲۱۳۵۷]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا

تھا، جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التیمم، باب : ۳۳۵]

وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴾ [النور : ٥٤] ’’اور رسول کے ذمے تو صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ اِنۡ عَلَيۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ ﴾ [الشوریٰ : ٤٨] ’’پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ۙ وَّ يَقۡتُلُوۡنَ الَّذِيۡنَ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡقِسۡطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿۲۲﴾

’’بے شک جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور نبیوں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے جو انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں انھیں قتل کرتے ہیں، سو انھیں ایک دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کی مدد کرنے والے کوئی نہیں۔‘‘

ان آیات میں اہل کتاب کی مذمت ہے جن کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ انھوں نے نہ صرف احکام الٰہی پر عمل کرنے سے انکار کیا، بلکہ انبیاء اور ان لوگوں کو بھی قتل کرتے رہے جنھوں نے کبھی ان کے سامنے دعوت حق پیش کی اور یہ انتہائی تکبر ہے۔ ان کو دنیا میں ذلت و پستی کا سامنا کرنا پڑا اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذابِ الیم تیار کر رکھا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کا غضب بھڑک اٹھتا ہے ان لوگوں پر جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کیا۔‘‘ اور آپ اپنے دانت کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور فرمایا: ’’اللہ کا غضب بھڑک اٹھتا ہے اس شخص پر جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی راہ میں قتل کریں (یعنی جہاد کی راہ میں جس کو ماریں، کیونکہ اس مردود نے پیغمبر کے مارنے کا قصد کیا ہوگا)۔‘‘ [مسلم، کتاب الجہاد، باب اشتداد غضب اللہ علی من قتلہ رسول اللہ ﷺ : ۱۷۹۳]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو کسی نبی نے قتل کیا، یا اس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو۔‘‘ [مسند أحمد : ۱/۴۰۷، ح : ۳۸٦۷۔ مجمع الزوائد : ٥/۲۳٦]

اگلی آیت میں فرمایا کہ دنیا میں ان کے اعمال اس طرح ضائع ہوئے کہ اللہ نے ان کی مذمت کی، ذلت و رسوائی کا

سامنا کرنا پڑا، قتل کیے گئے، ان کی عورتیں اور بچے قیدی اور غلام بنا لیے گئے اور ان کے اموال بطور غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو عذاب الیم دے گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا، انھیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے، تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، پھر ان میں سے ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے، اس حال میں کہ وہ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔“

اس آیت میں ”کتاب اللہ“ سے مراد ”تورات و انجیل“ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب انھیں خود ان کی کتابوں کی طرف دعوت دی جاتی ہے کہ چلو انھی کو حکم مان لو تو یہ اس سے بھی پہلو تہی کر جاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں جیسے انھیں کسی چیز کا علم ہی نہیں۔ آیت میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود زنا کرنے والے مرد اور عورت کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے، تو آپ ﷺ نے رجم کا حکم دے دیا، لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہماری کتاب (یعنی تورات) میں تو صرف منہ کالا کرنا ہے۔ پھر تورات منگوائی گئی تو اس میں رجم کا ذکر ملا۔ چنانچہ ان دونوں کو رجم کر دیا گیا۔ اس پر یہود ناراض ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَ غَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۫ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

”یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے کہا ہمیں آگ ہرگز نہ چھوئے گی، مگر چند گنے ہوئے دن اور انھیں ان کے دین میں ان باتوں نے دھوکا دیا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔ پھر کیا حال ہوگا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

یعنی جس چیز نے انھیں حق سے کھلم کھلا انحراف کرنے اور بڑے بڑے گناہوں کا بے شرمی سے ارتکاب کر لینے پر دلیر و جری بنا دیا ہے وہ یہ ہے کہ انھیں اللہ کی پکڑ اور سزا کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ ان کے آبا و اجداد انھیں طرح طرح کی خام خیالیوں اور جھوٹی تمناؤں میں مبتلا کر گئے ہیں۔ ان کی افترا پردازیوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ انھوں نے یہ عقیدہ گھڑ رکھا ہے کہ وہ دوزخ میں چند دن سے زیادہ نہیں رہیں گے۔ کبھی وہ اللہ کا بیٹا اور چہیتا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

جنت بنی ہی ہمارے لیے ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ﴾ [البقرة : ۱۱۱] ''اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔'' اسی طرح خود کو اللہ کے بیٹے اور پیارے سمجھتے تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ﴾ [المائدة : ۱۸] ''اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔'' ایسے ہی یہود جبرائیل علیہ السلام کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اور قرآن مجید پر ایمان نہ لانے کا انھوں نے یہی بہانہ بنا رکھا تھا کہ اس کو لانے والا فرشتہ ان کا دشمن ہے۔ ان کی اس افترا پردازی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴾ [البقرة : ۹۷] ''کہہ دے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو بے شک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور مومنوں کے لیے سراسر ہدایت اور خوشخبری ہے۔'' ان کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کبھی کوئی کتاب نازل نہیں کی، لہٰذا ہم کسی کتاب پر ایمان نہیں لائیں گے، فرمایا: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ ﴾ [الأنعام : ۹۱] ''اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی، جو اس کی قدر کا حق تھا، جب انھوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ کہہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لے کر آیا؟ جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی۔''

آیت نمبر (۲۵) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھیں جان لینا چاہیے کہ قیامت کے روز جب ہمارے حضور جمع ہوں گے تو ان کا بہت برا حال ہو گا۔ ان کے یہ من گھڑت عقیدے انھیں کوئی کام نہیں دے سکیں گے اور نہ انھیں اپنے بزرگوں سے جھوٹی محبت اور دامن گیری اللہ کے عذاب سے بچا سکے گی۔ کوئی نبی یا ولی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر سفارش بھی نہیں کر سکے گا۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۶﴾

''کہہ دے اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

یہود اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ حکم و نبوت کا یہ سلسلہ ہمیشہ ان میں رہے گا اور دوسری قومیں اس کا استحقاق نہیں رکھتیں۔ مگر جب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ایک اُمی قوم بنی اسماعیل سے مبعوث ہو گئے تو ان کے غیظ و غضب اور حسد کی انتہا

نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود مختار اور مالک الملک ہے، وہ جس قوم کو چاہتا ہے دنیا میں عزت و سلطنت سے نواز دیتا ہے۔ لہٰذا نبوت جو بہت بڑا اعزاز ہے، اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا پسند فرما لیا۔ اللہ تعالیٰ پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ : حقیقی بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ارشاد فرمایا: ﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ [یٰس : ۸۳] ''سو پاک ہے وہ کہ اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی کامل بادشاہی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' اور فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [الجاثية : ۲۷] ''اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بادشاہ کوئی نہیں سوائے اللہ کے۔'' یا یہ فرمایا: ''مالک کوئی نہیں سوائے اللہ عزوجل کے۔'' [مسلم، كتاب الأدب ، باب تحريم التسمى بملك الأملاك...... الخ : ۲۱۴۳]

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ : بادشاہت دینا اور بادشاہت چھین لینا یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے، ارشاد فرمایا: ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ﴾ [السجدة : ۵] ''وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ﴾ [الملك : ۱] ''بہت برکت والا ہے وہ کہ تمام بادشاہی صرف اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ : اللہ تعالیٰ ہی عزت و ذلت کا مالک ہے، ارشاد فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ [الصافات : ۱۸۰] ''پاک ہے تیرا رب، عزت کا رب۔ ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ [فاطر : ۱۰] ''سو عزت سب اللہ ہی کے لیے ہے۔''

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات سکھائے کہ میں انھیں قنوت وتر میں پڑھا کروں (وہ کلمات یہ ہیں): « اَللّٰهُمَّ ! اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَ عَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَ بَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ » ''اے اللہ! تو نے جن لوگوں کو ہدایت دی ہے ان میں مجھے بھی ہدایت دے اور جن لوگوں کو تو نے عافیت دی ہے ان میں مجھے بھی عافیت دے اور جن کا تو والی بنا ہے ان میں میرا بھی والی بن اور تو نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا ہے اس میں میرے لیے برکت فرما اور جو فیصلے تو نے کیے ہیں ان کے شر سے مجھے محفوظ رکھ، کیونکہ تو فیصلے کرتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا، جس کا تو دوست بن جائے وہ

کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے تجھے دشمنی ہو جائے وہ کبھی عزت نہیں پاتا، اے ہمارے پروردگار! تو عزت والا اور بلند ہے۔'' [أبو داؤد، کتاب الوتر، باب القنوت فی الوتر : ۱۴۲۵۔ نسائی کتاب قیام اللیل، باب الدعاء فی الوتر : ۱۷۴۶]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (سوار) تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! اللہ کا دھیان رکھ، وہ تیرا دھیان رکھے گا، اللہ کا دھیان رکھ تو اسے اپنے سامنے پائے گا اور جب سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ اور جان لے کہ اگر ساری دنیا اس بات پر جمع ہو جائے کہ تجھے کوئی فائدہ پہنچائیں تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے مگر جو اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر وہ جمع ہو جائیں کہ تجھے کوئی نقصان پہنچائیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر جو اللہ نے تم پر لکھ دیا ہے، قلم خشک ہو گئے اور صحیفے لپیٹ دیے گئے۔'' [ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب حدیث حنظلة : ۲۵۱۶۔ مسند أحمد : ۱/ ۲۹۳، ح : ۲۶۷۳]

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

''تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جسے چاہے کسی حساب کے بغیر رزق دیتا ہے۔''

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ : یعنی ان میں سے ایک کا کچھ حصہ لے کر دوسرے میں اضافہ فرما دیتا ہے جس سے دونوں برابر ہو جاتے ہیں، پھر ایک میں سے کچھ حصہ لے کر دوسرے میں داخل کر دیتا ہے تو پھر یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد یہ دن رات پھر برابر ہو جاتے ہیں اور سال کے مختلف موسموں بہار، خزاں، گرمی اور سردی میں یہ سلسلہ اسی طرح جاری و ساری رہتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۵۴] ''رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ﴾ [فاطر : ۱۳] ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے۔''

وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ : اللہ کے علاوہ کوئی رزق دینے والا نہیں، وہ اکیلا ہی رازق اور داتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [النمل : ٦٤] ''یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔''

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨﴾

''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح بچنا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ کافروں سے دوستی رکھیں، انھیں دوست بنائیں اور مومنوں کو چھوڑ کر ان سے محبت کریں اور ایسا کرنے والوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ جو اس کا ارتکاب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بے زار ہے۔ ہاں اگر کوئی بعض علاقوں یا بعض اوقات میں ان کے شر سے ڈرے تو وہ ظاہر میں ان کے شر سے بچاؤ کی کوئی صورت اختیار کر سکتا ہے، جبکہ باطن میں ایسا جائز نہیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی سزا سے ڈراتا ہے کہ اگر تم نے اس کے دشمنوں کو دوست بنا لیا اور اس کے دوستوں سے دشمنی شروع کر دی تو وہ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دے گا۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ﴾ [الممتحنة : ١] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ﴾ [المجادلة : ٢٢] ''تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء : ١٤٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ

کے لیے اپنے خلاف ایک واضح حجت بنا لو۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ﴾ [المائدة : ٥١] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے۔“

ان آیات سے کسی مسلمان کے لیے مسلم ممالک کو چھوڑ کر کفار کے ملک میں رہنے کی کراہت بھی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ وہاں مسلمانوں کو کفار سے دوستی کے عملی ثبوت کے بغیر رہنا اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے دین کو بچانا مشکل ہے، اس لیے اگر مسلم کہیں مغلوب ہے تو اسے جان بچانے کے لیے دوستی کا اظہار تو جائز ہے، البتہ وہاں سے ہجرت کر کے مسلمان علاقے میں آنا لازم ہے۔ ہاں اگر بے بس ہو تو اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً : یعنی اگر کوئی بعض علاقوں یا بعض اوقات میں ان کے شر سے ڈرے تو وہ ظاہر میں ان کے شر سے بچاؤ کی کوئی صورت اختیار کر سکتا ہے، جبکہ باطن میں ایسا جائز نہیں۔ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بعض لوگوں کے سامنے مسکرا دیتے ہیں، لیکن ہمارے دل انھیں لعنت کر رہے ہوتے ہیں۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب المداراة مع الناس، قبل الحدیث : ٦١٣١، تعلیقًا]

وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ : یعنی اللہ تمھیں اپنی ذات مقدس سے ڈرا رہا ہے۔ دیکھو، اس کے احکام کی مخالفت اور اس کے دشمنوں سے دوستی کر کے اسے ناراض نہ کرو، اس میں انتہا درجے کی دھمکی ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾

”کہہ دے اگر تم اسے چھپاؤ جو تمھارے سینوں میں ہے، یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جان لے گا اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

اللہ کی طرف سے بندوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور ایسے اعمال کا ارتکاب نہ کریں جن سے اللہ نے منع کیا ہے اور جو اس کی ناراضی کا سبب بنیں اور بندہ اس یقین کے ساتھ دنیا میں رہے کہ اللہ سے کوئی بات بھی مخفی نہیں۔ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے، چاہے بندہ اسے ظاہر کرے یا چھپائے، وہ آسمان و زمین کی تمام چیزوں کو جانتا ہے اور جب اس سے کوئی چیز مخفی نہیں تو اگر کوئی شخص پوشیدہ طور پر کافروں سے دوستی رکھے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرے تو اللہ تعالیٰ سے یہ باتیں کیسے مخفی رہ سکتی ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ﴾ [آل عمران : ٥] ”بے شک اللہ وہ ہے جس پر کوئی چیز نہ زمین میں چھپی رہتی ہے اور نہ آسمان میں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [الملك : ١٣] ”اور تم اپنی بات کو چھپاؤ، یا

اسے بلند آواز سے کرو (برابر ہے)، یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ﴾ [الممتحنة : ۱] "تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا۔"

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖۚ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

"جس دن ہر شخص حاضر کیا ہوا پائے گا جو اس نے نیکی میں سے کیا اور وہ بھی جو اس نے برائی میں سے کیا، چاہے گا کاش! اس کے درمیان اور اس کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں سے بے حد نرمی کرنے والا ہے۔"

اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی کو ڈھیل دیتا ہے تو اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے اعمال مخفی ہیں، بلکہ اس کے اعمال قیامت کے دن کے لیے اٹھا کر رکھ دیے جاتے ہیں، جس دن ہر آدمی اپنی نیکیوں کو اپنے سامنے پائے گا اور جب اپنے گناہوں کو اپنے سامنے دیکھے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور ان گناہوں کے درمیان بہت زیادہ دوری ہوتی۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

"کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔"

یہود و نصاریٰ دونوں کا دعویٰ تھا کہ ہمیں اللہ سے اور اللہ تعالیٰ کو ہم سے محبت ہے، بالخصوص نصرانیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم و محبت میں جو اتنا غلو کیا کہ انھیں درجۂ الوہیت پر فائز کر دیا، اس کی بابت بھی ان کا خیال تھا کہ ہم اس طرح اللہ کا قرب اور اس کی رضا و محبت چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے دعووں اور خود ساختہ طریقوں سے اللہ کی محبت اور اس کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کا تو صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ میرے آخری پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی اتباع کرو۔ اس آیت نے محبت کے دعوے کرنے والوں کے لیے ایک کسوٹی اور معیار مہیا کر دیا ہے کہ محبت الٰہی کا طالب اگر اتباعِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے یہ مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے تو پھر تو یقیناً وہ کامیاب ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے، ورنہ وہ جھوٹا ہے اور اس مقصد کے حصول میں ناکام رہے گا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جو کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ ان کے ذریعے ایمان کی لذت اور اس کی مٹھاس کو پا لیتا ہے۔ ایک یہ کہ اسے اللہ اور اس کے

رسول (ﷺ) کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہو، دوسری یہ کہ اسے کسی شخص سے محبت ہو تو محض اللہ کی رضا کی خاطر ہو اور تیسری یہ کہ اسے کفر کی طرف لوٹنا اسی طرح ناپسند ہو جیسا کہ جہنم میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب حلاوۃ الإیمان : ١٦۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الإیمان : ٤٣]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے باپ، اپنی اولاد اور دیگر تمام لوگوں کی نسبت مجھ سے زیادہ محبت نہ کرے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، بابٌ حب الرسول ﷺ من الإیمان : ١٥۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب محبۃ رسول اللہ ﷺ أکثر من الأھل و الولد ...... الخ : ٤٤]

عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، اس اثنا میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول ! آپ مجھے (دنیا کی) ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، ہاں البتہ میری جان سے زیادہ محبوب نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ! یہاں تک کہ میں تمھیں تمھاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں۔“ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اب اللہ کی قسم ! آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر ! اب بات بنی ہے۔“ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، بابٌ کیف کانت یمین النبی ﷺ : ٦٦٣٢]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اسلام لانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے شدید بغض رکھتا تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا کی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ سے شدید محبت کرنے لگا...... وہ فرماتے ہیں، اور اب کوئی شخص ایسا نہ تھا جو مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب ہوتا اور نہ کوئی ایسا تھا جس کا مقام و مرتبہ میری نظر میں آپ ﷺ سے زیادہ ہوتا اور آپ ﷺ کے عظیم مقام و مرتبہ کی وجہ سے میں اس بات کی طاقت نہیں رکھتا تھا کہ آپ کو آنکھ بھر کے دیکھ لوں، اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ میں آپ ﷺ کی صورت کے متعلق بیان کروں تو میں ایسا نہیں کر سکتا، کیونکہ میں نے کبھی آپ کو آنکھ بھر کے نہیں دیکھا۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الإسلام یھدم ما قبلہ : ١٢١]

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

”کہہ دے اللہ اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔“

اس آیت میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اطاعتِ رسول ﷺ کی پھر تاکید کر کے واضح کر دیا کہ اب نجات اگر ہے تو صرف اطاعتِ محمد (ﷺ) میں ہے اور اس سے انحراف کفر ہے اور ایسے کافروں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

اس آیت میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ ”الرسول“ یعنی محمد ﷺ کی اطاعت کا مستقل حیثیت سے حکم دیا گیا ہے اور

آپ ﷺ کی وفات کے بعد ''الرسول'' کی اطاعت سنت کی پیروی سے ہو سکتی ہے۔ بعض لوگ غلط فہمی کی بنا پر کہہ دیتے ہیں کہ حدیث وہی حجت ہوگی جو قرآن کے مطابق ہو۔ حالانکہ قرآن نے متعدد موقعوں پر حدیث کو مستقل دلیل اور شریعت کے ماخذ کی حیثیت دی ہے، لہٰذا قانون کا ماخذ قرآن و حدیث دونوں قرار پائیں گے۔ حدیث میں قرآن سے زائد حکم تو ہو سکتے ہیں مگر کوئی صحیح حدیث قرآن کے خلاف نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے تو یہ اس کی عقل و فہم کا قصور ہے یا اس کی نیت کا فتور۔

ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴾ [الأنفال : ۲۰] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اس سے منہ نہ پھیرو، جب کہ تم سن رہے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۳] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور اس رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل مت کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴾ [المائدۃ : ۹۲] ''اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور بچ جاؤ، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔''

سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے ہو، اس کے پاس میرے حکم میں سے کوئی حکم آئے، ان چیزوں میں سے جن کا میں نے حکم دیا ہے یا میں نے منع کیا ہے تو وہ کہے، ہم نہیں جانتے، ہم اللہ کی کتاب میں جو پائیں گے اس کی پیروی کریں گے۔'' [أبوداوٗد، کتاب السنة، باب لزوم السنة : ٤٦٠٥]

سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے حاکم وقت بشر بن مروان کو (دوران خطبہ جمعہ میں) منبر پر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، اللہ خراب کرے ان دونوں ہاتھوں کو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ کرتے نہیں دیکھا اور انھوں نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوة والخطبة : ٨٧٤]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے انھیں بتایا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ نے فرمایا: ''اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔'' اس آدمی نے جواب دیا، میں ایسا نہیں کر سکتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: '' (اچھا اللہ کرے) تجھ سے ایسا نہ ہو سکے۔'' اس شخص نے تکبر سے یہ بات کہی تھی (کوئی شرعی عذر نہیں تھا)، تو راوی کہتا ہے کہ پھر وہ شخص (عمر بھر) اپنا دایاں ہاتھ منہ تک نہ اٹھا سکا۔ [مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب : ۲۰۲۱]

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾

''بے شک اللہ نے آدم اور نوح کو اور ابراہیم کے گھرانے اور عمران کے گھرانے کو جہانوں پر چن لیا۔''

اوپر کی آیات میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع و اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اب اسی آیت میں آپ کی رسالت کے اثبات کے سلسلہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ کا تعلق بھی اس خاندان نبوت سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے، کیونکہ آپ آل ابراہیم سے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ : اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو منتخب فرمایا، ان کو اور ان کی اولاد کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ انھیں اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا، انھیں تمام چیزوں کے نام سکھائے، انھیں اپنی جنت میں بسایا، پھر حکمت و مصلحت کے پیش نظر انھیں زمین میں اتار دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ﴾ [البقرة : ۳۰] ”بے شک میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ﴾ [البقرة : ۳۱] ”اور آدم کو سب کے سب نام سکھلا دیے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ﴾ [الكهف : ۵۰] ”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا ﴾ [الأعراف : ۱۹] ”اور اے آدم! تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو، پس دونوں کھاؤ جہاں سے چاہو۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن لوگ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے، آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے، آپ کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا (کہ آپ کو سجدہ کریں تو) انھوں نے آپ کو سجدہ کیا ہے اور اللہ نے آپ کو جنت میں رہنے کی جگہ دی اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔“ [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ ولقد أرسلنا نوحا ﴾ : ۳۳۴۰۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ۱۹۳]

وَ نُوْحًا : اللہ نے نوح علیہ السلام کو منتخب فرمایا، انھیں اہل زمین کی طرف پہلا رسول بنایا اور جب لوگوں نے بتوں کی پوجا شروع کر دی تو آپ نے انھیں دن اور رات، الگ الگ اور اجتماعی ہر طرح دعوت الی اللہ دی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔“ [بخاری، كتاب التفسير، باب قول الله تعالى: ﴿ وعلم آدم الأسماء كلها ﴾ : ۴۴۷۶۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ۱۹۳]

وَ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ : اللہ تبارک و تعالیٰ نے آل ابراہیم کا انتخاب فرمایا، سید البشر اور خاتم الانبیاء محمد ﷺ کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ۵۴] ”تو ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے انھیں بہت بڑی سلطنت عطا فرمائی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ [الحديد : ۲۶] ”اور

بلا شبہ یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی، پھر ان میں سے کچھ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں اور ان میں سے زیادہ نافرمان ہیں۔‘‘

وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ : اللہ تعالیٰ نے آل عمران کو منتخب فرمایا، اس عمران سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم علیہا السلام کے والد ہیں، جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ﴾ [مریم : ۵۸] ’’یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں میں سے، آدم کی اولاد سے اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے۔‘‘

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾

’’ایسی نسل جس کا بعض بعض سے ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

گویا سب انبیاء آدم علیہ السلام، پھر نوح علیہ السلام، پھر ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور چونکہ عیسیٰ علیہ السلام بھی ابراہیم علیہ السلام اور پھر آل عمران میں سے تھے، لہٰذا وہ بھی انسان تھے، اللہ یا اللہ کے بیٹے نہیں تھے۔ آگے اہل نجران اور نصرانیوں کے عقیدے کے ابطال کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ شروع ہوتا ہے۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾

’’جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے رب! بے شک میں نے تیرے لیے اس کی نذر مانی ہے جو میرے پیٹ میں ہے کہ آزاد چھوڑا ہوا ہوگا، سو مجھ سے قبول فرما، بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ پھر جب اس نے اسے جنا تو کہا اے میرے رب! یہ تو میں نے لڑکی جنی ہے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو اس نے جنا اور لڑکا اس لڑکی جیسا نہیں، اور بے شک میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور بے شک میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔‘‘

سیدہ مریم کی والدہ نے جو منت مانی تھی وہ اس توقع سے مانی تھی کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ کیونکہ اس عہد میں لڑکے تو اللہ کی عبادت کے لیے وقف کیے جاتے تھے، لڑکیوں کو وقف کرنے کا رواج نہیں تھا، مگر ہوا یہ کہ لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی اور اس بات پر افسوس ہونا ایک فطری امر تھا۔

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى : بظاہر تو کہنا چاہیے تھا کہ لڑکی لڑکے جیسی نہیں مگر اس کے برعکس فرمایا، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ لڑکا جو عمران کی بیوی کے ذہن میں تھا اس لڑکی جیسا نہیں ہو سکتا جو انھیں عطا کی گئی ہے۔

وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ : بچے کا نام ولادت کے پہلے روز بھی رکھا جا سکتا ہے، ساتویں دن کا انتظار ضروری نہیں بلکہ وہ نام رکھنے کی آخری حد ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آج رات میرے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ (ابراہیم علیہ السلام) کے نام پر اس کا نام ابراہیم رکھا ہے۔'' [مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمته صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال ...... الخ : ۲۳۱۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے جب بچے کو جنم دیا تو وہ اپنے بھائی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ [بخاری، کتاب العقیقة، باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یعق عنه و تحنیکه : ۵۴۷۰۔ مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تحنیك المولود عند ولادته : ۲۱۴۴]

وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ : یعنی ام مریم نے دعا کہ اے اللہ! میں اس بچی اور اس کی اولاد (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے چھوتا ہے، شیطان کے اس کچوکے لگانے کی وجہ سے بچہ چیخ چیخ کر رونے لگتا ہے، ہاں! البتہ مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام شیطان کے کچوکے سے محفوظ رہے تھے۔'' یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾ ''اور بے شک میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وإنی أعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم ﴾ : ۴۵۴۸۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل عیسی علیه السلام : ۲۳۶۶]

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۷

''پس اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول کیا اور اچھی نشو و نما کے ساتھ اس کی پرورش کی اور اس کا کفیل زکریا کو بنا دیا۔ جب کبھی زکریا اس کے پاس عبادت خانے میں داخل ہوتا، اس کے پاس کوئی نہ کوئی کھانے کی چیز پاتا، کہا اے مریم! یہ تیرے لیے کہاں سے ہے؟ اس نے کہا یہ اللہ کے پاس سے ہے۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے کسی حساب کے بغیر رزق دیتا ہے۔''

ام مریم نے بیٹے کی نیت کی تھی، تا کہ بیت المقدس کی خوب خدمت کرے۔ جب بچی ہوئی تو انھیں ایک طرح کی مایوسی ہوئی، لیکن اللہ نے ان کی نذر قبول کر لی اور پھر وہ لڑکی ایسی ہوئی کہ تقویٰ اور دینی مقاصد کے حصول میں ہزاروں لڑکوں پر سبقت لے گئی۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نذر قبول کر لی اور اس لڑکی کو ایسا شرفِ قبولیت حاصل ہوا کہ وہ مقام و مرتبہ میں بہت سے اولیاء اللہ سے آگے بڑھ گئی اور پھر اللہ نے ان کی کفالت زکریا علیہ السلام کے ذمہ لگا دی جو ان کے خالو تھے۔ "مِحْرَابٌ" سے مراد حجرہ ہے جس میں سیدہ مریم علیہا السلام قیام پذیر تھیں۔ جب بھی زکریا علیہ السلام ان کے پاس جاتے تو موسم سرما کا پھل موسم گرما میں اور گرما کا سرما میں پاتے تھے۔ اس لیے سیدنا زکریا علیہ السلام نے ازراہِ تعجب و حیرت پوچھا کہ یہ کہاں سے آتا ہے؟ تو انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

اسلوبِ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رزق بطور کرامت مریم علیہا السلام کے پاس پہنچ رہا تھا۔ اس کی تصدیق سیدنا خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے، جسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خبیب رضی اللہ عنہ کو مشرکینِ مکہ نے قید کر لیا اور حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے لڑکوں نے خرید لیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے بدر کی لڑائی میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ آپ ان کے ہاں کچھ دن قید رہے۔ حارث کی بیٹی (زینب رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہے کہ اللہ کی قسم! کوئی قیدی میں نے خبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے ایک دن دیکھا کہ انگور کا خوشہ ان کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس میں سے کھا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور مکہ میں ان پھلوں کا موسم بھی نہیں تھا۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی روزی تھی جو اللہ نے خبیب رضی اللہ عنہ کو بھیجی تھی۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب هل يستأسر الرجل؟ و من لم يستأسر...... الخ : ۳۰۴۵]

اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے دوستوں سے کرامات صادر ہوتی ہیں، لیکن اللہ کا دوست وہی ہو گا جو پابند شریعت، قرآن و سنت کا متبع اور خرافات و بدعات سے کوسوں دور ہو گا۔ مشرک، بدعتی، قرآن و سنت سے دور اور عمل صالح میں کوتاہ کبھی اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا اور ایسے لوگوں سے جن خرقِ عادت امور کا ظہور ہوتا ہے، وہ جادو اور شیطانی عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا : سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہاں (دوسرے آسمان پر معراج کی رات زکریا علیہ السلام کے بیٹے) یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام موجود تھے جو دونوں خالہ زاد بھائی تھے (اصطلاح عرب میں ماں کی خالہ کے لڑکے کو بھی خالہ زاد بھائی کہہ دیتے ہیں)۔" [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب المعراج : ۳۸۸۷]

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارہ بنت حمزہ کے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا کہ وہ اپنی خالہ، یعنی جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بیوی کی حفاظت میں رہے، کیونکہ خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء : ۴۲۵۱]

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾

”وہیں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، کہا اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کو بہت سننے والا ہے۔“

بے موسمی پھل دیکھ کر سیدنا زکریا علیہ السلام کے دل میں بھی (بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود) یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش اللہ تعالیٰ انھیں بھی اولاد سے نوازے۔ چنانچہ بے اختیار دعا کے لیے ہاتھ بارگاہِ الٰہی میں اٹھ گئے، جسے اللہ تعالیٰ نے شرفِ قبولیت سے نوازا۔

نیک و پاکیزہ اولاد والدین کے فوت ہو جانے کے بعد بھی ان کے لیے باعث ثواب ہوتی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے سارے اعمال کا سلسلہ اس سے منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے، صدقہ جاریہ، نفع بخش علم اور ایسی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا گو رہے۔“
[مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱۶۳۱]

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

”تو فرشتوں نے اسے آواز دی، جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ بے شک اللہ تجھے یحییٰ کی بشارت دیتا ہے، جو اللہ کے ایک کلمے (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے آپ پر بہت ضبط رکھنے والا اور نبی ہوگا نیک لوگوں میں سے۔“

زکریا علیہ السلام اپنے عبادت خانے میں نماز پڑھنے میں مشغول تھے کہ فرشتوں نے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام یحییٰ ہوگا، جو عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرے گا، علم و عبادت میں لوگوں کا سردار ہوگا، گناہوں سے محفوظ رہے گا اور نبی ہوگا۔

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴾ [مریم: ۷] ”اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں، جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔“

مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ : اللہ کے کلمہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ﴾ [آل عمران : ۴۵] ”جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے، جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے۔“

وَ سَيِّدًا وَّحَصُوْرًا : یعنی علم دین، حکمت و دانائی اور اصلاح قوم میں انھیں سرداری کا منصب حاصل ہو گا۔ یہی الفاظ حدیث میں حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں آئے ہیں، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔'' [ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن بن علی : ۳۷٦۸۔ مسند أحمد : ۳/۳، ح : ۱۱۰۰۵]

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝۴۰ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ۝۴۱ ع ۱۲

''کہا اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، جب کہ مجھے تو بڑھاپا آ پہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟ فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ کہا اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی بنا دے؟ فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن لوگوں سے بات نہیں کرے گا مگر کچھ اشارے سے اور اپنے رب کو بہت زیادہ یاد کر اور شام اور صبح تسبیح کر۔''

جب زکریا علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ اللہ انھیں بیٹا عطا کرے گا تو ظاہری حالات کے پیش نظر تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے اے میرے رب! مجھے لڑکا کیسے ہوگا، میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟! تو اللہ نے فرمایا کہ تم اور تمھاری بیوی جس حال میں ہو اسی حال میں لڑکا پیدا ہو گا۔ اس لیے کہ اللہ کسی ظاہری سبب کا محتاج نہیں۔ اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور اس کے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ زکریا علیہ السلام کا تعجب اس حد تک بڑھا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی نشانی کی درخواست کر دی۔ فرمایا تمھارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک صحیح سالم ہونے کے باوجود (ہاتھ یا ابرو کے) اشارے کے سوا لوگوں سے بات چیت نہ کر سکو گے۔ اس حال میں تم اپنا سارا وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر و شکر اور تسبیح میں صرف کرو۔

اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا : بنی اسرائیل خاموش رہنے کا روزہ بھی رکھا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے، انھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کھڑا ہے۔ آپ نے اس کے متعلق پوچھا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو اسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ یہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں، سائے میں نہیں جائے گا، کسی سے بات نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اس کو حکم دو کہ بات کرے، سایہ میں آ جائے، بیٹھ جائے اور اپنا روزہ پورا کرے۔'' [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب النذر فیما لا یملك و فی معصیة : ٦۷۰٤]

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

’’اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا اور تجھے پاک کر دیا اور سب جہانوں کی عورتوں پر تجھے چن لیا ہے۔‘‘

وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ : مریم بنت عمران کی یہ فضیلت اپنے زمانے کے اعتبار سے تھی، یا یہ کہ وہ بہترین عورتوں میں سے ہیں، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ’’مریم بنت عمران (اپنے زمانے میں) بہترین خاتون تھیں اور اس امت کی عورتوں میں سب سے بہتر خاتون خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ﴿ و إذ قالت الملائکۃ یمریم إن اللہ اصطفٰك ...... الخ ﴾ : ۳۴۳۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل خدیجۃ رضی اللہ عنہا : ۲۴۳۰]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مردوں میں سے بہت سے مرد کامل ہوئے ہیں، لیکن عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجۂ فرعون ہی کامل ہوئی ہیں۔‘‘ [مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل خدیجۃ : ۲۴۳۱۔ السنن الکبری للنسائی : ۹۳/۵]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مردوں میں سے بہت سے مرد کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے آسیہ زوجۂ فرعون اور مریم بنت عمران کامل ہوئی ہیں اور عورتوں پر عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح ثرید کو باقی کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ وضرب اللہ مثلاً للذین اٰمنوا امرأت فرعون ...... الخ ﴾ : ۳۴۱۱۔ ترمذی، کتاب الأطعمۃ، باب ما جاء فی فضل الثرید : ۱۸۳۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(جذبۂ قربانی اور صبر و استقامت کا سبق حاصل کرنے کے لیے) تمام جہانوں کی عورتوں میں تمھارے لیے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجۂ فرعون کافی ہیں۔‘‘ [ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل خدیجۃ : ۳۸۷۸]

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

’’اے مریم! اپنے رب کی فرماں بردار بن اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فرشتوں نے مریم کو کثرتِ عبادت، خشوع و خضوع، رکوع و سجود اور مسلسل عمل صالح کا حکم دیا، تاکہ اس امر الٰہی کے لیے ذہنی اور روحانی طور پر تیار ہو جائیں، جس کا فیصلہ اللہ کر چکا تھا اور جس میں ان کی بڑی آزمائش تھی اور دنیا و آخرت میں ان کی رفعت شان بھی، یعنی ان کے بطن سے بغیر باپ کے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہونا تھا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں، ہم اسے تیری طرف وحی کرتے ہیں اور تو اس وقت ان کے پاس نہ تھا جب وہ اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے اور نہ تو اس وقت ان کے پاس تھا جب وہ جھگڑ رہے تھے۔''

اس آیت سے پانچ مسئلے واضح طور پر ثابت ہوئے: ① رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے تھے، ورنہ انھیں غیب کی یہ خبریں وحی کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ② رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر نہیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ تو اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھا۔ ③ اولیاء اور دوسرے انبیاء بھی غیب دان نہیں ورنہ بیت المقدس کے خدام اور وقت کے پیغمبر زکریا علیہ السلام کو قرعہ ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔ ④ جب چیز ایک ہو اور اس کے حق دار کئی ہوں تو اس وقت قرعہ کے ذریعے فیصلہ شریعت کا فیصلہ ہے۔ ⑤ رسول اللہ ﷺ جو اس واقعے کے وقت نہ وہاں موجود تھے اور اسے جانتے تھے، آپ کا وحی الٰہی سے اس واقعہ کو بیان کرنا آپ کے رسول برحق ہونے کی دلیل ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ : رسول اللہ ﷺ کو غیب کی باتیں بذریعہ وحی پہنچائی جا رہی تھیں اور آپ ان خبروں سے واقف نہیں تھے۔ اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ﴿وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَ لٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَ مَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَ لٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ [القصص : ٤٤ تا ٤٦] ''اور اس وقت تو مغربی جانب میں نہیں تھا جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم کی وحی کی اور نہ تو حاضر ہونے والوں سے تھا۔ اور لیکن ہم نے کئی نسلیں پیدا کیں، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی اور نہ تو اہل مدین میں رہنے والا تھا کہ ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتا ہو اور لیکن ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔ اور نہ تو پہاڑ کے کنارے پر تھا جب ہم نے آواز دی اور لیکن تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ : اس قرعہ اندازی کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مریم علیہا السلام یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم عمران کی بیٹی تھیں۔ جب ان کی والدہ نے انھیں اپنی عبادت گاہ کی نذر کیا تو عبادت گاہ کے خدام میں جھگڑا ہوا کہ ان کی سرپرستی اور نگرانی کا شرف کون حاصل کرے؟ آخر کار انھوں نے قرعہ اندازی کی اور قرعہ زکریا علیہ السلام کے نام نکلا۔ معلوم ہوا جھگڑے کی صورت میں قرعہ اندازی سے فیصلہ کرنا جائز ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور صف اول میں کھڑے ہونے کا کتنا ثواب ہے

تو تب اگر وہ اس ثواب کو بغیر قرعہ اندازی کے حاصل نہ کر سکیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب الاستهام فی الأذان : ٦١٥]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس بیوی کا نام قرعہ اندازی میں نکلتا اس بیوی کے ساتھ آپ سفر کرتے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لو لا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خيرا ﴾ : ٤٧٥٠۔ مسلم، کتاب التوبة، باب فی حدیث الإفك : ٢٧٧٠]

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝۴۵

”جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے، جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے، دنیا اور آخرت میں بہت مرتبے والا اور مقرب لوگوں سے ہوگا۔“

یہاں سے عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ شروع ہو رہا ہے اور مریم علیہا السلام کو بشارت دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ایک عظیم المرتبت لڑکا عطا فرمائے گا۔ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! اللہ تمھیں ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے، جو اس کے ایک کلمہ کے ذریعے بغیر باپ کے وجود میں آئے گا، اس کا لقب ”مسیح“ اور نام عیسیٰ ہوگا۔ چہرہ آدمی کی ذات کا آئینہ دار ہوتا ہے، اس لیے اونچے مرتبے کو وجاہت کہتے ہیں، اور وہ مقرب لوگوں میں سے ہوگا۔

اس آیت میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ”کلمہ“ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی ولادت اعجازی شان کی مظہر اور عام انسانی اصول کے برعکس، باپ کے بغیر، اللہ کی خاص قدرت اور اس کے کلمہ ”کُنْ“ کی تخلیق ہے۔ ”مسیح“ کا لفظ ”مسح“ سے مشتق ہے، جس کے معنی ہاتھ پھیرنے یا زمین کی مساحت کرنے کے ہیں۔ لہٰذا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح یا تو اس لیے کہا گیا کہ وہ بیماروں اور کوڑھیوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور وہ تندرست ہو جاتے تھے، یا اس بنا پر کہ آپ زمین پر ہر وقت سفر کرتے رہتے تھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ﴾ [النساء : ١٧١] ”نہیں ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم مگر اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ، جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شفاعت کبریٰ سے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”موسیٰ علیہ السلام (اہل محشر سے) کہیں گے، عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی طرف سے روح ہیں (سو وہ تمھاری سفارش کریں گے)۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ علم ادم الأسماء كلها ﴾ : ٤٤٧٦]

وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

’’اور لوگوں سے گہوارے میں بات کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور نیک لوگوں سے ہوگا۔‘‘

وہ لڑکا جب گود میں ہوگا تو بطور معجزہ بات کرے گا اور نبی ہو کر ادھیڑ عمر میں اللہ تعالیٰ سے جو کچھ بذریعہ وحی تعلیمات ملیں گی انھیں لوگوں تک پہنچائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴾ [مریم : ۲۹، ۳۰] ’’تو اس نے اس کی طرف اشارہ کر دیا، انھوں نے کہا ہم اس سے کیسے بات کریں جو ابھی تک گود میں بچہ ہے۔ اس نے کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’صرف تین بچوں نے ماں کی گود میں گفتگو کی ہے، عیسیٰ علیہ السلام، وہ بچہ جو جریج کے زمانے میں تھا اور ایک بچہ اور ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی: ﴿ واذکر فی الکتب مریم ...... الخ ﴾ : ۳۴۳۶۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تقدیم بر الوالدین علی التطوع بالصلوۃ : ۲۵۵۰]

وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ : صالح وہ ہے جس کے سارے کام درست ہوں، اس لیے سلیمان علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر نے صالح بندوں میں داخل کیے جانے کی دعا کی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [النمل : ۱۹] ’’اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں، جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور یہ کہ میں نیک عمل کروں، جسے تو پسند کرے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔‘‘

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

’’اس نے کہا اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا؟ فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس سے یہی کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔‘‘

جب مریم علیہا السلام کو بذریعہ ملائکہ یہ بشارت مل گئی تو اس نے اپنی مناجات میں کہا کہ اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ میرا نہ تو کوئی شوہر ہے اور نہ میں بدکار عورت ہوں؟ تو فرشتے نے اللہ کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اللہ کا ایسا ہی فیصلہ ہے کہ بغیر کسی مرد کے ملاپ سے وہ تمھیں بیٹا عطا کرے گا، اللہ کسی سبب کا محتاج نہیں اور کوئی شے اسے عاجز نہیں کر سکتی۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴾ [مریم : ۲۰] ''اس نے کہا میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا، جب کہ مجھے نہ کسی بشر نے چھوا ہے اور نہ میں کبھی بدکار تھی۔''

اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [آل عمران : ۵۹] ''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔''

وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۚ﴿۴۸﴾ وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ﴿۴۹﴾

''اور وہ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔ اور بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا کہ بے شک میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں کہ بے شک میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتی ہے اور میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور برص والے کو تندرست کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور تمھیں بتا دیتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو ذخیرہ کرتے ہو، بے شک اس میں تمھارے لیے ایک نشانی ہے، اگر تم مومن ہو۔''

یہ بشارت کی تکمیل ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانی کتابوں کا اور خاص طور پر تورات و انجیل کا علم دے گا، دین کی سمجھ بوجھ عطا کرے گا اور انھیں بنی اسرائیل کے لیے نبی بنائے گا۔ اس وقت وہ ان سے کہیں گے کہ میں تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں۔ اس کے بعد اس نشانی کی تفصیل بیان کی۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ : عیسیٰ علیہ السلام کو تورات اور ہر کتاب بغیر پڑھے آتی تھی اور یہ سب معجزے تھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [المائدۃ : ۴۶] ''اور ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشانوں پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا، جو اس سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والا تھا اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور اس کی تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے تورات تھی

اور متقی لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔"

اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ : یہاں خلق کا لفظ ظاہری شکل وصورت بنانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، پیدا کرنے اور زندگی دینے کے معنی میں خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو تخلیق کیا اسے زندہ کرو۔" [بخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ : ۵۹۵۱]

بِاِذْنِ اللّٰهِ : یہاں "بِاِذْنِ اللّٰهِ" کا لفظ بار بار لانے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر اللہ کا حکم نہ ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ان معجزات کا ظہور نہ ہوتا اور یہی ہر نبی کے معجزات کا حال ہے کہ وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی کو اس کے زمانے کے مناسب حال معجزات عطا فرمائے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو اور جادوگروں کا زور تھا، سو اللہ نے انھیں وہ معجزات دے کر بھیجا جن سے تمام جادوگر دنگ رہ گئے اور ان کے عقل چکرا گئی بالآخر از خود مسلمان ہوئے اور اسلام کی راہ میں سولی تک کے لیے تیار ہو گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب اور علوم طبعیہ (سائنس) کا چرچا تھا، سو اللہ تعالیٰ نے انھیں وہ معجزات عطا فرمائے جن کے سامنے تمام اطبا اور سائنس دان اپنے عاجز اور درماندہ ہونے کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فصاحت و بلاغت اور شعر و ادب کا ڈنکا بجتا تھا، سو اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ کتاب نازل فرمائی جس نے تمام فصحا اور بلغا کی گردنیں خم کر دیں اور وہ بار بار چیلنج سننے کے باوجود اس جیسی دس سورتیں تو کجا، ایک چھوٹی سورت تک پیش نہ کر سکے۔ کیوں؟ اس لیے کہ پروردگار کا کلام مخلوق کے کلام سے مماثلت نہیں رکھتا۔

وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾

"اور اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات سے ہے اور تاکہ میں تمھارے لیے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں، سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔"

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کوئی الگ مستقل شریعت لے کر مبعوث نہیں ہوئے تھے، بلکہ موسوی شریعت کی تائید و تصدیق کرنے اور بنی اسرائیل کو اقامت تورات کی دعوت دینے کے لیے آئے تھے۔ البتہ تورات میں بعض چیزیں جو بطور تشدید ان پر حرام کر دی گئی تھیں ان کو اللہ کے حکم سے حلال قرار دینا بھی ان کے مشن میں شامل تھا، جیسے اونٹ کا گوشت اور حلال جانوروں کی چربی وغیرہ۔

﴿ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴾ [النساء : ١٦٠] ''تو جو لوگ یہودی بن گئے، ان کے بڑے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں، جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں اور ان کے اللہ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔''

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۵۱

''بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔''

تمام انبیائے کرام کی دعوت کی بنیاد توحید باری تعالیٰ ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کے سامنے یہی دعوت پیش کی اور کہا کہ میرا اور تمھارا رب اللہ ہے، اس لیے صرف اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [یٰسٓ : ٦١] ''اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [آل عمران : ١٠١] ''اور جو شخص اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لے تو یقیناً اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی گئی۔''

فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝۵۲ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۵۳

''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو اس نے کہا کون ہیں جو اللہ کی طرف میرے مددگار ہیں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور گواہ ہو جا کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے نازل فرمایا اور ہم رسول کے پیروکار بن گئے، سو تو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔''

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو پوری طرح معلوم ہو چکا تھا کہ یہود اور ان کے علماء دلائل کے میدان میں مات کھا کر اب ان کی زندگی کے درپے ہو چکے ہیں اور اس کام کے لیے سازشیں تیار کر رہے ہیں تو اب انھیں فکر تھی تو یہ کہ دین کی اشاعت و تبلیغ کا کام نہیں رکنا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے پیروکاروں سے پوچھا کہ کون ہے جو اس سلسلہ میں میری مدد کرے؟ قوم کے اکثر لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا، البتہ چند لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کی توفیق دی، وہ ایمان لائے اور پوری تندہی اور جانفشانی سے عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کرتے رہے۔ یہی وہ لوگ تھے جو بعد میں عیسیٰ علیہ السلام کے خاص الخاص جاں نثار اور مددگار یعنی حواری کہلائے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ بِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴾ [المائدة : ۱۱۱] ”اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، انھوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔“

قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ : عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ویسا ہی ہے جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل موسم حج میں یہ فرمایا کرتے تھے: ”کون ہے جو مجھے ٹھکانا دے؟ کون ہے جو میری نصرت کرے، تاکہ میں اپنے رب کی رسالت کو پہنچا دوں اور اس کے لیے جنت بدلہ ہے؟ کیونکہ قریش کلام باری تعالیٰ کی تبلیغ میں رکاوٹ بن گئے ہیں۔“ [مسند أحمد : ۳۲۲/۳ ح : ۱٤٤٦۹۔ أبو داوٗد، کتاب السنة، باب في القرآن : ٤۷۳٤۔ ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ألا رجل یحملني ...... الخ : ۲۹۲۵]

تا آنکہ آپ کو انصار مل گئے جنھوں نے آپ کو پناہ دی اور اپنی جان و مال سے مدد کی، مگر آپ کے حواری (خاص جاں نثار و مددگار) صرف انصار ہی نہ تھے، مہاجر بھی تھے، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قوم (بنوقریظہ) کی خبر کون لائے گا؟“ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا، میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا: ”قوم (بنوقریظہ) کی خبر کون لائے گا؟“ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا: ”قوم (بنوقریظہ) کی خبر کون لائے گا؟“ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری زبیر ہے۔“ [بخاري، کتاب المغازي، باب غزوة الخندق : ٤۱۱۳۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل طلحة و الزبیر رضي الله عنهما : ۲٤۱۵]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھ سے پہلے جو نبی بھی اللہ تعالیٰ نے جس امت کی طرف مبعوث فرمایا، اس کی امت میں سے اس کے حواری اور اصحاب ہوتے تھے، جو اس کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اس کا حکم بجا لاتے تھے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ جو وہ کہتے تھے وہ کرتے نہیں تھے اور جو کرتے تھے اس کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النهي عن المنکر من الإیمان : ۵۰]

وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۵۴

”اور انھوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔“

یہود کے علماء نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے اور تورات کے احکام کو بدلنا چاہتا ہے اور ان پر اتہامات لگائے تو بادشاہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے کچھ آدمی مقرر کر دیے۔ انھوں نے ایک مکان کے اندر عیسیٰ علیہ السلام کا محاصرہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ ﴾ [المائدة : ۱۱۰] ”اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ

روکا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ [النساء : ۱۵۷، ۱۵۸] ”اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ بلاشبہ ہم نے ہی مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا، جو اللہ کا رسول تھا، حالانکہ نہ انھوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے اس (مسیح) کا شبیہ بنا دیا گیا اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے، یقیناً اس کے متعلق بڑے شک میں ہیں، انھیں اس کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝۵۵ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝۵۶ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝۵۷

”جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تجھے قبض کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنھوں نے کفر کیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے تیری پیروی کی، قیامت کے دن تک ان لوگوں کے اوپر کرنے والا ہوں جنھوں نے کفر کیا، پھر میری ہی طرف تمھارا لوٹ کر آنا ہے تو میں تمھارے درمیان اس چیز کے بارے میں فیصلہ کروں گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ پھر جن لوگوں نے تو کفر کیا سو میں انھیں دنیا اور آخرت میں عذاب دوں گا، بہت سخت عذاب اور کوئی ان کی مدد کرنے والے نہیں۔ اور رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو وہ انھیں ان کے اجر پورے دے گا اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔“

جب بنی اسرائیل کے کافروں نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش مکمل کر لی اور اس کی تمام کڑیاں ایک دوسرے سے ملا لیں تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے عیسیٰ! میں تمھیں پورے طور پر لے لینے والا ہوں اور اپنے پاس اٹھا کر لانے والا ہوں اور آسمان پر بلا کر کافروں کی خباثت آلود فضا سے تمھیں دور کرنے والا ہوں اور تمھاری اتباع کرنے والوں کو کافروں پر قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں۔

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ : ”اَلْمُتَوَفِّیْ“ کا مصدر ”توفی“ ہے، جس کے لغوی معنی ہیں ”پورا پورا لینا“، مجازاً اس کے معنی موت دینے اور سلا دینے کے بھی ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي

لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ۚ فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ﴾ [الزمر : ٤٢] ''اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں، پھر اسے روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔'' الغرض ''اَلْمُتَوَفّٰی'' کے معنی زندہ اٹھانے کے ہیں۔ اس معنی کی مزید تائید قرآن مجید کی دوسری آیت سے ہوتی ہے، جہاں ''رفع الی'' تو موجود ہے لیکن ''متوفیك'' نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا ۙ۝ وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًۢا ۙ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۝ وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا ﴾ [النساء : ١٥٦تا١٥٩] ''اور ان کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر ان کے بہت بڑا بہتان باندھنے کی وجہ سے۔ اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ بلاشبہ ہم نے ہی مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا، جو اللہ کا رسول تھا، حالانکہ نہ انھوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے اس (مسیح) کا شبیہ بنا دیا گیا اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے، یقیناً اس کے متعلق بڑے شک میں ہیں، انھیں اس کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔''

جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ : اس سے مراد مومنین بنی اسرائیل کی وہ جماعت ہے جو ان پر ایمان لائی تھی اور کافروں کے مقابلے میں ان کی مدد کا اعلان کیا تھا اور نبی کریم ﷺ کی امت کے دنیا میں آجانے کے بعد یہی لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح پیروکار ہوئے، اس لیے اللہ نے کفار کے مقابلے میں ان کی مدد کی، اور ان کے دین کو تمام ادیان پر غالب کیا۔ اور بفضل باری تعالیٰ قیامت تک اسلام اور مسلمان اسی حال میں رہیں گے۔

اس سے مراد یہ بھی ہے کہ قیامت کے قریب جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے، تو ان کے پیروکار مسلمان سب کفار پر غالب ہوں گے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آئیں گے، حکومت کریں گے، عدل و انصاف قائم کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، جزیہ نہیں لیں گے، جو اونٹ کو چھوڑ دیا جائے گا، تو اسے پکڑنے کے لیے کوئی محنت نہیں کرے گا، لوگوں کے دلوں سے کینہ، بغض اور حسد جاتا رہے گا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو مال دینے کے لیے بلائیں گے لیکن کوئی لینے کو تیار نہیں ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان نزول عیسیٰ علیه السلام : ٢٤٣/١٥٥]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کا ایک

گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا، وہ گروہ قیامت تک غالب رہے گا، جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے (تو نماز کا وقت ہو گا) مسلمانوں کا امیر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کرے گا، تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جواب میں فرمائیں گے کہ نہیں، تم خود ہی آپس میں ایک دوسرے کے امام ہو۔ یہ اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اعزاز ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان نزول عیسی علیه السلام : ۱۵٦]

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۝۵۸

''یہ ہے جسے ہم آیات اور پر حکمت نصیحت میں سے تجھ پر پڑھتے ہیں۔''

یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ جو ہم نے آپ کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ، ان کی ولادت کا واقعہ اور ان کے معاملے کی کیفیت کو بیان کیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اس کی وحی ہے، جسے اس نے بلا شک وشبہ لوحِ محفوظ سے نازل فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ۝ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [مریم : ۳۵،۳٤] ''یہ ہے عیسیٰ ابن مریم۔ حق کی بات، جس میں یہ شک کرتے ہیں۔ کبھی اللہ کے لائق نہ تھا کہ وہ کوئی بھی اولاد بنائے، وہ پاک ہے، جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف یہ کہتا ہے کہ ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتا ہے۔''

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۝۵۹ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ۝۶۰

''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔ یہ حق تیرے رب کی طرف سے ہے، سو تو شک کرنے والوں سے نہ ہو۔''

نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے تھے اور دلیل یہ دیتے تھے کہ اللہ نے انھیں بغیر باپ کے پیدا کیا تھا۔ اللہ نے ان کے دعوے کی تردید کی کہ اگر تمھاری یہ بات صحیح ہوتی تو پھر آدم علیہ السلام کو بدرجہ اولیٰ اللہ کا بیٹا ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ انھیں بغیر ماں باپ کے پیدا کیا گیا۔ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے، آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے اور حوا کو صرف مرد سے پیدا کر کے اپنی قدرت مطلقہ کا اظہار کیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صحیح عقیدہ یہی ہے۔ نہ مریم نے معبود کو جنا، جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں اور نہ انھوں نے یوسف نجار کے ساتھ بدکاری کی، جیسا کہ یہود ان پر بہتان باندھتے ہیں۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۝۶۱ اِنَّ

هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾

”پھر جو شخص تجھ سے اس کے بارے میں جھگڑا کرے، اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آ چکا تو کہہ دے آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمھیں بھی، پھر گڑ گڑا کر دعا کریں پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ بلاشبہ یہ، یقیناً یہی سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں اور بلاشبہ اللہ، یقیناً وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔“

جب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اظہار حق اور دلائل کے باوجود وفد نجران نے عناد کی راہ اختیار کی تو آخری فیصلہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے ”مباہلہ“ کا حکم دیا۔ جس کی صورت یہ تجویز ہوئی کہ فریقین اپنی جان اور اولاد کے ساتھ ایک جگہ حاضر ہوں اور جو فریق جھوٹا ہے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اس کے حق میں بد دعا کریں کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾ ”کہہ دے آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمھیں بھی، پھر گڑ گڑا کر دعا کریں، پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا، پھر فرمایا: ”اے اللہ! یہ بھی میرے اہل ہیں۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی رضی اللہ عنه : ۲۴۰۴/۳۲]

مگر اہل نجران مباہلہ سے ڈر گئے اور انھوں نے جزیہ دینا منظور کر لیا، جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نجران کے دو آدمی عاقب اور السید، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا ارادہ مباہلہ کرنے کا تھا مگر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ نہ کرو، کیونکہ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں اور ہم نے آپ سے مباہلہ کر لیا تو نہ ہم بچیں گے اور نہ ہماری آئندہ نسل بچے گی۔ دونوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے جو فرمایا ہے وہ ہم آپ کو دے دیں گے، آپ ہمارے ساتھ کسی امین آدمی کو بھیج دیں، کسی اور کو نہیں صرف کسی امانت دار ہی کو بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: ”یقیناً میں تمھارے ساتھ ایک سچے اور پکے امانت دار شخص کو بھیجوں گا۔“ صحابہ نے نظریں اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا کہ یہ سعادت کسے میسر آتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ”اے ابوعبیدہ بن جراح! کھڑے ہو جاؤ۔“ جب وہ کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ اس امت کے امین ہیں۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب قصة أهل نجران : ۴۳۸۰]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب قصة أهل نجران : ۴۳۸۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں نے محمد (ﷺ) کو کعبے کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ کی گردن کو پامال کر دوں گا۔ تو آپ نے فرمایا: ”اگر وہ ایسی حرکت کرتا تو سب کے سامنے فرشتے اسے پکڑ لیتے اور اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو وہ مرجاتے اور جہنم میں اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے اور اگر عیسائی رسول اللہ ﷺ سے مباہلے کے لیے نکلتے تو وہ اس طرح لوٹتے کہ نہ ان کا مال بچتا اور نہ اہل وعیال۔“ [مسند أحمد : ۲۴۸/۱، ح : ۲۲۲۹۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ كلا لئن لم ينته ...... الخ ﴾ : ۴۹۵۸۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة اقرأ باسم ربك : ۳۳۴۸]

وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ : آیت مباہلہ میں اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو بلانے کا ذکر ہے۔ ”نساء“ کا لفظ بیویوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، یہاں بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ نے علی، فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بلایا، یہی آپ کے اہل بیت تھے، بیویوں کو نہیں بلایا، حالانکہ کسی حدیث میں بیویوں کو نہ بلانے کا ذکر نہیں ہے اور یہ طے شدہ قاعدہ ہے کہ کسی چیز کا ذکر نہ ہونے سے اس کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ احادیث میں تو دوسرے صحابہ کو بلانے یا ان کے آنے کا بھی ذکر نہیں، تو کیا وہاں اور کوئی بھی موجود نہ تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت تو آپ کی بیویاں تھیں، علی، فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے متعلق تو آپ ﷺ نے دعائیہ انداز میں فرمایا تھا: ((اَللّٰهُمَّ ! هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ)) [ترمذی : ۲۹۹۹] ”اے اللہ ! یہ میرے اہل میں سے ہیں (یعنی انھیں میرے اہل میں شامل فرما)۔“ کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ بیٹی کی اولاد کی نسبت اس کے خاوند اور خاوند کے آبا و اجداد کی طرف ہوتی ہے نہ کہ نانا کی طرف۔ تو یہ علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کی خصوصیت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دعا سے اہل بیت میں شامل ہیں، مگر بیویوں کو، جو اصل گھر والی ہیں، انھیں اہل بیت سے نکال دینا محض تعصب ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں قرآن پاک میں اہل بیت قرار دیا ہے: ﴿ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ [الأحزاب : ۳۳] ”کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو!“ اور ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ علیہا السلام کو ﴿ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ [هود : ۷۳] کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

”کہہ دے اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان برابر ہے، یہ کہ ہم اللہ

کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔“

تین باتیں ایسی تھیں جو مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان مشترک تھیں اور دونوں اسے یکساں طور پر تسلیم کرتے تھے، وہ یہ کہ سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنایا جائے۔ مسلمان ان باتوں کو تسلیم کرتے تھے اور ان پر عمل بھی کرتے تھے، لیکن اہل کتاب زبان سے تو ان باتوں کو تسلیم کرتے تھے لیکن ان کا عمل ان پر نہیں تھا۔

اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ : تمام رسولوں کی دعوت بھی یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ [الأنبياء : ٢٥] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ [النحل : ٣٦] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ﴾ [البينة : ٥] ”اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں۔“

وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ : یہودی عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ماننے لگے، ارشاد فرمایا: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ [التوبة : ٣٠] ”اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔“ انبیاء کے علاوہ یہود و نصاریٰ اپنے علماء اور اپنے درویشوں کی بھی عبادت کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ [التوبة : ٣١] ”انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” (قیامت کے دن) یہودیوں کو بلایا جائے گا، پھر ان سے کہا جائے گا، تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا، تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ کی تو نہ کوئی بیوی ہے اور نہ اولاد۔ پھر نصرانیوں کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا

جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے، ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا، تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ اولاد۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ إن الله لا يظلم مثقال ذرة ﴾ : ٤٥٨١]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل (رحمہ اللہ) جب دین حق کی تلاش میں نکلے تو ان کی ملاقات ایک یہودی عالم اور پھر ایک نصرانی عالم سے ہوئی۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نے زید بن عمرو سے کہا، میں نہیں سمجھتا کہ دین حق کوئی ہے سوائے اس کے کہ تم حنیف ہو جاؤ۔ زید نے پوچھا، حنیف کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا، ابراہیم کا دین، وہ نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے، وہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب حديث زيد بن عمرو بن نفيل : ٣٨٢٧]

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ : رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اہل کتاب کو اس مشترکہ عقیدہ کی دعوت دی جو آپ سے دور تھے، آپ نے انھیں خط لکھے، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے (ہرقل کے دربار میں پیش آنے والا واقعہ بیان کرتے ہوئے) کہا، پھر ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا خط منگوا کر پڑھا تو اس میں یہ لکھا تھا: "اللہ کے نام سے (شروع) جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام! سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ حمد و ثنا کے بعد! میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے، اسلام قبول کر لو اللہ تعالیٰ تمھیں دوگنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ اگر تم نے نہ مانا تو کسانوں کا گناہ بھی تم پر ہو گا اور ﴿ قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا ٱشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴾ "اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان برابر ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ قل يا أهل الكتاب ...... الخ ﴾ : ٤٥٥٣۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كتب النبي ﷺ إلى هرقل : ١٧٧٣]

يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تُحَآجُّونَ فِىٓ إِبْرَٰهِيمَ وَمَآ أُنزِلَتِ ٱلتَّوْرَىٰةُ وَٱلْإِنجِيلُ إِلَّا مِنۢ بَعْدِهِۦٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٥﴾

"اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ جب کہ تورات اور انجیل تو نازل ہی اس کے بعد کی گئی ہیں، تو کیا تم سمجھتے نہیں۔"

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ یہودی اور نصرانی دونوں دعویٰ کرتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام ان

کے دین پر تھے، حالانکہ تورات، جس پر یہودی ایمان رکھتے تھے اور انجیل جسے نصرانی مانتے تھے، یہ دونوں کتابیں ابراہیم علیہ السلام کے سیکڑوں برس بعد نازل ہوئیں، پھر ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی کیونکر ہو سکتے تھے؟ ہماری امت سے بھی اگر کوئی بعد میں بننے والا کوئی گروہ جو کتاب و سنت پر قائم نہ ہو اور دعویٰ کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گروہ سے تھے، تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تمھاری تو بنیاد ہی بعد میں رکھی گئی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے گروہ میں کیسے شامل ہو گئے؟

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

”دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ تم نے اس بات میں جھگڑا کیا جس کے متعلق تمھیں کچھ علم تھا، تو اس بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمھیں کچھ علم نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

تمھارے علم و دیانت کا تو یہ حال ہے کہ جن چیزوں کا تمھیں علم ہے یعنی اپنے دین اور اپنی کتاب کا، اس کی بابت تمھارے جھگڑے بے اصل بھی ہیں اور بے عقلی کا مظہر بھی، تو پھر تم اس بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمھیں سرے سے علم ہی نہیں ہے؟ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی شان اور ان کی ملت حنیفیہ کے بارے میں، جس کی اساس توحید و اخلاص پر ہے۔ اس آیت میں نہ صرف غلط طور پر جھگڑا کرنے سے منع کیا گیا ہے بلکہ مطلقاً جھگڑے سے بچنے کی نصیحت بھی کی ہے۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

”ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، بلکہ ایک طرف والا فرماں بردار تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔“

یعنی ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے، نہ نصرانی تھے، بلکہ وہ حنیف تھے، بہت بڑے موحد تھے، ان کا رخ اور ان کا رجحان بس صرف ایک اللہ کی طرف تھا۔ وہ اسی کے احکام پر چلتے تھے اور اسی کی عبادت کرتے تھے اور وہ مشرک نہیں تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کی توحید اور ان کی تسلیم و رضا کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۷۹] ”بے شک میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، ایک (اللہ کی) طرف ہو کر اور میں مشرکوں سے نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [النحل : ۱۲۰] ”بے شک ابراہیم ایک امت تھا، اللہ کا فرماں بردار، ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا اور وہ مشرکوں سے نہ تھا۔“

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

''بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ قریب یقیناً وہی لوگ ہیں جنھوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اور اللہ مومنوں کا دوست ہے۔''

مطلب یہ کہ اگر تم اس معنی میں ابراہیم علیہ السلام کو یہودی یا نصرانی کہتے ہو کہ ان کی شریعت تمھاری شریعت سے ملتی جلتی ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم خلیل علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے زمانے میں ان کے دین کی اتباع کی اور اب یہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین و انصار اور ان کے بعد آپ کی پیروی کرنے والے ہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی لوگ صحیح معنوں میں ابراہیم علیہ السلام کی طرح توحید پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے حقیقتاً اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہے اور فرماں بردار بن گئے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ [النساء: ۱۲۵] ''اور دین کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے تابع کر دیا، جب کہ وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو خاص دوست بنا لیا۔'' اور فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [الأنعام : ۱۶۱] ''کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کے نبیوں میں سے قریبی دوست ہوتے ہیں اور ان میں سے میرے قریبی دوست میرے باپ اور میرے رب کے قریبی دوست ابراہیم علیہ السلام ہیں۔'' پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ﴾ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ آل عمران : ۲۹۹۵، مستدرک حاکم : ۲۹۲/۲، ح : ۳۱۵۱، سنن سعید بن منصور، تفسیر سورۃ آل عمران، قوله تعالیٰ: ﴿ إن اولى الناس بإبراهيم للذين اتبعوه...... ﴾ : ۱۵۴۷/۳، ح : ۵۰۱]

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾

''اہل کتاب کی ایک جماعت نے چاہا کاش! وہ تمھیں گمراہ کر دیں۔ حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔''

یہ یہودیوں کے اس حسد و بغض کی وضاحت ہے جو وہ اہل ایمان سے رکھتے تھے اور اسی عناد کی وجہ سے مسلمانوں کو

گمراہ کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ یہاں اہل کتاب سے مراد بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع کے یہود ہیں جنھوں نے بعض مسلمانوں کو یہودیت کی دعوت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح وہ خود ہی بے شعوری میں اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ﴾ [البقرة : ۱۰۹] ''بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔''

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٧٠﴾

''اے اہل کتاب! تم کیوں اللہ کی آیات سے کفر کرتے ہو؟ حالانکہ تم خود گواہی دیتے ہو۔''

یعنی اے اہل کتاب تم کیوں اللہ تعالیٰ کی آیات (یعنی نبوتِ محمدیہ) کا انکار کرتے ہو، دل سے تو تم بھی گواہی دیتے ہو کہ یہ آیات حق ہیں اور محمد ﷺ رسولِ برحق ہیں، لیکن زبان سے محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کرتے ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴾ [الأنعام : ۲۰، ۲۱] ''وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر کوئی جھوٹ باندھا، یا اس کی آیات کو جھٹلایا، بے شک حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔''

اس آیت میں دلیل ہے کہ حق کو چھپانا اور اس سلسلہ میں تلبیس سے کام لینا اللہ کے نزدیک بہت ہی بری بات ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾ ع ۸ / ۱۵

''اے اہل کتاب! تم کیوں حق کو باطل سے خلط ملط کرتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو۔''

اس آیت میں یہودیوں کے دو بڑے جرائم کی نشاندہی کر کے انھیں ان سے باز رہنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ پہلا جرم حق و باطل اور سچ اور جھوٹ کو خلط ملط کرنا ہے، تاکہ لوگوں پر حق اور باطل واضح نہ ہو سکے اور دوسرا کتمانِ حق ہے، یعنی نبی کریم ﷺ کے جو اوصاف تورات میں لکھے ہوئے تھے انھیں لوگوں سے چھپانا، تاکہ نبی ﷺ کی صداقت کم از کم اس اعتبار سے نمایاں نہ ہو سکے اور وہ یہ دونوں جرم جان بوجھ کر کرتے تھے، جس سے ان کی بدبختی دو چند ہو گئی تھی۔ حالانکہ حق کو چھپانا بہت بڑا گناہ ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [البقرة : ۱۷۴] ''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے

ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

یہ مقام عبرت ہے کہ ہمارے دور کے فرقہ پرست علماء اور تجدد زدہ حضرات بھی دنیوی اور مادی اغراض و مصالح کے پیش نظر قرآن مجید سے وہی سلوک کر رہے ہیں جو ان کے پیش رو تورات و انجیل کے ساتھ کرتے رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بالکل صحیح فرمایا، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم ضرور ہی اپنے سے پہلے لوگوں کے پیچھے چل پڑو گے جس طرح بالشت بالشت کے برابر اور ہاتھ، ہاتھ کے برابر ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر وہ کسی ضب (سانڈے) کے بل میں جا گھسے ہوں تو تم بھی ان کے پیچھے جاؤ گے۔" پوچھا گیا، یا رسول اللہ! اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا: "پھر اور کون ہیں؟" [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ: "لتتبعن سنن من کان قبلکم": ۷۳۲۰۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیهود والنصاریٰ: ۲۶۶۹]

وَ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾

"اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا تم دن کے شروع میں اس چیز پر ایمان لاؤ جو ان لوگوں پر نازل کی گئی ہے جو ایمان لائے ہیں اور اس کے آخر میں انکار کر دو، تاکہ وہ واپس لوٹ آئیں۔"

کمزور دل مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے یہود مختلف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ یہ بھی اسی سلسلہ کی ان کی ایک سازش کا بیان ہے کہ صبح کے وقت قرآن اور پیغمبر پر ایمان کا اظہار کرو اور شام کو کفر و انحراف کا اعلان کر دو۔ ممکن ہے کہ اس طریقہ کے اختیار کرنے سے بعض مسلمان بھی سوچنے لگیں کہ آخر یہ پڑھے لکھے لوگ مسلمان ہونے کے بعد اس تحریک سے الگ ہو گئے ہیں تو آخر انھوں نے کوئی خرابی یا کمزور پہلو ضرور دیکھا ہو گا۔ اہل کتاب کی یہ سازش کامیاب نہ ہو سکی، اس لیے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے اس سازش کو ظاہر کر دیا اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے ارتداد کی سزا قتل مقرر فرما دی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنا دین (یعنی دین اسلام) بدل دے اسے قتل کر دو۔" [بخاری، کتاب استتابة المرتدین، باب حکم المرتد والمرتدة ...... الخ: ۶۹۲۲]

وَ لَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾
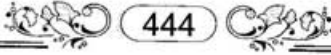
’’اور کسی کے لیے یقین نہ کرو، سوائے اس کے جو تمھارے دین کی پیروی کرے۔ کہہ دے اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے، (یہ یقین نہ کرو) کہ جو کچھ تمھیں دیا گیا ہے اس جیسا کسی اور کو بھی دیا جائے گا، یا وہ تم سے تمھارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے۔ کہہ دے بے شک سب فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

یہ اہل کتاب کے کلام کا تتمہ ہے کہ وہ یہودیوں سے کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں پر بھروسا نہ کرو، اپنا راز اور اپنے دل کی باتیں انھیں ہرگز نہ بتاؤ۔ یہودیوں کی اس سازش کو بیان کرنے کے بعد اللہ نے اپنے رسول ﷺ سے کہا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ ہدایت کا سرچشمہ اسلام ہے، اس کے علاوہ سب کچھ گمراہی ہے۔ تم لوگوں کی سازش اور تمھارا یہ حسد اس لیے ہے کہ تم یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ تمھاری طرح دوسروں کو بھی شریعت الٰہیہ، علم اور اللہ کی کتاب دی جائے، یا تمھارا یہ رویہ اس لیے ہے کہ یہ مسلمان قیامت کے دن تمھارے خلاف گواہی نہ دیں کہ وہ ایمان لے آئے اور تم لوگوں نے حق واضح ہو جانے کے باوجود کفر کی راہ اختیار کی۔ اے رسول! آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ قرآن کریم اور دوسری نعمتیں سب اللہ کے اختیار میں ہیں، اللہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ : یعنی اپنے دین کے پیرو کے سوا اور کسی پر مطمئن نہ ہونا اور نہ اپنا راز جو تمھارے پاس ہے اسے ظاہر کرنا، سوائے اس کے جو تمھارے دین کی پیروی کرے اور جو کچھ تمھارے پاس ہے اسے مسلمانوں پر ظاہر نہ کرنا، وہ اسے تمھارے خلاف بطور دلیل پیش کریں گے۔ اہل کتاب کا ایک گروہ ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہتا تھا کہ لوگوں کو اسلام سے روکے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة : ٣٤] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقیناً لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔‘‘

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ : یعنی اللہ تعالیٰ ہی مومنوں کے دلوں کو اس مکمل ایمان کی راہنمائی فرماتا ہے جسے اس نے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر روشن آیات، قطعی دلائل اور واضح براہین کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ﴾ [الأنعام : ٧١] ’’کہہ دے اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی اصل راستہ ہے۔‘‘

اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ : یعنی وہ کہتے تھے کہ تمھارے پاس جو علم ہے اسے مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہ کرو، وہ تم سے سیکھ کر تمھارے برابر ہو جائیں گے، بلکہ شدت ایمان کی وجہ سے تم سے بڑھ جائیں گے، یا وہ اللہ کے روبرو تم پر حجت قائم کر سکیں گے، یعنی جو کچھ تمھارے پاس موجود ہے اسے تمھارے ہی خلاف بطور دلیل پیش کریں گے، پھر تمھارے ہی خلاف حجت قائم ہو جائے گی اور یہ حجت دنیا و آخرت دونوں میں قائم ہو گی۔

اہل کتاب کی اسی فہمائش کا تذکرہ دوسری جگہ بھی ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [البقرة : ٧٦] ”اور جب ان میں سے بعض بعض کی طرف اکیلا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کیا تم انھیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں، تاکہ وہ ان کے ساتھ تمھارے رب کے پاس تم سے جھگڑا کریں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“

يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

”اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ تو ہر قوم کو اپنا فضل عطا کرنے کے لیے تیار ہے، بشرطیکہ وہ قوم اپنے آپ کو اس فضل کا اہل ثابت کرے۔ ایک زمانہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس فضل سے بہرہ ور فرمایا تھا اور جب وہ اس کے اہل نہیں رہے تو اب اس نے یہ فضل بنی اسماعیل کے لیے مختص کر دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ [الجمعة : ٢ تا ٤] ”وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے کچھ اور لوگوں میں بھی (آپ کو بھیجا) جو ابھی تک ان سے نہیں ملے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ [النساء : ٥٤] ”یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ [الحديد : ٢٨، ٢٩] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمھارے لیے ایسی روشنی کر دے گا جس کے ذریعے تم چلتے رہو گے اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ تاکہ کتاب والے یہ نہ جانیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے اور (جان لیں) کہ یقیناً فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

وَ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآىِٕمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

''اور اہل کتاب میں سے بعض وہ ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک خزانہ امانت رکھ دے وہ اسے تیری طرف ادا کر دے گا اور ان میں سے بعض وہ ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک دینار امانت رکھے وہ اسے تیری طرف ادا نہیں کرے گا مگر جب تک تو اس کے اوپر کھڑا رہے، یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا ہم پر ان پڑھوں کے بارے میں (گرفت کا) کوئی راستہ نہیں اور وہ اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔''

اللہ مطلع فرما رہا ہے کہ یہودیوں میں کچھ لوگ حد درجہ خائن بھی ہیں، اس لیے وہ مومنوں کو تلقین فرما رہا ہے کہ ان سے فریب نہ کھانا، کیونکہ ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ اگر آپ اس کے پاس ڈھیر سارا مال بھی بطور امانت رکھ دیں تو وہ آپ کو مانگنے پر فوراً واپس دے دے گا، لیکن کوئی ان میں سے اس طرح کا بھی ہے کہ اگر آپ اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھیں تو جب تک آپ بڑے شد و مد اور منت و سماجت کے ساتھ مطالبہ نہ کریں وہ آپ کو ایک دینار بھی واپس نہیں دے گا۔ ان کا موقف یہ ہے کہ ہمارے دین میں ان پڑھ لوگوں کے اموال کھانے میں کوئی حرج نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو ناحق مال کھانے کو حرام قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا انصاف ملاحظہ فرمائیں، اہل کتاب کی مذمت کے دوران میں بھی اگر ان کے کچھ لوگوں میں کچھ خوبی تھی تو اس کو بیان کیا ہے، مذمت صرف ان کی فرمائی ہے جو اس کے حق دار تھے۔ امانت ادا کر دینے والوں کی بہترین مثال ''صحیح بخاری'' میں مذکور ہے، جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا فرمایا: ''اس نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگے۔ اس نے کہا پہلے ایسے گواہ لاؤ جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والا بولا کہ گواہ تو بس اللہ ہی کافی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن لاؤ۔ قرض مانگنے والے نے کہا کہ ضامن بھی اللہ ہی کافی ہے۔ اس نے کہا کہ تو نے سچی بات کہی۔ چنانچہ اس نے ایک مقررہ مدت کے لیے اس کو قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی، تاکہ اس سے دریا پار کر کے اس مقررہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکے جو اس سے طے پائی تھی (اور اس کا قرض ادا کر دے) لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر اس نے ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا، پھر ایک ہزار دینار اور ایک (اس مضمون کا) خط کہ اس کی طرف سے قرض دینے والے کی طرف (یہ دینار بھیجے جا رہے ہیں) اور اس کا منہ بند کر دیا اور اسے دریا پر لے آیا۔ پھر کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں

شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا، تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بھی تجھ سے راضی ہوا، اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ پاک گواہ کافی ہے، تو وہ مجھ پر راضی ہو گیا اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری ملے جس کے ذریعے میں اس کا قرض اس تک (مدت مقررہ) میں پہنچا سکوں، لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لیے اب میں اسے تیرے ہی حوالے کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچا دے)، چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی دریا میں بہا دی۔ اب وہ لکڑی دریا میں تھی اور وہ صاحب (قرض دار) واپس ہو چکے تھے۔ مگر فکر اب بھی یہی تھا کہ کسی طرح کوئی جہاز ملے جس کے ذریعے وہ اپنے شہر میں جا سکیں۔ دوسری طرف وہ صاحب جنھوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بندرگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو۔ لیکن وہاں انھیں ایک لکڑی ملی، جس میں مال تھا۔ انھوں نے وہ لکڑی اپنے گھر کے ایندھن کے لیے لی۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی نکلا۔ (کچھ دنوں بعد جب وہ صاحب اپنے شہر آئے) تو قرض خواہ کے گھر آئے اور (یہ خیال کر کے کہ شاید وہ لکڑی نہ مل سکی ہو دوبارہ) ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش کر دیے اور کہا کہ اللہ کی قسم ! میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمھارے پاس تمھارا مال لے کر پہنچوں، لیکن اس دن سے پہلے جب کہ میں یہاں پہنچنے کے لیے سوار ہوا، مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر انھوں نے پوچھا، اچھا یہ تو بتاؤ کہ کوئی چیز کبھی تم نے میرے نام بھیجی تھی ؟ مقروض نے جواب دیا، بتا تو رہا ہوں آپ کو کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا، جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ لہٰذا تم اپنے ہزار دینار لے کر خوشی خوشی واپس لوٹ جاؤ۔" [بخاری، كتاب الكفالة، باب الكفالة في القرض والديون ...... الخ : ۲۲۹۰]

لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ : "اُمی" (عرب) لوگوں کا مال کھا جانے میں ہم پر کوئی گرفت نہ ہو گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھ رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کبھی امانت میں خیانت کا حکم نہیں دیا، خواہ وہ اسرائیلی ہو یا عرب، بلکہ اسلام نے تو کسی ذمی کے مال کو بلا اجازت لینا جائز قرار نہیں دیا اور نہ کسی حربی کافر کے مال کو خیانت سے کھانے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ﴾ [النساء : ۵۸] "بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو۔"

افسوس کہ یہود کی طرح بعض مسلمان بھی کفار کے ممالک میں سود کے لین دین کے لیے کہتے ہیں کہ دار الحرب میں سود جائز ہے اور دار الحرب بھی اپنی مرضی کا بنایا ہوا ہے، خواہ ان سے جنگ ہو رہی ہو یا نہ۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

"کیوں نہیں! جو شخص اپنا عہد پورا کرے اور ڈرے تو یقیناً اللہ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

یعنی اہل کتاب سے دوسروں کا مال ناجائز کھا جانے پر ضرور مؤاخذہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور محبوب شخص تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندوں سے کیا ہوا عہد پورا کرتا ہے۔ تقویٰ کا تقاضا یہی ہے اور اللہ تعالیٰ تو بس متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ محبت نہ کرے اس کی عاقبت کیسے اچھی ہو سکتی ہے؟

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَشۡتَرُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ وَ اَیۡمَانِہِمۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ وَ لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ وَ لَا یَنۡظُرُ اِلَیۡہِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَ لَا یُزَکِّیۡہِمۡ ۪ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۷۷﴾

”بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت لیتے ہیں، وہ لوگ ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ قیامت کے دن نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں خبر دی ہے جو دنیاوی حقیر فائدوں کے حصول کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اللہ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کا پاس و لحاظ نہیں رکھتے کہ انھیں آخرت میں کوئی بھلائی نصیب نہیں ہوگی، نہ اللہ تعالیٰ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا، یعنی ان سے شدید ناراض ہوگا اور نہ گناہوں سے ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے اس مقصد کے لیے قسم کھائی کہ اس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہڑپ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَشۡتَرُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ وَ اَیۡمَانِہِمۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ وَ لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ وَ لَا یَنۡظُرُ اِلَیۡہِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَ لَا یُزَکِّیۡہِمۡ ۪ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴾ [آل عمران : ۷۷] ابو وائل کہتے ہیں کہ اتنے میں سیدنا اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آ گئے اور انھوں نے پوچھا، ابو عبد الرحمٰن (یعنی ابن مسعود) تم سے کیا بیان کر رہے تھے؟ ہم نے کہا، انھوں نے یہ حدیث بیان کی ہے، تو اشعث رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یہ آیت تو میرے ہی معاملہ میں اتری تھی، میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا۔ (میں نے اس کو حاصل کرنے کے لیے اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ثبوت پیش کرو، ورنہ اس سے قسم لی جائے گی۔“ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! وہ تو قسم کھا لے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے اس لیے قسم کھائی کہ اس کے ذریعہ سے کسی مسلمان کا مال ہڑپ کر لے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس

پر غضب ناک ہوگا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إن الذين يشترون بعهد الله أيمانهم وثمنا قليلاً...... الخ ﴾ : ٤٥٤٩، ٤٥٥٠]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے اپنا سامان تجارت بازار میں لا کر رکھا، پھر قسم کھا کر کہا کہ مجھے اس سامان کے اتنے روپے مل رہے تھے، حالانکہ اتنے روپے نہیں مل رہے تھے، قسم کھانے کا مقصد یہ تھا کہ کوئی مسلمان دھوکا کھا کر اسے خرید لے، چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا...... عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلاً ...... الخ ﴾ : ٤٥٥١]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین شخص ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کون ہیں؟ وہ تو ناکام اور خسارہ پانے والے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو تین دفعہ دہرایا، پھر فرمایا: ''اپنے کپڑے کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا، اپنے سودے کو جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا اور احسان کر کے جتلانے والا۔'' [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية : ١٠٦۔ أبو داوٗد، کتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار : ٤٠٨٧]

عدی بن عمیرہ کندی بیان کرتے ہیں کہ کندہ کے امرؤ القیس بن عابس نامی ایک شخص نے حضر موت کے ایک شخص سے زمین کے بارے میں اپنے جھگڑے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی شخص سے کہا: ''گواہی پیش کرو۔'' مگر اس کے پاس کوئی گواہی نہیں تھی۔ پھر آپ نے امرؤ القیس سے کہا: ''تم قسم کھاؤ۔'' حضرمی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر آپ اسے قسم کے ذریعے موقع دے دیں گے تو رب کعبہ کی قسم! وہ میری زمین کو لے جائے گا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی کا مال ناحق لینے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہوگا۔'' اس حدیث کے ایک راوی رجا بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴾ ''بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت لیتے ہیں۔'' امرؤ القیس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جو اسے ترک کر دے اسے کیا ملے گا؟ فرمایا: ''جنت۔'' تو اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ گواہ رہیں میں نے ساری زمین اس کے لیے چھوڑ دی ہے۔ [مسند أحمد : ٤/ ١٩١، ١٩٢، ح : ١٧٧٣٣۔ السنن الكبرى للنسائي : ٣/ ٤٨٦، ح: ٥٩٩٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین شخص ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ

روز قیامت نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، ایک وہ شخص جو اپنے پاس موجود زائد پانی سے مسافر کو روکے، دوسرا وہ شخص جو عصر کے بعد جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچے اور تیسرا وہ شخص جو کسی امام کی بیعت کرے، اب اگر وہ امام اسے (مال) دیتا رہے تو بیعت کو پورا کرے اور اگر نہ دے تو اسے پورا نہ کرے۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۴۸۰، ح : ۱۰۲۳۶۔ أبو داوٗد، کتاب البیوع، باب فی منع الماء : ۳۴۷۴۔ ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی نکث البیعة : ۱۵۹۵، مسلم: ۱۰۸]

وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

''اور بے شک ان میں سے یقیناً کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (پڑھنے) کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں، تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔''

یہ یہود کے ان لوگوں کا تذکرہ ہے جنھوں نے کتاب الٰہی (تورات) میں نہ صرف تحریف و تبدیلی کی، بلکہ دو جرم اور بھی کیے کہ ایک تو زبان کو مروڑ کر کتاب کے الفاظ پڑھتے جس سے عوام کو خلاف واقعہ تاثر دینے میں وہ کامیاب رہتے، دوسرے وہ اپنی خود ساختہ باتوں کو من عند اللہ باور کراتے، حالانکہ وہ منزل من اللہ نہیں ہیں۔ الغرض وہ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو اس قبیح حرکت سے باز رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرة : ۴۲] ''اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [آل عمران : ۷۱] ''اے اہل کتاب! تم کیوں حق کو باطل سے خلط ملط کرتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت: ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ [النساء : ۴۶] اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ لفظوں کو اپنی جگہوں سے ہٹا دیتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے کوئی لفظ بالکل نکال ڈالنا یہ کسی سے نہیں ہو سکتا، مگر اس میں تحریف کرتے ہیں، یعنی ایسے معنی بیان کرتے ہیں جو اس کے اصل معنی نہیں ہیں۔ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی : ﴿ بل هو قرآن مجيد في لوح محفوظ ﴾، قبل الحدیث : ۷۵۵۳]

افسوس امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی بہت سے لوگ اسی راہ پر چل رہے ہیں اور وہ اپنی دنیوی اغراض یا مذہبی فرقہ پرستی کی

وجہ سے قرآن کریم کے ساتھ یہ معاملہ لفظی اور کبھی معنوی تحریف کے ساتھ کرتے ہیں، عوام بے چارے اسے اللہ کا حکم سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ مولوی صاحب یا ان کے کسی پیشوا کی بات ہوتی ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ضرور ہی اپنے سے پہلے لوگوں کے پیچھے چل پڑو گے جس طرح بالشت بالشت کے برابر اور ہاتھ، ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی ضب (سانڈے) کے بل میں جا گھسے ہوں تو تم بھی ان کے پیچھے جاؤ گے۔'' پوچھا گیا یا رسول اللہ! اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا: ''پھر اور کون ہیں۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لتتبعن سنن من کان قبلکم : ۷۳۲۰ ۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیہود والنصاریٰ : ۲۶۶۹]

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ﴿۷۹﴾

''کسی بشر کا کبھی حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور نبوت دے، پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ اور لیکن رب والے بنو، اس لیے کہ تم کتاب سکھایا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم پڑھا کرتے تھے۔''

یہ نصرانیوں کے ضمن میں کہا جا رہا ہے کہ انھوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بنایا ہوا ہے، حالانکہ وہ ایک انسان تھے، جنھیں کتاب و حکمت اور نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا اور ایسا کوئی بھی شخص، یعنی کوئی بھی نبی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے پجاری اور بندے بن جاؤ، بلکہ وہ تو یہی کہتا ہے کہ رب والے بن جاؤ۔

كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ : یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا رکھا تھا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۳۰] ''اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔'' یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء و مشائخ کو بھی اپنا رب بنا لیا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۳۱] ''انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ حصول علم اور تعلیم کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ''ربانی'' بن جائے۔ کسی شخص میں اگر علم اور کتب الٰہیہ کے پڑھنے پڑھانے سے للّٰہیت کی خصلت پیدا نہیں ہوتی تو یہ مشغلہ وقت ضائع کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے اور ایسے دل سے جو اللہ کے لیے نہ جھکے۔'' [مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب في الادعية : ۲۷۲۲]

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾ ع

''اور نہ یہ (حق ہے) کہ تمھیں حکم دے کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو، کیا وہ تمھیں کفر کا حکم دے گا، اس کے بعد کہ تم مسلم ہو۔''

اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے طرزِ عمل پر چوٹ ہے جنھوں نے انبیاء اور فرشتوں کی تعظیم میں اس قدر غلو کیا کہ ان کو رب تعالیٰ کے مقام پر کھڑا کر دیا۔ انبیاء اور صالحین کی قبروں پر عمارتیں بنا کر ان میں ان کی تصویریں بنا ڈالیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے ایک کنیسہ (گرجا) کا ذکر کیا جو انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس میں تصاویر تھیں۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور اس میں یہ تصویریں بنا دیتے، یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے ہاں ساری مخلوق سے بدتر ہوں گے۔'' [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة الحبشة : ۳۸۷۳]

اب آپ کو مسلمانوں کے ہر شہر اور تقریباً ہر محلّہ میں یہ نقشہ نظر آئے گا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر عمارت بنانے یا اس پر (مجاور بن کر) بیٹھنے سے منع کیا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر (مجاور بن کر) بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع کیا ہے۔ [مسلم، كتاب الجنائز، باب النهي من تجصيص القبر والبناء عليه : ۹۷۰]

بلکہ آپ نے ہر تصویر کو مٹا دینے اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دینے کا حکم دیا، جیسا کہ ابو الہیاج الاسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تم کو اس کام کے لیے بھیجتا ہوں جس کے لیے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا وہ یہ کہ نہ چھوڑ کوئی تصویر مگر اسے مٹا دے اور نہ چھوڑ کوئی بلند قبر مگر اسے زمین کے برابر کر دے۔'' [مسلم، كتاب الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر : ۹۶۸]

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ

لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

''اور جب اللہ نے سب نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں کتاب وحکمت میں سے جو کچھ تمھیں دوں، پھر تمھارے پاس کوئی رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمھارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا؟ انھوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو گواہ رہو اور تمھارے ساتھ میں بھی گواہوں سے ہوں۔ پھر جو اس کے بعد پھر جائے تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی سے یہ عہد و پیمان لیا کہ جب بھی کوئی نیا رسول آئے گا، جو گزشتہ انبیاء کی تصدیق کر رہا ہوگا، تو گزشتہ نبی اور اس کے پیروکاروں پر لازم ہوگا کہ اس پر ایمان لے آئیں اور اس کی مدد کریں۔ چنانچہ تمام انبیاء نے اس کا اقرار کیا اور اس اقرار کے گواہ بنے اور اللہ نے بھی شہادت دی۔ اس اقرار کا تقاضا یہ تھا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ تمام لوگ جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے پیروکار ہوں گے، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے۔ اس لیے اب اگر کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرتا تو وہ فاسق، اللہ کا نافرمان اور اس نبی کو جھٹلانے والا ہوگا جس کی محبت کا دم بھر رہا ہے اور جس پر ایمان لانے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

''تو کیا وہ اللہ کے دین کے علاوہ کچھ اور تلاش کرتے ہیں، حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے خوشی اور ناخوشی سے اسی کا فرماں بردار ہے اور وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

یعنی جب آسمان و زمین کی ہر چیز فرشتے، جن وانس وغیرہ اللہ تعالیٰ کے قانون فطرت کے سامنے سرنگوں ہیں اور اختیاری و غیر اختیاری طور پر اس کے تابع فرمان ہیں، تو یہ لوگ اس قانون شریعت یعنی اللہ کے دین کو چھوڑ کر دوسرا راستہ کیوں اختیار کرتے ہیں؟ ان کو چاہیے کہ اگر نجاتِ اخروی چاہتے ہیں تو اللہ کا جو دین اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے ہیں، اس کو اختیار کر لیں۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

”کہہ دے ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔“

یعنی مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ تمام انبیاء و رسل اور تمام آسمانی کتب و صحائف پر ایمان لائیں کہ سب رسول اپنے اپنے وقتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث تھے اور سب کتب و صحائف منزل من اللہ تھے، اگرچہ اب صرف قرآن مجید پر عمل ہوگا، کیونکہ پہلی کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں۔

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

”اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔“

یعنی محمد ﷺ کے مبعوث ہو جانے کے بعد جو شخص آپ کی فرماں برداری اور اطاعت کا راستہ چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے گا، یا کسی پہلے راستے پر چلتا رہے گا تو وہ چاہے کتنا ہی توحید پرست اور پچھلے انبیاء پر ایمان رکھنے والا ہو، اگر وہ محمد ﷺ پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کی دین داری اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہ ہوگی اور وہ آخرت میں ناکام و نامراد ہوگا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ [آل عمران : ۱۹] ”بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدۃ : ۳] ”اور میں نے تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے بارے میں ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔“ [مسلم، کتاب الأقضیة ، باب نقض الأحکام الباطلة : ۱۷۱۸]

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْۤا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓىِٕكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾

’’اللہ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنھوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا اور (اس کے بعد کہ) انھوں نے شہادت دی کہ یقیناً یہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ لوگ! ان کی جزا یہ ہے کہ بے شک ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے۔‘‘

یعنی جو لوگ حق کے پوری طرح واضح ہو جانے اور رسول اللہ ﷺ کے سچا نبی ہونے کے واضح اور روشن دلائل دیکھنے کے باوجود محض کبر وحسد اور حب جاہ و مال کی بنا پر کفر کی روش پر قائم رہے، یا ایک مرتبہ اسلام قبول کر لینے کے بعد پھر مرتد ہو گئے، وہ سراسر ظالم و بدبخت ہیں، ایسے لوگوں کو راہ ہدایت دکھانا اللہ تعالیٰ کا قانون نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کافر سے زیادہ مجرم ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا اور اس نے پھر شرک شروع کر دیا، پھر وہ نادم ہوا، اس نے اپنی قوم کے پاس کسی کو بھیجا (اس پیغام کے ساتھ) کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کریں کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ٨٦ تا ٨٩] اس کے بعد اس کی قوم نے اس کی طرف یہ پیغام بھیج دیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔ [نسائی کبریٰ، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ كيف يهدى الله قومًا كفروا بعد إيمانهم ﴾ : ١١٠٦٥۔ مستدرك حاكم : ٣٦٦/٤، ح : ٨٠٩٢]

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ : یعنی ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور اس کی مخلوق بھی لعنت کرتی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٦٤] ’’بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کی ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ٥٢] ’’اور جس پر اللہ لعنت کرے پھر تو کوئی اس کی مدد کرنے والا ہرگز نہ پائے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [العنكبوت : ٢٥] ’’پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کرے گا اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کرے گا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہی ہے اور تمھارے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔‘‘

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

’’مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ اگر مرتد صدق دل سے توبہ کر لے اور دوبارہ اسلام لے آئے تو اللہ تعالیٰ اس کی پچھلی غلطی کو معاف فرما دیتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾

”بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا، پھر کفر میں بڑھ گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ وعید اور خوف دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر کو اختیار کر لیں، پھر کفر میں اور بڑھ جائیں، حتیٰ کہ اپنی موت تک کافر ہی رہیں تو بوقت موت ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ فوراً کر لینی چاہیے، ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ساری زندگی کفر یا کوئی گناہ کرتا رہے اور موت کے وقت توبہ کرنا چاہے تو ایسی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۗ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۷، ۱۸] ”توبہ (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو جہالت سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جاتی ہے تو وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کر لی اور نہ ان کی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں، یہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔“

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾ ع ۱۷/۱۱

”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“

جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور حالتِ کفر ہی میں مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ان کا انجام بتایا ہے کہ اس دن کسی کے پاس کوئی مال نہیں ہوگا، لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی کے پاس مال و دولت ہو، تو چاہے وہ پوری

زمین کے بھراؤ کے برابر بھی سونا دے کر اپنی جان جہنم کی آگ سے چھڑانا چاہے تو بچ نہ سکے گا، یعنی کوئی بھی چیز اسے اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے گی۔ ارشاد فرمایا : ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾ [المائدة : ۳۶، ۳۷] ”بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، اگر واقعی ان کے پاس زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو، تاکہ وہ اس کے ساتھ قیامت کے دن کے عذاب سے فدیہ دے دیں تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ وہ چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں، حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔“ اور فرمایا : ﴿ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۴۸] ”اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عبد اللہ بن جدعان جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا، تو کیا ان اچھے کاموں کا اسے کوئی فائدہ ہوگا؟ فرمایا: ”نہیں! اسے کوئی اچھا کام فائدہ نہیں دے گا، اس لیے کہ اس نے کبھی زندگی میں ایک بار بھی یہ نہیں کہا تھا، اے اللہ! قیامت کے دن میرے گناہ بخش دینا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی الکفر لا ینفعه عمل : ۲۱۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، اے ابن آدم! تو نے اپنے گھر کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرے گا، اے میرے پروردگار! میرا گھر بہت اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کچھ مانگ اور کوئی تمنا کر۔ وہ عرض کرے گا، یا اللہ! میری کوئی خواہش اور تمنا نہیں ہے، ہاں، البتہ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں بھیج دے، تاکہ میں تیرے راستہ میں دس بار شہید کیا جاؤں۔ وہ یہ تمنا شہادت کی فضیلت کو دیکھ کر کرے گا۔ اسی طرح اہل جہنم میں سے بھی ایک شخص کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، اے ابن آدم! تو نے اپنے گھر کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرے گا، میرے پروردگار! یہ بدترین گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، کیا تو اس جگہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے زمین کے بھراؤ کے برابر سونا بطور فدیہ دینے کو تیار ہے؟ وہ عرض کرے گا، ہاں، یا اللہ! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، میں نے تو تجھ سے اس سے بہت کم اور بہت آسان چیز کا مطالبہ کیا تھا مگر تو نے اسے پورا نہیں کیا۔ پھر اسے دوبارہ جہنم رسید کر دیا جائے گا۔“ [مسند أحمد : ۳/ ۲۰۸، ح : ۱۳۱۶۷۔ بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته : ۳۳۳۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے کم عذاب والے جہنمی سے

فرمائے گا، اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب موجود ہو تو کیا تو اسے فدیہ میں دے دے گا؟ وہ کہے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تو تجھ سے اس وقت جب تو آدم کی پشت میں تھا، اس سے بہت زیادہ آسان بات کا تقاضا کیا تھا کہ شرک نہ کرنا، میں تجھ کو دوزخ میں داخل نہیں کروں گا، لیکن تو نہ مانا اور شرک کرتا رہا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء بملء الأرض ذھبًا : ۲۸۰۵]

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ۬ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

"تم پوری نیکی ہرگز حاصل نہیں کرو گے، یہاں تک کہ اس میں سے کچھ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو اور تم جو چیز بھی خرچ کرو گے تو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔"

مال سے محبت انسان کی فطرت میں داخل ہے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کے دل میں گھٹن سی پیدا ہونے لگتی ہے اور کسی کے کہنے کہلانے پر مال خرچ کرنا ہی پڑے تو اس کا جی یہ چاہتا ہے کہ تھوڑا سا مال یا کوئی حقیر سا مال دے کر چھوٹ جائے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ جب تک تم اللہ کی راہ میں ایسا مال خرچ نہیں کرو گے جو تمھیں محبوب اور پسندیدہ ہے اس وقت تک تم نیکی کی وسعتوں کو پا نہیں سکتے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴾ [البقرة : ۲٦۷]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور اس میں سے گندی چیز کا ارادہ نہ کرو، جسے تم خرچ کرتے ہو، حالانکہ تم اسے کسی صورت لینے والے نہیں، مگر یہ کہ اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو اور جان لو کہ بے شک اللہ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں انصار میں کھجور کے باغات کے اعتبار سے سب سے زیادہ مال دار تھے اور انھیں اپنے مال میں سے بیر حاء (نامی باغ) سب سے زیادہ پسند تھا، جو مسجد کی جانب واقع تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کے نفیس پانی کو نوش فرمایا کرتے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ "تم پوری نیکی ہرگز حاصل نہیں کرو گے، یہاں تک کہ اس میں سے کچھ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو" تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ اور مجھے اپنے مال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ چیز بیر حاء نامی باغ ہے، سو میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے اجر و ثواب سے نوازے گا، لہٰذا آپ اس کے بارے میں جو چاہیں فیصلہ فرما دیں۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہت خوب! بہت خوب! یہ منفعت بخش مال ہے، یہ منفعت بخش مال ہے۔ میں نے تمھاری بات سن لی ہے، میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے قریبی رشتہ داروں کو دے دو۔" ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں اسی طرح

کرتا ہوں۔ چنانچہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ باغ اپنے قرابت داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ [بخاري، كتاب الزكاة، باب الزكاة على الأقارب : ١٤٦١ ـ مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين : ٩٩٨]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے خیبر میں سے جو حصہ ملا ہے اس سے بڑھ کر نفیس مال مجھے آج تک حاصل نہیں ہوا، میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اسے صدقہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا: ''اصل اپنے پاس رکھو اور اس کے پھل کو اللہ کے راستے میں تقسیم کر دو۔'' [ابن ماجه، كتاب الصدقات، باب من تصدق بصدقة ثم ورثها : ٢٣٩٧ ـ السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الوقف، باب وقف المشاع : ١٦٢/٦، ح : ١٢١٢٦]

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

''کھانے کی ہر چیز بنی اسرائیل کے لیے حلال تھی مگر جو اسرائیل نے اپنے آپ پر حرام کر لی، اس سے پہلے کہ تورات اتاری جائے، کہہ دے تو لاؤ تورات، پھر اسے پڑھو، اگر تم سچے ہو۔ پھر جس نے اس کے بعد اللہ پر جھوٹ باندھا تو وہی ظالم ہیں۔''

دراصل یہ مسلمانوں پر یہودیوں کے ایک اعتراض کا جواب ہے۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ دین ابراہیمی کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اونٹ کا گوشت بھی کھاتے ہیں، جب کہ اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ دین ابراہیمی میں حرام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہود کا دعویٰ غلط ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین میں یہ چیزیں حرام نہیں تھیں۔ ہاں البتہ بعض چیزیں اسرائیل (سیدنا یعقوب علیہ السلام) نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں اور وہ یہی اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ تھا۔

بنی اسرائیل کے علماء اور مشائخ نے اللہ تعالیٰ کی بعض حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دے لیا تھا اور اس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة : ٣١] ''انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔'' بطور سزا جو چیزیں بنی اسرائیل پر حرام کی گئیں ان کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَايَاۤ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٤٦] ''اور ان لوگوں پر جو یہودی بن گئے، ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر دونوں کی چربیاں حرام کر دیں، سوائے اس کے جو ان کی پشتیں یا انتڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں، یا جو کسی ہڈی کے

ساتھ ملی ہو۔ یہ ہم نے انھیں ان کی سرکشی کی جزا دی اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۶۰] ''تو جو لوگ یہودی بن گئے، ان کے بڑے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں، جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں اور ان کے اللہ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کی کہ ہماری کچھ باتوں کا جواب دیجیے، کیونکہ (آپ نبی ہیں اور) ان کا جواب کوئی نبی ہی دے سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم جو چاہو مجھ سے پوچھو، لیکن مجھے اللہ کا ذمہ اور اس عہد و پیمان کا ذمہ دے دو جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا کہ اگر میں تم سے کچھ بیان کروں اور تم اسے پہچان بھی لو تو پھر تمھیں اسلام قبول کرتے ہوئے میری اتباع کرنا ہوگی۔'' انھوں نے جواب دیا کہ ہم آپ سے یہ عہد کرتے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا: ''اب تم جو چاہو سو پوچھو۔'' انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں چار باتوں کے بارے میں بتائیے: ① ہمیں یہ بتائیں کہ وہ کھانے کی کون سی چیز تھی جسے یعقوب علیہ السلام نے تورات نازل ہونے سے پہلے اپنے لیے حرام قرار دے رکھا تھا؟ ② یہ بتائیے عورت کا پانی اور مرد کا پانی کیسا ہوتا ہے؟ نیز اس سے نر یا مادہ کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ ③ اور یہ بتائیے کہ نبی اُمّی کے سونے کی کیا کیفیت ہے؟ ④ اور فرشتوں میں سے اس کا دوست کون سا فرشتہ ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ عہد لے لیا تھا کہ جب آپ نے ان کے سوالات کے جوابات دے دیے تو پھر انھیں آپ کی اتباع کرنا ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تھی! کیا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ اسرائیل، یعنی یعقوب علیہ السلام بہت سخت بیمار ہوگئے تھے، ان کی بیماری بہت طول اختیار کر گئی تھی تو انھوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ انھیں شفا عطا فرما دیں تو وہ اپنے پسندیدہ کھانے اور پسندیدہ مشروب کو ترک کر دیں گے اور ان کا پسندیدہ کھانا اونٹ کا گوشت اور پسندیدہ مشروب اونٹنی کا دودھ تھا۔'' یہ جواب سن کر یہودیوں نے تصدیق کی اور کہا، ہاں! یہ بات درست ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو ان کے خلاف گواہ ہو جا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا تھا! کیا تم یہ جانتے ہو کہ مرد کا پانی سفید اور گاڑھا اور عورت کا پانی پیلا اور پتلا ہوتا ہے اور ان میں سے جو غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچہ (یا بچی) اسی مناسبت سے اور اس کی مشابہت بھی اسی کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیٹا ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیٹی پیدا ہوتی ہے۔'' انھوں نے پھر تصدیق کی کہ ہاں! آپ درست فرماتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو ان کے خلاف گواہ ہو جا۔'' پھر آپ نے

فرمایا: ”میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تھی! کیا تم یہ جانتے ہو کہ اس اُمّی نبی کی آنکھیں تو سوتی ہیں مگر اس کا دل نہیں سوتا؟“ انھوں نے جواباً کہا، ہاں! آپ درست فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔“ انھوں نے کہا، اچھا! اب آپ یہ بتائیں کہ فرشتوں میں سے آپ کا دوست کون ہے؟ اس جواب کی وجہ سے ہم آپ کے ساتھ ہو جائیں گے، یا الگ ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: ”میرے دوست جبریل علیہ السلام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر جبریل علیہ السلام ہی ان کے دوست تھے۔“ یہ جواب سن کر وہ کہنے لگے، نہیں، ہماری راہیں الگ الگ ہیں، اگر جبریل کے سوا کوئی اور فرشتہ آپ کا دوست ہوتا تو ہم آپ کی اتباع کر لیتے۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [البقرة : ۹۷] ”کہہ دے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو بے شک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے۔“ [مسند أحمد : ۲۷۸/۱، ح : ۲۵۱۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی : ۱۹۰/۱۲، ۱۹۱، ح: ۱۳۰۱۲]

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۹۵

”کہہ دے اللہ نے سچ فرمایا، سو تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو، جو ایک طرف کا تھا اور وہ شرک کرنے والوں سے نہ تھا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سچا ہے کہ طعام کی یہ قسم پہلے حلال تھی، اس کے بعد اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام اور اس کی اولاد پر حرام کر دی گئی۔ لہٰذا نسخ صحیح ہے اور تمھارا شبہ باطل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کی حلت کا فتویٰ دیا ہے، یہ عین ملتِ ابراہیم کے مطابق ہے، لہٰذا تم بھی ملت ابراہیم میں داخل ہو جاؤ اور دین اسلام میں داخل ہو جاؤ، جو اصول و فروع کے اعتبار سے عین دینِ ابراہیم کے مطابق ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [الأنعام : ۱۶۱] ”کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [النحل : ۱۲۳] ”پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کر، جو ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔“

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۶

”بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے، بہت بابرکت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔“

یہ یہود کے دوسرے اعتراض کا جواب ہے، وہ کہتے تھے کہ بیت المقدس سب سے پہلا عبادت خانہ ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور ان کے ساتھیوں نے اپنا قبلہ کیوں بدل لیا؟ اس کے جواب میں کہا گیا تمھارا یہ دعویٰ بھی غلط ہے، پہلا گھر، جو اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کیا گیا ہے، وہ بیت الحرام ہے، جو مکہ میں ہے۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسجد حرام۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سی؟ آپ نے فرمایا: ''مسجد اقصیٰ۔'' میں نے عرض کی، ان دونوں کے درمیان کتنی مدت ہے؟ آپ نے فرمایا: ''چالیس سال۔'' [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب : ٣٣٦٦ - مسلم، كتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة : ٥٢٠]

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ۬ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۝۹۷

''اس میں واضح نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے، جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے بہت بے پروا ہے۔''

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا : یعنی حرم مکہ میں جب کوئی خوف زدہ داخل ہو جائے تو وہ ہر برائی اور شر سے امن میں ہو جاتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی یہی حال تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ﴾ [العنكبوت : ٦٧] ''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے ایک حرم امن والا بنا دیا ہے، جب کہ لوگ ان کے گرد سے اچک لیے جاتے ہیں۔'' اس امن وسکون میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو بھی بڑا دخل ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴾ [إبراهيم : ٣٥] ''اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴾ [قريش : ٣، ٤] ''تو ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ وہ جس نے انھیں بھوک سے (بچا کر) کھانا دیا اور خوف سے (بچا کر) امن دیا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا: ''اب ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تم سے جہاد کے لیے گھروں سے نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑا کرو، اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت والا قرار دے دیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ مجھ سے پہلے اس میں کسی کے لیے قتال کرنا جائز نہ تھا اور میرے لیے بھی دن کی

صرف ایک گھڑی میں قتال جائز کیا گیا تھا، سو یہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ قیامت کے دن تک کے لیے حرام ہے۔ لہٰذا اس کا کانٹا نہ توڑا جائے اور نہ اس کا شکار بھگایا جائے اور نہ اس کے لقطے (گری ہوئی چیز) کو اٹھایا جائے۔ ہاں، البتہ جو اس کا اعلان کرنا چاہے وہ اسے اٹھا سکتا ہے، نیز اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے۔'' اس پر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ اذخر گھاس کو مستثنیٰ قرار دے دیں، کیونکہ یہ لوہاروں اور گھروں کے کام آتی ہے۔ تب (ازراہ عنایت) آپ نے فرمایا: ''(چلیں اس کی اجازت ہے مگر) اذخر کے سوا اور گھاس نہ کاٹی جائے۔'' [بخاری، کتاب جزاء الصید، باب لا یحل القتال بمکة : ۱۸۳٤۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکة و تحریم صیدھا : ۱۳۵۳]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب النھی عن حمل السلاح بمکة من غیر حاجة : ۱۳۵٦]

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا : یہ آیت وجوب حج کی دلیل ہے، متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے کہ حج اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور ہر مکلّف شخص پر عمر بھر میں ایک بار فریضۂ حج ادا کرنا فرض ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ہمیں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض قرار دیا ہے، لہٰذا حج کیا کرو۔'' ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال؟ آپ خاموش رہے، حتیٰ کہ اس نے تین بار یہی گزارش کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں ہاں کہہ دیتا تو یہ (ہر سال ہی) واجب ہو جاتا اور تمھیں اس کی استطاعت نہ ہوتی۔'' بعد ازاں آپ نے صحابہ کو یہ ہدایت فرمائی: ''مجھے چھوڑ دیا کرو جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں، تم سے پہلے لوگوں کو کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف ہی نے ہلاک کر ڈالا تھا اور جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو مقدور بھر اس کی اطاعت بجا لایا کرو اور جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کر دوں تو اسے ترک کر دیا کرو۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر : ۱۳۳۷۔ مسند أحمد : ۲/ ۵۰۸، ح : ۱۰٦۱۸]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی، اس نے پوچھا، یا رسول اللہ! اللہ کا اپنے بندوں پر جو فریضہ حج ہے، وہ میرے والد پر اس حال میں آیا ہے کہ وہ بہت بوڑھا ہے، سواری پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: ''ہاں!'' اور یہ حجۃ الوداع کی بات ہے۔ [بخاری، کتاب الحج، باب وجوب الحج و فضله ...... الخ : ۱۵۱۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس بات کی گواہی دینا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے

اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔‘‘ [بخاری، کتاب الإیمان، باب دعاؤ کم إیمانکم …… الخ : ۸]

وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ : اس سے معلوم ہوا کہ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا کفر ہے اور اللہ تو سارے جہانوں سے بہت بے پروا ہے۔ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے سب انسان اور سب جنات تم سب میں سے اس ایک آدمی کے دل جیسے ہو جائیں جو سب سے زیادہ متقی ہے تو بھی میری سلطنت میں اس سے کوئی اضافہ نہیں ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے سب انسان اور سب جنات اس ایک آدمی جیسے ہو جائیں جو سب سے زیادہ بدکار ہے تو اس سے میری سلطنت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔‘‘ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۸ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۹

’’کہہ دے اے اہل کتاب! تم کیوں اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے ہو، جب کہ اللہ اس پر پوری طرح شاہد ہے جو تم کرتے ہو۔ کہہ دے اے اہل کتاب! تم اللہ کے راستے سے اس شخص کو کیوں روکتے ہو جو ایمان لے آیا، تم اس (راستے) میں کوئی نہ کوئی کجی تلاش کرتے ہو، حالانکہ تم گواہ ہو اور اللہ اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کر رہے ہو۔‘‘

ردِ شبہات کے بعد ان آیات میں اہل کتاب کو زجر و توبیخ کی جا رہی ہے کہ تم نہ صرف یہ کہ حق پر خود ایمان نہیں لاتے بلکہ جو لوگ اس پر ایمان لا چکے ہیں ان میں طرح طرح کے فتنے اور شوشے چھوڑ کر حق کی راہ میں کجی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہو اور پھر یہ سب کچھ جان بوجھ کر کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو تمھارے یہ کرتوت خوب معلوم ہیں۔ تمھیں اپنے اس جرم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴾ [إبراهيم : ۴۲] ’’اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کر جو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔‘‘

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝۱۰۰

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان میں سے کچھ لوگوں کا کہنا مانو گے، جنھیں کتاب دی گئی ہے، تو وہ تمھیں تمھارے

ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں گے۔“

یہودیوں کے مکروفریب اور ان کی طرف سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی مذموم کوششوں کا ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم بھی ان کی سازشوں سے ہوشیار رہو اور قرآن کی تلاوت کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے موجود ہونے کے باوجود کہیں یہود کے جال میں نہ پھنس جانا، جو مسلمانوں سے ان نعمتوں کی وجہ سے شدید حسد رکھتے ہیں، جو اللہ نے ان پر کی ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۖۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ ﴾ [البقرة : ۱۰۹] ”بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے۔“

ایمان کے بعد پھر کافر بنا دینے والی باتوں میں آپس میں قتال بھی شامل ہے اور اگر ان کی بات مانو گے تو آپس کے اتفاق اور محبت سے محروم ہو جاؤ گے۔

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب حجة الوداع : ٤٤٠٦]

یاد رہے کہ اس کفر سے مراد اسلام میں رہ کر کفر ہے مرتد ہونا نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دو لڑنے والے گروہوں کو مومن قرار دے کر ان کے درمیان اصلاح کروانے کا حکم دیا ہے۔

وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَ مَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۧ﴿۱۰۱﴾ ع ۱۰

”اور تم کیسے کفر کرتے ہو، حالانکہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول (موجود) ہے اور جو شخص اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لے تو یقیناً اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی گئی۔“

وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ : یعنی تمھاری طرف سے کفر کا ارتکاب بہت بعید ہے اور اللہ تعالیٰ تمھیں اس سے بچائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات اس کے رسول پر دن رات نازل کی جا رہی ہیں اور وہ ان آیات کی تم پر تلاوت فرما رہے ہیں اور تم تک انھیں پہنچا رہے ہیں، یہ آیت ایسے ہے جیسے کہ یہ آیت کریمہ ہے:

﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [الحديد : ۸]

”اور تمھیں کیا ہے تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، جب کہ رسول تمھیں دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور یقیناً وہ تم سے پختہ عہد لے چکا ہے، اگر تم ایمان والے ہو۔“

ابو جمعہ حبیب بن سباع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صبح سویرے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہمارے ساتھ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ (اے اللہ کے رسول!) ہم آپ پر ایمان لائے، آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا تو کیا ہم سے بہتر بھی کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! وہ لوگ جو تمھارے بعد ہوں گے، وہ مجھ پر ایمان لائیں گے، اس کے باوجود کہ انھوں نے مجھے دیکھا نہیں ہو گا۔'' [مسند أحمد : ۱۰۶/۴، ح : ۱۶۹۷۸۔ المعجم الكبير للطبراني : ۲۲/۴]

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ : اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑنے سے مراد اس کی رسی یعنی دین اسلام کو مضبوطی سے پکڑنا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ﴾ [آل عمران : ۱۰۳] ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾ [الحج : ۷۸] ''سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑو، وہی تمھارا مالک ہے، سو اچھا مالک ہے اور اچھا مددگار ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔''

اس کا مطلب ہے کہ اسلام کے احکام و فرائض پورے طور پر بجا لائے جائیں اور منہیات کے قریب نہ جایا جائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ : انسان کی فطرت ہے کہ وہ انتقامی طور پر سب کچھ کر گزرتا ہے لیکن صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا وہ ہے جو حق پر ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے لیے جھگڑے کو چھوڑ دیتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المائدة : ۲۷، ۲۸] ''اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کر، جب ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔ اگر تو نے اپنا ہاتھ میری طرف اس لیے بڑھایا کہ مجھے قتل کرے تو میں ہرگز اپنا ہاتھ تیری طرف اس لیے بڑھانے والا نہیں کہ تجھے قتل کروں، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' ''اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ

وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [التغابن : ۱۶] ''سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو اور سنو اور حکم مانو اور خرچ کرو، تمھارے اپنے لیے بہتر ہوگا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات آدمی ایسے ہیں کہ جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا اپنے سائے میں جگہ دے گا ...... (ان میں سے) ایک وہ شخص جسے کوئی ذی مرتبہ حسین عورت برائی کی دعوت دیتی ہے تو وہ کہتا ہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ بالیمین : ۱۴۲۳۔ مسلم ، کتاب الزکاۃ، باب فضل إخفاء الصدقۃ : ۱۰۳۱]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں۔ تو جس شخص نے اس کام کو چھوڑا جس میں اسے گناہ کا شبہ ہے تو وہ اس کام کو جس میں گناہ واضح ہے زیادہ چھوڑنے والا ہوگا اور جس شخص نے اس کام پر جرأت کی جس میں اسے گناہ کا شبہ ہے تو عنقریب وہ اس گناہ میں جا پڑے گا جس کام میں گناہ واضح ہے۔ تمام گناہ اللہ کی چراگاہ ہیں، تو جو شخص اس چراگاہ کے اردگرد (اپنا جانور) چراتا ہے وہ عنقریب اس چراگاہ میں جا پڑے گا۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب الحلال بین والحرام بین ...... الخ : ۲۰۵۱]

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ : یعنی اپنی صحت و سلامتی کے زمانے میں اسلام کی حفاظت کرو، تاکہ تمھارا اسلام ہی پر خاتمہ ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس وقت بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ کی تلاوت کی اور فرمایا: ''اور اگر (جہنم کے) تھوہر کے درخت کا ایک قطرہ گرا دیا جائے تو وہ تمام روئے زمین کے لوگوں کی زندگی تلخ کر دے، تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا ہی تھوہر ہوگا۔'' [مسند أحمد : ۳۰۰/۱، ۳۰۱، ح : ۲۷۳۸۔ ترمذی، صفۃ جھنم ، باب ما جاء فی صفۃ شراب أھل النار : ۲۵۸۵۔ ابن ماجه ، کتاب الزھد، باب صفۃ النار : ۴۳۲۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے تین دن قبل یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں کوئی شخص فوت نہ ہو مگر وہ اللہ عزوجل کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب الأمر بحسن الظن باللہ تعالی عند الموت : ۲۸۷۷]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: ''دنیا میں اس طرح رہ کہ تو پردیسی ہے، یا راہ گزرنے والا ہے۔'' اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار مت کر اور جب تو

کرے تو شام کا انتظار مت کر اور اپنی تندرستی سے اپنی بیماری کے لیے اور اپنی زندگی سے اپنی موت کے لیے (کچھ نہ کچھ) حاصل کر لے۔[بخاری، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ : كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل : ٦٤١٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرے بارے میں جیسا گمان رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہوں۔“ [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿ ويحذركم الله نفسه ﴾ : ٧٤٠٥۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب الحث على ذكر الله تعالى : ٢٦٧٥]

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

”اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا : اللہ کی رسی سے مراد کتاب اللہ ہے، سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خبردار ہو جاؤ! میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان میں سے ایک اللہ عزوجل کی کتاب ہے، وہ اللہ کی رسی ہے، جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہوگا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہوگا اور (دوسری بھاری چیز) میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا)۔“ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضى الله عنه : ٢٤٠٨]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رسی سے مراد کتاب اللہ ہے، یعنی قرآن مجید اور حدیث نبوی، اس لیے کہ کتاب اللہ کا اطلاق حدیث پر بھی ہوتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا، اے اللہ کے رسول! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرما دیں۔ پھر اس کا (فریق) مخالف کھڑا ہوا اور وہ اس سے زیادہ سمجھ دار تھا، اس نے کہا، آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرما دیجیے اور مجھے کچھ بیان کرنے کی اجازت دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ”کہو۔“ اس نے کہا، میرا لڑکا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا، اس شخص

کی بیوی کے ساتھ زنا کر بیٹھا۔ میں نے اس کی طرف سے فدیہ میں سو بکریاں اور ایک غلام (اس شخص کو) دیا۔ پھر میں نے کچھ اہل علم لوگوں سے مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطنی ہوگی، نیز اس شخص کی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ضرور تمھارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور غلام واپس کیے جائیں گے اور تمھارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور وہ ایک سال کے لیے جلاوطن ہوگا اور اے انیس! تم اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اعتراف کرے تو اسے سنگسار کردو۔'' انیس رضی اللہ عنہ صبح کو اس کے پاس گئے، اس نے اعتراف کرلیا، چنانچہ انیس رضی اللہ عنہ نے اسے سنگسار کر دیا۔ [بخاری، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا : ۶۸۲۷، ۶۸۲۸]

اس واقعہ میں جو فیصلہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ قرآن مجید میں نہیں ہے، تاہم آپ نے فیصلے کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق کہا، جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے حدیث بھی مراد ہوتی ہے۔

وَلَا تَفَرَّقُوْا : اللہ تعالیٰ نے اجتماعیت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور تفرقہ بازی سے منع فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۹] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۰۵، ۱۰۶] ''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو عذاب چکھو، اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔''

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے اور فرقہ بندی سے بچنے کی تاکید بہت سی احادیث میں ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھارے لیے تین باتوں کو پسند فرماتا ہے اور تین باتوں کو تمھارے لیے ناپسند فرماتا ہے۔ وہ تمھارے لیے یہ پسند فرماتا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، تم سب اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو اور تفرقہ بازی اختیار نہ کرو اور جن باتوں کو اللہ تعالیٰ تمھارے لیے ناپسند فرماتا

ہے وہ بے مقصد ادھر ادھر کی باتیں، کثرت سوال اور مال ضائع کرنا ہے۔'' [مسلم، كتاب الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل من غير حاجة ...... الخ : ۱۷۱۵]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپس میں اختلاف نہ کیا کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک اور برباد ہو گئے۔'' [بخاری، کتاب الخصومات، باب ما يذكر في الأشخاص : ۲٤۱۰۔ مسلم، كتاب العلم، باب النهي عن اتباع متشابه القرآن : ۲٦٦٦]

سیدنا ابوبردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آسانی پیدا کرنا، سختی میں مبتلا نہ کرنا، خوشخبری سنانا، نفرت نہ پھیلانا، اتفاق رکھنا اور اختلاف نہ کرنا۔'' [مسلم، كتاب الجهاد، باب في الأمر بالتيسير : ۱۷۳۳]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ایک خط کھینچا پھر فرمایا: ''یہ اللہ کا راستہ ہے۔'' پھر اس کے دائیں اور بائیں چند خطوط کھینچے اور فرمایا: ''یہ (ایسے) متفرق راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان ہے، جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔'' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ [الأنعام : ۱۵۳] ''اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔'' [مسند أحمد : ۱/٤۳۵، ح : ٤۱٤۱۔ مستدرك حاكم : ۲/۲۳۹، ح : ۳۲٤۱]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ایک حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ جنت کے وسط میں جگہ حاصل کرے تو وہ جماعت کے ساتھ چمٹ جائے کیونکہ اکیلے شخص کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور وہ دو آدمیوں (یعنی جماعت) سے دور ہوتا ہے۔'' [كتاب الشريعة : ۱/۸، ۹، ح : ۵، ٦۔ مستدرك حاكم : ۱/۱۱۳، ۱۱٤، ح : ۳۸۷]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر سے متعلق سوال کیا کرتے تھے اور میں اس خوف سے کہ کہیں شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر سے متعلق سوال کیا کرتا تھا۔ (ایک دن) میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت میں مبتلا تھے، برائیوں میں (گھرے ہوئے) تھے کہ اللہ نے ہمیں اس خیر سے مشرف فرمایا، تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے پوچھا، کیا اس شر کے بعد پھر خیر بھی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! لیکن اس میں کدورت ہوگی۔'' میں نے پوچھا، کدورت کیا ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسے لوگ بھی ہوں گے جو میرے طریقہ کی بجائے دوسرے طریقوں کی طرف راہنمائی کریں گے، تم ان کی بعض باتوں کو اچھا سمجھو گے اور بعض باتوں کو برا سمجھو گے۔'' میں نے عرض کی، کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! لوگ (اس طرح گمراہی پھیلائیں گے) گویا کہ وہ دوزخ کے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں

کو بلا رہے ہوں۔ جو ان کی پکار پر لبیک کہے گا وہ اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ان کی کوئی صفت ہم سے بیان کر دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ہماری ہی قوم کے لوگ ہوں گے اور ہماری ہی زبان میں باتیں کریں گے۔'' میں نے پوچھا، اگر میں وہ زمانہ پالوں تو مجھے آپ کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام سے چمٹے رہنا ہوگا۔'' میں نے پوچھا، اگر نہ مسلمانوں کی جماعت ہو اور نہ ان کا امام؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسی حالت میں تم تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جانا، خواہ تمھیں درخت کی جڑیں ہی کیوں نہ چبانی پڑیں، حتیٰ کہ تمھیں موت آئے تو اسی حالت میں موت آئے۔'' [بخاري، كتاب الفتن، باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة : ۷۰۸٤۔ مسلم، كتاب الإمارة، وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن : ۱۸٤۷]

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا : یہ آیت کریمہ اوس و خزرج کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کے درمیان شدید عداوت، کینہ پروری اور نفرتیں تھیں، جن کی وجہ سے ان میں طویل جنگیں اور لڑائی جھگڑے ہوئے۔ جب اللہ نے دنیا میں اسلام کو بھیجا اور ان دونوں خاندانوں کے لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے تو وہ آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ایک دوسرے کے ہمدرد اور غم گسار اور معاون و مددگار بن گئے، ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ۝ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ٦٢، ٦٣] ''وہی ہے جس نے تجھے اپنی مدد کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ قوت بخشی۔ اور ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتا اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔ بے شک وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے حنین کا مال تقسیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس احسان کی طرف اشارہ فرمایا، سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر حنین کے مال کی تقسیم کے وقت، جب کچھ انصار کے لوگوں نے اس وجہ سے اعتراض کیا تھا کہ آپ نے کچھ لوگوں کو زیادہ حصہ دے دیا تھا، حالانکہ وہ اللہ کی مرضی و مشیت کے مطابق ہی تھا تو آپ نے انھیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''اے گروہ انصار! کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا؟ مگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں میری وجہ سے ہدایت سے نوازا، تم ایک دوسرے سے الگ الگ تھے مگر میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں میں الفت و محبت ڈال دی اور تم فقیر تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں میری وجہ سے دولت مند بنا دیا۔'' آپ جب بھی کچھ ارشاد فرماتے تو اس کے جواب میں وہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الطائف في شوال سنة ثمان : ٤٣٣٠۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام وتصبر من قوي إيمانه : ۱۰٦۱]

وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

''اور لازم ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اس آیت کریمہ سے مقصود یہ ہے کہ اس امت میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر کی دعوت دے، اچھائی کا حکم دے اور برائی سے روکے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾ [التوبة : ۱۲۲] ''سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہ نکلے، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں، جب ان کی طرف واپس جائیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔''

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری امت کے ہر فرد پر حسبِ مقدور واجب ہے، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جب کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے سمجھا دے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو (کم از کم) دل سے (ضرور) برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان : ٤٩]

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے، بصورت دیگر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے، پھر تم اس سے دعا کرو گے بھی تو وہ تمھاری دعا قبول نہیں فرمائے گا۔'' [ترمذی، كتاب الفتن، باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر : ٢١٦٩]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے اور ان کو توڑ دینے والے کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جنھوں نے قرعہ اندازی کر کے ایک کشتی کے حصے آپس میں تقسیم کر لیے، ان میں سے کچھ لوگوں کو کشتی کا نچلا حصہ ملا، جبکہ دوسرے گروہ کو اوپر والا حصہ ملا۔ جو لوگ کشتی کے نیچے والے حصے میں تھے ان کو جب پانی کی ضرورت پڑتی تو انھیں اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا (انھوں نے سوچا کہ بار بار اوپر جانے کی وجہ سے اوپر والوں کو کتنی تکلیف ہوتی ہے) سو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم اپنے کشتی کے حصے میں سوراخ کر لیں تو یوں اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اب اگر وہ اوپر والے انھیں (ایسا کرنے سے نہ روکیں اور انھیں) ان کے حال پر چھوڑ دیں اور وہ اپنا یہ ارادہ پورا کر لیں تو (سوراخ کے باعث کشتی پانی سے بھر کر غرق ہو جائے گی اور) سب کے سب ہلاک ہو

جائیں گے، لیکن اگر اوپر والے ان کا ہاتھ پکڑ لیں تو خود بھی بچ جائیں گے اور باقی تمام لوگ بھی نجات پا جائیں گے۔“
[بخاری، کتاب الشهادات ، باب القرعة في المشكلات : ٢٦٨٦]

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۱۰۵﴾

”اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی طرح مختلف گروہوں میں بٹ جانے سے منع فرمایا ہے، جنھوں نے حق سے روگردانی کر کے خواہش نفس کی اتباع کی اور حق بات کے واضح دلائل آ جانے کے باوجود ان کے درمیان حسد و عداوت اور بغض و عناد پیدا ہو گیا اور ان کے دل مختلف ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلاف اور فرقہ بندی کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انھیں حق کا پتا نہ تھا اور وہ اس کے دلائل سے بے خبر تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے سب کچھ جانتے ہوئے محض اپنے دنیاوی مفاد اور نفسانی اغراض کے لیے اختلاف اور فرقہ بندی کا راستہ اختیار کیا تھا اور اسی پر جمے ہوئے تھے۔ قرآن مجید نے مختلف طریقوں سے بار بار یہ حقیقت واضح فرمائی اور اس سے دور رہنے کی تاکید کی ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار ہو جاؤ! اہل کتاب میں سے جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں، بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، بہتر (۷۲) دوزخ میں (جائیں گے) اور ایک جنت میں اور وہ جماعت ہو گی۔“ [أبو داوٗد، كتاب السنة ، باب شرح السنة : ٤٥٩٧]

ابو عامر عبد اللہ بن لحی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ حج کیا، جب ہم مکہ میں آئے تو نماز ظہر کے بعد وہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہود و نصاریٰ اپنے دین میں بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ امت بدعات و خواہشات کی وجہ سے تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے اور اس سے مراد جماعت ہے۔ میری امت میں کچھ ایسی قومیں پیدا ہوں گی جن پر خواہشات و بدعات سرایت کر جائیں گی، جیسا کہ باؤلے کتے کی بیماری اس کے ساتھی میں منتقل ہو جاتی ہے، اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا مگر اس میں یہ مرض سرایت کر جاتا ہے۔“ (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا) اللہ کی قسم! اے گروہ عرب! اگر تم اس دین کو قائم نہیں کرو گے جسے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تو دوسرے لوگ بالاولیٰ اسے قائم نہیں کریں گے۔ [مسند أحمد : ١٠٢/٤، ح : ١٦٩٤٠۔ أبو داوٗد، كتاب السنة، باب شرح السنة : ٤٥٩٧]

افسوس امت مسلمہ کے تفرقہ بازوں نے بھی وہی روش اختیار کی کہ حق اور اس کی روشن دلیلیں قرآن کریم اور سنت صحیحہ کی صورت میں انھیں خوب اچھی طرح معلوم ہیں، مگر وہ اپنی فرقہ بندیوں پر جمے ہوئے ہیں اور اپنی عقل و ذہانت کا سارا زور پہلی امتوں کی طرح تاویل و تحریف کے مکروہ شغل میں ضائع کر رہے ہیں۔

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۚ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

’’جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو عذاب چکھو، اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔‘‘

دین میں اختلاف کرنے والوں کو دردناک عذاب اس دن ملے گا جس دن مومنوں کے چہرے نورِ ایمان سے چمک رہے ہوں گے اور کافروں اور دین میں اختلاف پیدا کرنے والوں کے چہرے نورِ ایمان سے محروم ہونے کی وجہ سے سیاہ ہو جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴾ [عبس : ۳۸ تا ۴۲] ’’کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے، بہت خوش۔ اور کچھ چہرے، اس دن ان پر ایک غبار ہوگا۔ ان کو سیاہی ڈھانپتی ہوگی۔ یہی ہیں جو کافر ہیں، نافرمان ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴾ [القيامة : ۲۲ تا ۲۵] ’’اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔ اور کئی چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ یقین کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والی (سختی) کی جائے گی۔‘‘

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

’’اور رہے وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے، سو اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ : رحمت سے مراد اللہ کی جنت ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دوزخ اور جنت میں بحث ہوئی۔ دوزخ نے کہا، مجھ میں جبار اور متکبر داخل ہوں گے۔ جنت نے کہا، مجھ میں ضعیف اور مسکین داخل ہوں گے۔ اللہ عزوجل نے دوزخ سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، تیرے ذریعے میں جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعے میں جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور تم میں سے ہر ایک کو بھر دیا جائے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون ...... الخ : ۲۸۴۶]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے ایک میت پر نماز پڑھی، جب لوگ میت کو دفن کر رہے تھے تو انھوں نے لوگوں سے کہا کہ تم اس دنیا میں صبح و شام اچھائیاں اور برائیاں بانٹ رہے ہو، قریب ہے کہ اس کے بعد تمھیں قبر کی طرف جانا پڑے گا، جو تنہائی کا گھر ہے، کیڑے مکوڑوں کا اور تنگ و تاریک گھر ہے، سوائے اس شخص کے جس کے لیے اللہ اسے کشادہ کر دے، اس کے بعد قیامت کے دن تمھیں دوسری جگہوں کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ تم ان جگہوں میں کسی جگہ ہو گے کہ اللہ کے حکموں میں سے ایک حکم آ جائے گا، وہ کچھ چہرے سفید و روشن کر دے گا اور کچھ چہروں کو سیاہ و تاریک کر دے گا۔ پھر تم اس جگہ سے آگے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ گے، پھر اچانک ہی لوگوں کو شدید اندھیرا ڈھانپ لے گا، اس کے بعد نور تقسیم کیا جائے گا۔ مومن کو تو نور و روشنی عطا کر دی جائے گی، جبکہ کافر و منافق کو اس نور سے محروم رکھا جائے گا۔ [مستدرك حاكم : ۲/ ۴۰۰، ح : ۳۵۱۱۔ كتاب الأهوال لابن أبي الدنيا : ۱۴۰۔ كتاب الزهد لابن المبارك، ح : ۳۶۸]

هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو (اس حالت میں) لایا جائے گا، گویا وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے، یہاں تک کہ اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ اے اہل جنت ! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی۔ یہ سن کر جنتیوں کی خوشی بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة : ۶۵۴۸۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ۲۸۵۰/۴۳]

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

”یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اللہ جہانوں پر کوئی ظلم نہیں چاہتا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ اب تک جو کچھ بیان ہوا سب اللہ کی برحق آیتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی کو بغیر جرم سزا نہیں دیتا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَ مَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [ق : ۲۹] ”میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ہرگز کوئی ظلم ڈھانے والا نہیں۔“

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع

”اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جاتے ہیں۔“

ارشاد فرمایا: ﴿ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ﴾ [السجدة : ۵] ”وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے۔“

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

''تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔''

اس آیت میں امت مسلمہ کو ''بہتر امت'' قرار دیا گیا ہے اور اس کی علت بھی بیان کر دی گئی ہے، جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ایمان باللہ ہے۔ گویا یہ امت اگر ان امتیازی خصوصیات سے متصف رہے گی تو ''بہتر امت'' ہے، بصورت دیگر اس امتیاز سے محروم قرار پا سکتی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت : ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ کی تلاوت کی، پھر کہا لوگوں میں سے لوگوں کے حق میں تم سب سے بہتر ہو کہ تم انھیں ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لاتے ہو، حتیٰ کہ وہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ كنتم خير أمة أخرجت للناس ﴾ : ٤٥٥٧]

حکیم بن معاویہ بن حیدہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ستر امتوں کی تکمیل کر رہے ہو، لیکن تم ان سب سے بہتر اور اللہ کے ہاں زیادہ معزز امت ہو۔'' [مسند أحمد : ٤٤٧/٤، ح: ٢٠٠٣٧۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران : ٣٠٠١]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا ہے جو دیگر انبیاء میں سے کسی کو بھی نہیں دیا گیا۔'' ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیا؟ فرمایا: ''مجھے رعب دے کر میری مدد کی گئی ہے، مجھے زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں، میرا نام احمد رکھا گیا ہے، میرے لیے تمام زمین کو پاک بنا دیا گیا ہے اور میری امت کو سب سے بہتر امت قرار دیا گیا ہے۔'' [مسند أحمد : ٩٨/١، ح : ٧٦٦۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٣٠٨/٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت میں سے ستر ہزار افراد پر مشتمل ایک ایسی جماعت جنت میں داخل ہو گی جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ اپنی چادر اٹھاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! انھیں بھی ان میں سے کر دے۔'' پھر انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ تو آپ نے فرمایا: ''اس معاملہ میں عکاشہ تم پر سبقت

لے گیا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب : ٦٥٤٢۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة ......الخ : ٣٦٩/٢١٦]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ’’کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم اہل جنت میں سے ایک چوتھائی ہو جاؤ؟‘‘ ہم نے یہ سن کر اللہ اکبر کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم اہل جنت میں سے ایک تہائی ہو جاؤ؟‘‘ ہم نے اللہ اکبر کہا، تو آپ نے پھر فرمایا: ’’کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو جاؤ؟‘‘ ہم نے اللہ اکبر کہا، تو آپ نے فرمایا: ’’مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو گے۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٨۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بيان كون هذه الأمة نصف أهل الجنة : ٢٢١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہم آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن پہلے ہوں گے، اس کے باوجود کہ انھیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی تھی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دن کو اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا، سو یہ دن جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں کہ یہودی ایک دن بعد ہیں اور نصرانی ہم سے دو دن بعد ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب الجمعة، باب هل على من لم يشهد الجمعة غسل ...... الخ : ٨٩٦۔ مسلم، کتاب الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة : ٨٥٥]

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ : مومنوں کی ان صفات کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٧١] ’’اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس کو ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جتنا ہدایت کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا اور یہ اجر ان کے اجروں سے کچھ کمی نہیں کرے گا، اور جو کسی کو کسی گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بھی اتنا ہی وبال ہو گا جتنا برائی کی پیروی کرنے والوں کو ہو گا اور یہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة : ٢٦٧٤]

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَ اِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۟ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

”وہ تمھیں ہرگز نقصان نہیں پہنچائیں گے مگر معمولی تکلیف اور اگر تم سے لڑیں گے تو تم سے پیٹھیں پھیر جائیں گے، پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ اہل کتاب پر نصرت و فتح تمھارا نصیب ہے۔ یہ ملحد اور کافر اہل کتاب یعنی یہودی و نصرانی تمھیں تکلیف تو پہنچا سکتے ہیں، لیکن جب تم سے ان کی جنگ ہوگی تو پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے اور ایسا ہی ہوا، خیبر کے دن اللہ نے یہودیوں کو رسوا کیا اور مدینہ میں بھی رسوا ہوئے اور شام کے نصرانیوں کی تو صحابہ نے کمر توڑ دی، ان کا ملک ہمیشہ کے لیے ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ آیت اخبار بالغیب اور پیشین گوئی پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں فتح، کامیابی اور نصرت کی بشارت دی ہے۔ اب اگرچہ یہود نصرانیوں کے بل بوتے پر فلسطین کے کچھ حصے اور بیت المقدس پر قابض ہیں، مگر وہ وقت آ رہا ہے جب مسلمانوں کے ساتھ یہود کی جنگ ہوگی اور منظر وہ ہوگا جو رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں بیان کیا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم یہودیوں سے لڑائی کرو گے، یہاں تک کہ ایک یہودی پتھر کے پیچھے چھپے گا، سو وہ (پتھر) کہے گا، اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے یہودی (چھپا ہوا) ہے، اسے قتل کر دے۔“ [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب قتال اليهود : ۲۹۲۵]

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

”ان پر ذلت مسلط کر دی گئی جہاں کہیں وہ پائے جائیں مگر اللہ کی پناہ اور لوگوں کی پناہ کے ساتھ اور وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی، یہ اس لیے کہ بے شک وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔“

یہودیوں پر جو ذلت و مسکنت غضب الٰہی کے نتیجے میں مسلط کی گئی ہے، اس سے وقتی طور پر بچاؤ کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ اللہ کی پناہ میں آ جائیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں، یا اسلامی مملکت میں جزیہ دے کر ذمی کی حیثیت سے رہنا قبول کر لیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ لوگوں کی پناہ ان کو حاصل ہو جائے، جیسا کہ کسی صلح جو، معاہد اور قیدی وغیرہ کو کوئی مسلمان حتیٰ کہ کوئی عورت بھی اگر پناہ دے دے تو اسے امن حاصل ہو جائے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

''وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔''

پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ اہل کتاب کی اکثریت فسق و فجور ہی پر مصر رہی۔ اس آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ سب کے سب ہی برے نہیں ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ایمان لے آئے ہیں، رات کو قیام کرتے اور کثرت سے نماز تہجد پڑھتے ہیں، جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ ایسے لوگوں کی دوسرے مقام پر خوبیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ﴿۱۰۷﴾ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴾ [بنی إسرائیل: ۱۰۷ تا ۱۰۹] ''کہہ دے تم اس پر ایمان لاؤ، یا ایمان نہ لاؤ، بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا، جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ یقیناً ہمیشہ پورا کیا ہوا ہے۔ اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں، روتے ہیں اور وہ (قرآن) انھیں عاجزی میں زیادہ کر دیتا ہے۔''

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ مَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

''اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ صالحین سے ہیں۔ اور وہ جو نیکی بھی کریں اس میں ان کی بے قدری ہرگز نہیں کی جائے گی اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔''

یہ یہود پر طنز ہے کہ جن لوگوں کو تم برا کہتے ہو ان میں تو یہ نیک اوصاف ہیں، لہٰذا وہ برے کیسے ہو گئے؟ وہ تو صالحین میں سے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ بھی مذکورہ صفات سے متصف ہو جائیں گے انھیں صرف ان کے نیک اعمال کا ثواب ہی نہیں ملے گا، بلکہ اسلام میں داخل ہونے سے قبل کی نیکیوں کا اجر بھی حاصل ہو گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [آل عمران: ۱۹۹] ''اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ یقیناً ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر بھی جو تمھاری طرف نازل کیا گیا

اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اللہ کے لیے عاجزی کرنے والے ہیں، وہ اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں لیتے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے۔ ① وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور (پھر) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے۔ ② مملوک غلام، جب کہ وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالکوں کے حق کو ادا کرتا رہے۔ ③ وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی اور عمدہ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا۔ پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته و أهله : ۹۷]

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۱۶﴾

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے مال انھیں اللہ سے (بچانے میں) ہرگز کچھ بھی کام نہ آئیں گے اور نہ ان کی اولاد اور یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے اہل کفر کا حال بیان کیا ہے کہ ان کا مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب کو ان سے نہیں ٹال سکے گی اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴾ [فاطر : ۳٦] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔''

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(قیامت کے دن موت کو ذبح کرنے کے بعد) ایک منادی ندا کرے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی۔'' مسلم کے الفاظ ہیں: ''ہر شخص ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا جس حالت میں وہ (اب) ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة و النار : ٦٥٤٨۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ۲۸۵۰]

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۷﴾

''اس کی مثال جو وہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں، اس ہوا کی مثال جیسی ہے جس میں سخت سردی ہے، جو ایسے

لوگوں کی کھیتی کو آ پہنچی جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، تو اس نے اسے برباد کر دیا اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ (خود) اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔"

قیامت والے دن کافروں کے نہ مال کچھ کام آئیں گے نہ اولاد، حتیٰ کہ رفاہی اور بظاہر بھلائی کے کاموں پر وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ بھی بیکار جائے گا۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی قوم کا کوئی ہرا بھرا باغ یا کھیت ہو، جسے دیکھ دیکھ کر وہ خوش ہو رہے ہوں کہ اچانک ایک سخت ٹھنڈی ہوا چلے، جس میں آگ کی سی تیزی ہو، جو اسے مارے ٹھنڈک کے جلا دے، یعنی کافروں کو ان کے کارہائے خیر کا کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل بھی اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں۔

اس آیت میں کافر کے صدقہ و خیرات اور رفاہی کاموں کو آخرت میں بے فائدہ اور ضائع ہونے کے اعتبار سے ایسی کھیتی سے تشبیہ دی ہے، جو دیکھنے میں سرسبز و شاداب نظر آئے، لیکن یکایک سرد ہوا چلے اور اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے باغ والوں کے باغ کی تباہی کا ایک ایسا ہی واقعہ بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:
﴿ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۙ۝ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآىِٕفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآىِٕمُوْنَ ۝ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۙ۝ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۙ۝ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۙ۝ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۙ۝ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۙ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القلم: ۱۷ تا ۳۳] "یقیناً ہم نے انھیں آزمایا ہے، جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے۔ اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔ پس اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا، جب کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ تو صبح کو وہ (باغ) کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔ پھر انھوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو آواز دی۔ کہ صبح صبح اپنے کھیت پر جا پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج اس (باغ) میں تمھارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور وہ صبح سویرے پختہ ارادے کے ساتھ اس حال میں نکلے کہ (اپنے خیال میں پھل توڑنے پر) قادر تھے۔ پس جب انھوں نے اسے دیکھا تو انھوں نے کہا بلاشبہ ہم یقیناً راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔ ان میں سے بہتر نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہ

تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے، بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔ پھر ان کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوا، آپس میں ملامت کرتے تھے۔ انھوں نے کہا ہائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یقیناً (اب) ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔ اسی طرح (ہوتا) ہے عذاب۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے۔"

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ : یعنی ان کے اعمال جو ضائع اور برباد ہوئے، تو اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم کیا ہے، بلکہ خود ان کے اپنے ظلم کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ظلم کی نفی کرتے ہوئے سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ مومن پر کسی بھی نیکی کے سلسلہ میں کوئی ظلم نہیں کرے گا۔ دنیا میں بھی اسے اس نیکی کا بدلہ دیا جائے گا اور آخرت میں بھی اسے اس نیکی کا بدلہ دیا جائے گا۔ رہا کافر تو جو نیکیاں اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی ان کا بدلہ اسے دنیا میں دے دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔" [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة : ٢٨٠٨]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، وہ تمھیں کسی طرح نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے، وہ ہر ایسی چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مصیبت میں پڑو۔ ان کی شدید دشمنی تو ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپا رہے ہیں وہ زیادہ بڑا ہے۔ بے شک ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، اگر تم سمجھتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اس بات سے منع فرما رہا ہے کہ وہ غیر مسلموں اور منافقوں کو رازدار بنائیں اور انھیں اپنے بھیدوں سے آگاہ کریں اور انھیں وہ باتیں بتائیں جو انھوں نے اپنے دشمنوں سے چھپا رکھی ہوں، کیونکہ منافقوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ اے مسلمانو! کیا تم دیکھتے نہیں کہ ان کا چھپا ہوا بغض و حسد کبھی کبھار ان کی زبانوں سے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ : مسلمانو! کافر تمھارے رازدار نہیں ہو سکتے، اس لیے تمھیں بھی ان سے دلی دوستی نہیں کرنی چاہیے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ

اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [التوبة : ۲۳] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [الممتحنة : ۱] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا اور جو بھی خلیفہ مقرر فرمایا تو اس کے دو راز دار ہوتے تھے، ایک تو انھیں نیکی کے لیے کہتا اور اس پر ابھارتا اور دوسرا انھیں برائی کے لیے کہتا اور اس پر ابھارتا، پس معصوم وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ بچا لے۔“ [بخاري، كتاب الأحكام، باب بطانة الإمام و أهل مشورته : ۷۱۹۸، ٦٦١١۔ نسائي، كتاب البيعة، باب بطانة الإمام : ٤٢٠٧]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے پاس ایک نصرانی کاتب ہے۔ انھوں نے فرمایا، اللہ تجھے مارے، یہ تم نے کیا کیا؟ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ [المائدة : ٥١] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں“ تم نے کسی مسلمان کو کیوں نہیں رکھا؟ میں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین! مجھے اس کی کتابت سے غرض ہے، اس کا دین اس کے لیے ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب اللہ نے انھیں رسوا کر دیا ہے تو میں ان کی تکریم نہیں کر سکتا، جب اللہ نے انھیں ذلیل کر دیا ہے تو میں ان کو عزت نہیں دے سکتا، جب اللہ نے ان کو دور کر دیا ہے تو میں ان کو قریب نہیں کر سکتا۔ [السنن الكبرىٰ للبيهقي : ١٠/ ١٢٧، ح : ٢٠٤٠٩]

افسوس اس وقت مسلمان ملکوں کے حکمرانوں نے اللہ کے اس حکم کو پس پشت پھینک رکھا ہے اور غیر مسلم ان کے کلیدی عہدوں پر فائز اور تقریباً تمام پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہیں، نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَ اِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

”دیکھو! تم وہ لوگ ہو کہ تم ان سے محبت رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم ساری کتاب پر ایمان رکھتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیوں کی پوریں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ کہہ دے اپنے غصے میں مر جاؤ، بے شک اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔“

کفار و منافقین سے رازداری کی ممانعت کی مزید علت بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ تم اپنی سادگی میں ان سے محبت کرتے ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ تمھیں بالکل نہیں چاہتے، بلکہ شدتِ نفرت کی وجہ سے اپنے دانتوں سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں کہ کب انھیں کوئی ایسا موقع ملے کہ تمھارے وجود سے چھٹکارا پالیں۔ اس کے بعد اللہ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کہہ دیجیے کہ تم لوگ اپنے غیظ و غضب کے مارے زندہ رہتے ہوئے بار بار مرتے ہو، اللہ تعالیٰ تو اپنی نعمت کو مسلمانوں پر تمام کر کے اور دین حق کو تمام ادیان پر غالب کر کے رہے گا۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

”اگر تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بری لگتی ہے اور اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو تو ان کی خفیہ تدبیر تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچائے گی۔ بے شک اللہ، وہ جو کچھ کرتے ہیں، اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔“

کافروں کی مسلمانوں سے شدتِ عداوت کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ تم ان کافروں سے دوستی رکھتے ہو، جب کہ تم سے ان کی عداوت کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی بھلائی تمھیں چھو بھی جاتی ہے تو انھیں تکلیف ہوتی ہے اور اگر تم پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو مارے خوشی کے آپے سے باہر نکلے جاتے ہیں۔ تو بھلا ایسوں کو دوست بنانا کہاں کی دانش مندی ہے؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کے شر و فساد سے بچنے کا طریقہ بتایا کہ مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے آزمائشوں پر صبر کی عادت ڈالنی چاہیے۔ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے، تقویٰ اور بندگی کی راہ اختیار کرنی چاہیے اور غیر مسلموں سے مدد نہیں لینی چاہیے۔ اگر وہ ان احکام پر عمل کریں گے تو کافروں کا مکر و فریب انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس لیے کہ جو اللہ پر توکل کرے گا، آزمائشوں پر صبر کرے گا اور صرف اسی سے مدد مانگے

گا، تو وہ یقیناً اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گا، اللہ اسے کبھی ضائع نہیں کرے گا اور دشمن کے مقابلے میں اسے فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔ اس کے برعکس جو غیروں سے مدد چاہے گا، اللہ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دے گا اور اپنی نصرت سے اسے محروم کر دے گا۔

کاش! مسلمان آج بھی یہ نسخہ استعمال کر کے دیکھتے اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے ماتھا نہ رگڑتے، بڑی طاقتوں کو اپنا معبود نہ بناتے، اللہ کے بجائے ان سے مدد نہ مانگتے، تو اللہ کا وعدہ ہمیشہ کے لیے ایک ہی ہے۔ فتح و کامیابی ان کے قدم چومتی، عزت و سیادت ان کے سر کا تاج ہوتی اور دوسری قومیں ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتیں۔ کیا کوئی ہے جو اس آواز پر کان دھرے؟

وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۱۲۱﴾

”اور جب تو صبح سویرے اپنے گھر والوں کے پاس سے نکلا، مومنوں کو لڑائی کے لیے مختلف ٹھکانوں پر مقرر کرتا تھا اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اب یہاں سے غزوۂ احد کا بیان ہے، جب رسول اللہ ﷺ سات سو صحابہ کی جمعیت کے ساتھ آگے بڑھے اور احد کی ایک جانب ٹیلے پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پچاس تیر اندازوں کا دستہ متعین فرمایا۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے دن ایک جگہ تیراندازوں کا پیدل دستہ متعین فرمایا، یہ دستہ پچاس آدمیوں پر مشتمل تھا، آپ نے اس دستہ پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”اگر تم یہ دیکھو کہ (دشمن ہم پر غالب آ گیا ہے اور) پرندے ہمارے جسموں کو نوچ رہے ہیں تو پھر بھی اپنی اس جگہ کو نہ چھوڑنا، یہاں تک کہ میں تمھیں پیغام بھیجوں، اسی طرح اگر تم دیکھو کہ ہم نے کفار کو شکست دے دی ہے اور انھیں پامال کر دیا ہے تو پھر بھی اس جگہ کو نہ چھوڑنا، یہاں تک کہ میں تمھیں پیغام بھیجوں۔“ [بخاری، كتاب الجهاد، باب ما يكره من التنازع : ۳۰۳۹]

اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

”جب تم میں سے دو جماعتوں نے ارادہ کیا کہ ہمت ہار دیں، حالانکہ اللہ ان دونوں کا دوست تھا اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔“

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان دو جماعتوں سے ہم، یعنی بنو حارثہ اور بنو سلمہ مراد ہیں اور ہم کو، یا ایک دفعہ فرمایا، مجھے یہ پسند نہیں کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی، کیونکہ اسی میں یہ فرمان باری تعالیٰ بھی موجود ہے: ﴿ وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ﴾ ”اور اللہ ان کا مددگار تھا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إذ همت طائفتٰن منكم أن تفشلا ﴾ : ۴۵۵۸۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان و بلال و صهيب رضی الله عنهم : ۲۵۰۵]

غزوۂ احد میں بھی مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے تھے، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے لیے روانہ ہوئے تو جو لوگ آپ کے ساتھ تھے ان میں سے کچھ لوگ (جنگ سے پہلے ہی) واپس ہو گئے، (واپس لوٹ جانے والوں کے سلسلہ میں) صحابہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک کہتا تھا کہ ہم ان سے لڑیں گے، دوسرا کہتا تھا ہم ان سے نہیں لڑیں گے تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَ اللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا﴾ [النساء : ۸۸] ''پھر تمھیں کیا ہوا کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے، حالانکہ اللہ نے انھیں اس کی وجہ سے الٹا کر دیا جو انھوں نے کمایا۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة أحد : ٤٠٥٠]

وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی، جب کہ تم نہایت کمزور تھے، پس اللہ سے ڈرو، تاکہ تم شکر کرو۔''

غزوۂ احد کے ساتھ غزوۂ بدر کے ذکر کرنے کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتانا ہے کہ اللہ پر توکل اور صبر وتقویٰ کا پھل فتح و کامرانی ہوتی ہے۔ غزوۂ بدر میں یہی ہوا کہ مسلمان ہر طرح سے کمزور تھے، لیکن جب انھوں نے اللہ پر بھروسا کیا اور صبر و ثابت قدمی سے کام لیا تو اللہ نے انھیں کافروں پر غلبہ دے دیا۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس بات پر گفتگو کیا کرتے تھے کہ بدر کے مجاہدین کی تعداد اتنی ہی تھی جتنی طالوت کے مجاہدین کی تھی، وہ کہ جنھوں نے طالوت کے ہمراہ دریا پار کیا تھا، اس دریا کو سوائے مومن کے کسی نے عبور نہیں کیا تھا اور یہ لوگ تین سو تیرہ تھے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب عدة أصحاب بدر : ٣٩٥٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، بدر کے دن ہم لوگ سواریوں کی قلت کی وجہ سے ایک اونٹ پر تین تین سوار ہوتے تھے۔ ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اونٹ پر باری باری سواری ہوتی تھی، تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدل چلنے کی باری آئی تو ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما نے عرض کی، آپ تشریف رکھیں ہم آپ کی طرف سے باری باری پیدل چلتے رہیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''تم دونوں مجھ سے زیادہ باہمت نہیں ہو اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم دونوں تو اجر لے جاؤ اور میں محروم رہ جاؤں۔'' [مسند أحمد : ١/ ٤١١، ٤١٨، ح : ٣٩٠٠، ٣٩٦٤۔ مستدرك حاكم : ٣/ ٢٠، ح : ٤٢٩٩]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن ایک مجاہد ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ مشرک اس کے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ اس دوران میں اوپر سے کوڑا پڑنے کی آواز مجاہد کے کان میں پڑی۔ ساتھ ہی ایک گھڑسوار کی آواز سنائی دی، وہ (اپنے گھوڑے کا نام لے کر) کہہ رہا تھا، اے حیزوم! آگے بڑھ۔ اب مجاہد نے جونہی اپنے سامنے نظر دوڑائی تو وہی مشرک چاروں شانے چت گرا پڑا تھا۔ مجاہد نے اس کو دیکھا تو اس کی ناک پر کوڑے کا نشان تھا

اور کوڑے کی ضرب سے اس کا چہرہ پھٹ چکا تھا۔ چہرے کا رنگ بدل کر سبز ہو گیا تھا۔ یہ منظر دیکھنے والا انصاری صحابی آیا، اس نے سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''تو نے سچ کہا ہے، یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة : ۱۷۶۳]

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَ لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

''جب تو ایمان والوں سے کہہ رہا تھا کیا تمھیں کسی طرح کافی نہ ہوگا کہ تمھارا رب تین ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرے، جو اتارے ہوئے ہوں۔ کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو اور وہ اپنے اسی جوش میں تم پر آ پڑیں تو تمھارا رب پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرے گا، جو خاص نشان والے ہوں گے۔ اور اللہ نے اسے نہیں بنایا مگر تمھارے لیے ایک خوشخبری اور تاکہ تمھارے دل اس کے ساتھ مطمئن ہو جائیں اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے، جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ تاکہ وہ ان لوگوں کا ایک حصہ کاٹ دے جنھوں نے کفر کیا، یا انھیں ذلیل کر دے، پس وہ ناکام واپس لوٹ جائیں۔''

مسلمان بدر کی جانب محض قافلۂ قریش پر، جو تقریباً نہتا تھا، چھاپہ مارنے نکلے تھے، مگر معلوم ہوا کہ مکہ سے مشرکین کا ایک لشکر جرار پورے غیظ و غضب اور جوش و خروش کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کی صفوں میں گھبراہٹ، تشویش اور جوش قتال کا ملا جلا ردِعمل ہوا اور انھوں نے رب تعالیٰ سے دعا کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک ہزار، پھر تین ہزار فرشتے اتارنے کی بشارت دی اور مزید وعدہ کیا کہ اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہے اور مشرکین اسی حالتِ غیظ و غضب میں آ دھمکے تو فرشتوں کی یہ تعداد پانچ ہزار کر دی جائے گی۔ فرشتوں کے ذریعے امداد کی خبر مسلمانوں کے لیے ایک خوشخبری تھی اور مقصد یہ تھا کہ ان کے دل مطمئن ہوں، ورنہ نصرت و فتح تو اللہ کی طرف سے آتی ہے، اللہ کسی سبب کا محتاج نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ اللہ چاہتا ہے کہ کفار قتل و بندی کی سزا بھگتیں، یا شکست کے بعد ذلت و رسوائی اٹھائیں۔

معاذ رحمہ اللہ اپنے باپ رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ اہل بدر میں سے تھے، کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو کہنے لگے: ''آپ اپنے اندر اہل بدر کو کس مقام میں شمار کرتے ہیں؟'' آپ

نے فرمایا: ”مسلمانوں میں سب سے افضل۔“ اس پر جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے: ”بالکل اسی طرح فرشتوں میں بھی وہی سب سے افضل ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدرًا : ۳۹۹۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: ”یہ جبرائیل آن پہنچے، اپنے گھوڑے کا سر تھامے ہوئے، لڑائی کے ہتھیار زیب تن کیے ہوئے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدرًا : ۳۹۹۵]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے احد کے روز دیکھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی تھے جو زور دار لڑائی لڑ رہے تھے، میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد ان دونوں کو کبھی نہیں دیکھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت طائفتان ...... ﴾ : ۴۰۵۴۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب إكرامه ﷺ بقتال الملائكة معه ﷺ : ۲۳۰۶/۴۷]

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

”تیرے اختیار میں اس معاملے سے کچھ بھی نہیں، یا وہ ان پر مہربانی فرمائے، یا انھیں عذاب دے، کیوں کہ بلاشبہ وہ ظالم ہیں۔“

یعنی آپ تو ایک انسان ہیں، آپ کا کام اللہ کے حکم کے مطابق انسانوں کو ڈرانا ہے، ان کی بخشش یا عذاب کا معاملہ تو صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان قبیلوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کی اور ایسے مبلغین طلب کیے جو ان کو قرآن مجید اور سنت کی تعلیم دیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر (۷۰) انصاریوں کو، جو اپنے زمانے کے قراء کہلاتے تھے، ان کے ساتھ بھیج دیا۔ یہ لوگ دن کو لکڑیاں چن کر لاتے اور رات کو نماز پڑھتے تھے۔ جب یہ قراء بئر معونہ پر پہنچے تو ان قبائل نے عہد توڑ دیا اور (دھوکا دے کر) انھیں قتل کر دیا۔ جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے مہینا بھر تک صبح کی نماز میں ان کے خلاف قنوت نازلہ کی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجيع ...... الخ : ۴۰۹۰۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۶۷۷، قبل الحديث : ۱۹۰۳]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سنا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد سر اٹھاتے تو ”سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ“ کے بعد یہ بد دعا کیا کرتے: « اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَ فُلَانًا وَ فُلَانًا » ”اے اللہ! فلاں، فلاں اور فلاں شخص پر لعنت فرما۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ﴾ ”تیرے اختیار میں اس معاملے سے کچھ بھی نہیں۔“ [بخاری، کتاب التفسير، باب ﴿ ليس لك من الأمر شيء ﴾ : ۴۵۵۹]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں عرب کے بعض قبیلوں کے خلاف اس طرح بددعا فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! فلاں اور فلاں پر لعنت فرما'' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾ نازل فرمائی (تو آپ نے بددعا کرنا ترک کر دیا)۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ لیس لك من الأمر شيء، ...... فانهم ظالمون ﴾: ۴۰۶۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لیے دعا یا بددعا کا ارادہ کرتے تو رکوع کے بعد قنوت کرتے۔ راوی نے بعض اوقات یہ بھی کہ آپ '' سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ '' کے بعد فرماتے: « اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ! اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ » ''اے اللہ! ولید ابن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور مومنوں کو نجات عطا فرما، اے اللہ! خاندان مضر کے لوگوں پر اپنی گرفت اور مضبوط کر دے اور اے اللہ! انھیں اس طرح قحط سالی میں مبتلا کر دے جس طرح یوسف علیہ السلام کے دور میں قحط پڑا تھا۔'' آپ ان کلمات کو بلند آواز سے پڑھتے اور نماز فجر میں بعض اوقات عرب کے مختلف خاندانوں کے نام لے کر اس طرح بھی بددعا کرتے: « اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَ فُلَانًا » ''اے اللہ! فلاں فلاں پر لعنت فرما۔'' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لیس لك من الأمر شيء ﴾: ۴۵۶۰]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی ہو گیا تھا تو آپ نے فرمایا: ''وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا سر زخمی کر دیا۔'' تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ لیس لك من الأمر شيء ...... الخ ﴾ تعليقًا، قبل الحديث: ۴۰۶۹۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة أحد: ۱۷۹۱]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہو گیا اور آپ کی پیشانی پر زخم آیا، جس کی وجہ سے خون بہتا ہوا چہرے پر آ گیا تو تب آپ نے فرمایا: ''وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا، جبکہ وہ انھیں اپنے رب عزوجل کی طرف دعوت دے رہے تھے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾ [مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة أحد: ۱۷۹۱]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قنوتِ نازلہ میں کسی کافر کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں، کیا خبر اللہ تعالیٰ اسے توبہ کی توفیق بخش دے، ہاں عام کفار پر لعنت درست ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی لوگ کفار پر قنوت میں لعنت کیا کرتے تھے۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾

’’اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

فرمایا آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ وہ جسے چاہے گا معاف کر دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا، کسی بندے کو، چاہے وہ نبی مرسل ہو یا ولی مکرم، یہ اختیار حاصل نہیں کہ کسی کی قسمت کا فیصلہ کرے اور کسی کو جنت میں بھیج دے اور کسی کو جہنم میں۔

وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : اللہ تعالیٰ معاف کرنے کو بہت پسند کرتا ہے اور اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کا فیصلہ کیا تو ایک کتاب لکھی، وہ کتاب اس کے پاس عرش کے اوپر ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ میری رحمت اور مہربانی میرے غضب سے آگے بڑھ گئی ہے۔‘‘ [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ بل هو قرآن مجيد ...... الخ ﴾ : ۷۵۵۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس رات میں کیا دعا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تب تم یہ دعا کرو: « اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ » ’’اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، پس مجھے معاف فرما!‘‘ [ترمذی، أبواب الدعوات، باب في فضل سؤال العافية والمعافاة : ۳۵۱۳]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مت کھاؤ سود کئی گنا، جو دگنے کیے ہوئے ہوں اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔‘‘

چونکہ غزوۂ احد میں وقتی ناکامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور مال دنیا کے لالچ کے سبب ہوئی تھی، اس لیے اب طمع دنیا کی سب سے بھیانک اور مستقل شکل سود سے منع کیا جا رہا ہے اور اطاعت و فرماں برداری کی تاکید کی جا رہی ہے۔ یہاں سود کے متعلق آیتوں میں تین بار لفظ ’’تقویٰ‘‘ کو دہرایا گیا ہے، گویا سود نہ لینا تقویٰ کی اہم صفت ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۷۸، ۲۷۹] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو باقی ہے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو۔ پھر اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو اور اگر توبہ کر لو تو تمھارے لیے تمھارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کرو گے اور

نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے (یہ تمام اشیا) برابر برابر، نقد بنقد (فروخت کی جائیں) پھر جو زیادہ لے یا زیادہ دے تو اس نے سودی کاروبار کیا۔ سود لینے والا اور دینے والا (دونوں گناہ میں) برابر ہیں۔“ [مسلم، کتاب المساقاة، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدًا : ۱۵۸٤، قبل الحدیث : ۱۵۸۸]

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سونے کو سونے کے بدلے صرف برابر برابر (وزن کے ساتھ) ہی فروخت کرو۔“ [مسلم، کتاب المساقاة، باب بیع القلادة فیها خرز و ذهب : ۱۵۹۱]

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً : اس سے بعض لوگوں نے سود مرکب کو حرام اور سود مفرد کو حلال ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ یہاں اس زمانے کے سود خوروں کی سنگ دلی بیان ہو رہی ہے جو آج بھی موجود ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بہت سے لوگ دوسروں کو سودی قرضے دیا کرتے تھے، جب قرضے کی میعاد ختم ہو جاتی تو مقروض سے کہتے قرض ادا کرو ورنہ سود میں اضافہ کرو۔ قرض ادا نہ کر سکنے کی صورت میں میعاد کی توسیع کر دی جاتی اور سود کی مقدار میں اضافہ کر دیا جاتا، اس طرح کچھ عرصہ کے بعد سود کی مقدار اصل زر سے بھی کئی گنا زیادہ ہو جاتی۔ سودی کاروبار کی اس بھیانک صورت حال کی طرف قرآن نے ”اضعافاً مضاعفة“ کے الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ مرکب سود حرام ہے اور مفرد جائز ہے۔ اسلام میں ہر قسم کا سود حرام ہے۔

وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

”اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

سود خوروں کو اس آگ سے ڈرایا جا رہا ہے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ سود خوری کبھی آدمی کو کفر تک لے جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ [النساء : ۱٦۸، ۱٦۹] ”بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں بخشے اور نہ یہ کہ انھیں کسی راستے کی ہدایت دے۔ سوائے جہنم کی راہ کے، جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، اور یہ ہمیشہ سے اللہ پر بہت آسان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴾ [التوبة : ٦۸] ”اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی ان کو کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے نکال لو، تو (تمام اہل ایمان جہنم سے) نکل آئیں گے۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٦٠]

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

”اور اللہ اور رسول کا حکم مانو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر موقوف ہے اور اللہ کی رحمت کا مظہر جنت ہے۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص اللہ و رسول کی اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو اللہ و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [النساء : ١٣، ١٤] ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے، میں جس کو چاہوں گا تیرے ذریعے اپنی رحمت سے نوازوں گا۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٤٦]

وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ۙ

”اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیاری کی گئی ہے۔“

یعنی دنیا کے مال و دولت کے پیچھے لگ کر آخرت تباہ کرنے کے بجائے اللہ و رسول کی اطاعت کا اور اللہ کی مغفرت اور اس کی جنت کا راستہ اختیار کرو، جو متقین کے لیے اللہ نے تیار کی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ﴾ [الحديد : ٢١] ”اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی کی طرح ہے۔“

اہل ایمان کو ان اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرنی چاہیے جو اللہ کی مغفرت کا سبب بنتے ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نیک اعمال سرانجام دینے میں جلدی کرلو، ایسے فتنوں کے آنے سے پہلے پہلے جو سیاہ رات کے مختلف ٹکڑوں کی طرح (یکے بعد دیگرے) رونما ہوں گے، (تب عالم یہ ہوگا کہ) صبح کو آدمی مومن ہوگا تو شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر اور وہ اپنے دین کو دنیا کے معمولی سامان کے عوض بیچ دے گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الحث علی المبادرة بالأعمال قبل تظاهر الفتن : ۱۱۸]

سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی۔ آپ نے سلام پھیرا اور تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی بیویوں میں سے کسی کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے۔ لوگ آپ کی اس تیزی سے گھبرا گئے۔ (تھوڑی دیر بعد) آپ واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ آپ کے جلدی جانے پر تعجب کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: ''مجھے یاد آیا تھا کہ ہمارے پاس (گھر میں سونے یا چاندی کے) ڈلے کا کچھ حصہ ہے، مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ یہ مجھے (اللہ کی یاد سے) روک دے (اور کسی اور طرف مشغول کر دے)، اس لیے میں نے (جلدی جلدی جا کر) اس کو تقسیم کرنے کا حکم دے دیا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب من صلی بالناس فذکر حاجة فتخطاهم : ۸۵۱]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد والے دن ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، یہ بتلایئے! اگر میں کافروں کے ہاتھوں مارا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: ''جنت میں۔'' یہ سن کر اس نے اپنے ہاتھ میں موجود کھجوریں پھینک دیں، پھر (بڑی بے جگری سے) لڑا، حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة أحد : ۴۰۴۶۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۸۹۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد والے دن رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار پکڑی اور فرمایا: ''یہ تلوار مجھ سے کون لے گا؟'' صحابہ کرام نے اپنے ہاتھ آپ کی طرف دراز کیے۔ ان میں سے ہر ایک کی زبان پر تھا کہ ''میں لوں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''کون ہے جو اسے اس کے حق کے ساتھ لے؟'' (یہ سن کر) سب لوگ پیچھے ہٹ گئے اور انھوں نے توقف کیا تو ابو دجانہ رضی اللہ عنہ بے دریغ آگے بڑھے اور انھوں نے کہا، میں اسے اس کے حق کے ساتھ لوں گا۔ پس انھوں نے آپ سے تلوار لے لی اور اس سے مشرکوں کی کھوپڑیاں پھاڑیں۔ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي دجانة، سماك بن خرشة رضي الله عنه : ۲۴۷۰]

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

''جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ : یعنی صرف خوش حالی ہی میں نہیں، تنگ دستی کے زمانہ میں بھی خرچ کرتے ہیں، مطلب یہ کہ ہر حال اور ہر موقع پر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ﴾ [البقرة : ۲۷۴] ”وہ لوگ جو اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا...... (ان میں سے) ایک وہ آدمی کہ اس نے صدقہ اس قدر چھپا کر کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی بے خبر رہا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔“ [بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقة بالیمین : ۱۴۲۳۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل إخفاء الصدقة : ۱۰۳۱]

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ : یعنی جب انھیں غصہ آتا ہے تو اسے پی جاتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [الشوریٰ : ۴۳] ”اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴾ [الشوریٰ : ۳۶، ۳۷] ”پس تمھیں جو بھی چیز دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا معمولی سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب بھی غصے ہوتے ہیں وہ معاف کر دیتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بہادر وہ نہیں جو پچھاڑ دے، بلکہ بہادر تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب : ۶۱۱۴۔ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب فضل من یملك نفسه عند الغضب : ۲۶۰۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ مجھے وصیت کیجیے۔ آپ نے فرمایا: ”غصہ نہ کیا کرو۔“ اس نے بار بار وصیت کے لیے کہا تو آپ نے (ہر بار) یہی فرمایا: ”غصہ نہ کیا کرو۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب : ۶۱۱۶]

سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص غصہ پی جائے جبکہ وہ اس پر عمل درآمد کی قدرت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن برسر مخلوق بلائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ جنت کی حور عین میں سے جسے چاہیں منتخب کر لے۔“ [أبو داؤد، کتاب الأدب، باب من کظم غیظا : ۴۷۷۷]

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ : یعنی لوگوں کی ضرر رسانی اور ان کی نازیبا حرکات پر نہ ان سے لڑتے ہیں، نہ جھگڑتے ہیں اور نہ انتقام لیتے ہیں، بلکہ حلم و بردباری سے کام لیتے ہوئے عفو و درگزر کرتے ہیں۔ عفو و درگزر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ [النور : ٢٢] ''معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے۔'' اور فرمایا: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [الأعراف: ١٩٩] ''درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین باتوں (کی حقیقت) پر میں قسم کھاتا ہوں: ① صدقہ کرنے سے بندے کا مال کم نہیں ہوتا۔ ② معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور ③ جو بندہ سوال کر کے سوال کرنے کا دروازہ کھول لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے۔'' جبکہ مسلم کے الفاظ یہ ہیں: ''جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور انکسار سے کام لے، اللہ تعالیٰ اسے اعلیٰ مقام عطا فرماتا ہے۔''

[ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء مثل الدنيا مثل أربعة نفر : ٢٣٢٥۔ مسند أحمد : ٢٣١/٤، ح : ١٨٠٥٤۔ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب استحباب العفو والتواضع : ٢٥٨٨]

وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

''اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔''

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ : یعنی جب ان سے بہ تقاضائے بشریت کسی غلطی یا گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو فوراً توبہ و استغفار کا اہتمام کرتے ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک بندے نے ایک گناہ کیا، پھر عرض کی، اے میرے رب! مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے مجھے بخش دے۔ اس کے رب نے فرمایا، ''کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ کو معاف کرتا ہے اور اس پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے؟ میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا۔ اس نے پھر (وہی) گناہ کا کام کیا، یا ایک اور گناہ کیا اور عرض کی، میرے رب! میں نے ایک گناہ کیا ہے تو اسے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کیا میرے بندے کو یہ علم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو معاف کرتا ہے اور اس کی وجہ سے گرفت بھی کرتا ہے؟ میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا۔ اس نے پھر (وہی) گناہ کا کام کیا، یا ایک اور گناہ کیا اور عرض کی، یا رب! میں نے ایک گناہ کیا ہے تو میرا گناہ معاف فرما دے۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ میرے بندے کو یہ معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کی وجہ سے گرفت بھی کرتا ہے، میں نے اپنے بندے کو معاف فرما دیا، پس اب وہ جو

چاہے عمل کرے۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب و إن تكررت الذنوب والتوبة : ۲۷۵۸۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى: ﴿ يريدون أن يبدلوا كلم الله ﴾ ۷۵۰۷]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ (لہٰذا) تم مجھ سے معافی مانگو، میں تمھیں معاف کر دوں گا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ : اصرار کے معنی ہیں اڑ جانا، بے پروائی سے گناہ کرتے جانا اور ان پر ندامت کا اظہار کر کے توبہ نہ کرنا۔ ورنہ اگر کسی شخص سے سچے دل سے توبہ کرنے کے بعد گناہ سرزد ہو بھی جاتا ہے تو اسے اصرار نہیں کہتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴾ [الفرقان : ۷۱] ''اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۱۰] ''اور جو بھی کوئی برا کام کرے، یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے وہ اللہ کو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم رحم کرو تو تم پر بھی رحم کیا جائے گا، تم معاف کرو تو تمھیں بھی معاف کیا جائے گا۔ ان لوگوں کے لیے تباہی و بربادی ہے جو بات کو سنتے تو ہیں مگر سمجھتے نہیں اور ان گناہ پر اصرار کرنے والوں کے لیے بھی ہلاکت ہے جو جانتے بوجھتے بھی اپنے گناہوں پر اصرار کرتے ہیں۔'' [مسند أحمد : ۱۶۵/۲، ح : ۶۵۴۹۔ السنن الكبرٰى للبيهقي : ۴۴۹/۵، ح : ۷۲۳۶]

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝۱۳۶

''یہ لوگ ہیں جن کی جزا ان کے رب کی طرف سے بڑی بخشش اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں اور (یہ) عمل کرنے والوں کا اچھا اجر ہے۔''

یعنی جن لوگوں میں یہ صفات پائی جائیں وہ مغفرت اور جنت کے مستحق ہیں، ان کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور عمل کرنے والوں کا بدلہ تو اچھا ہی ہوتا ہے۔ بغیر نیک عمل کے کچھ نہیں ملتا، جزائے خیر کے لیے نیک عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۷] ''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا

الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۹] ’’لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔‘‘

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۳۷

’’بلاشبہ تم سے پہلے بہت سے طریقے گزر چکے، سو زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟‘‘

واقعہ غزوۂ احد کے درمیان اس آیت کو لانے کا مقصد مسلمانوں کو تسلی دینا ہے اور انھیں یہ بتانا ہے کہ تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں آئیں اور ان کا امتحان ہوا اور مسلمانوں کو کافروں سے جنگ کرنا پڑی۔ وہ صبر و ثابت قدمی سے حالات کا مقابلہ کرتے رہے اور بالآخر نصرت و فتح یابی مسلمانوں کے حصہ میں آئی اور اللہ کے دشمنوں کو منہ کی کھانی پڑی اور اگر اس میں شبہ ہو تو دنیا میں گھوم کر دیکھ لو، تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ اور رسول کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴾ [صٓ : ۱۴] ’’نہیں ہے (ان میں سے) کوئی مگر اس نے رسولوں کو جھٹلایا، تو میرا عذاب واقع ہو گیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ [الزخرف : ۲۵] ’’تو ہم نے ان سے بدلہ لیا، سو دیکھ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ۴۰] ’’تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ میں پکڑ لیا، پھر ان میں سے کوئی وہ تھا جس پر ہم نے پتھراؤ والی ہوا بھیجی اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے چیخ نے پکڑ لیا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴾ [محمد : ۱۰] ’’تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور ان کافروں کے لیے بھی اسی جیسی (سزائیں) ہیں۔‘‘

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۱۳۸

’’یہ لوگوں کے لیے ایک وضاحت ہے اور بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت ہے۔‘‘

یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے ایک واضح بیان ہے، نہ اس میں کوئی پیچیدگی ہے اور نہ کوئی الجھن۔ یہ تمام لوگوں کو ایک واضح راستہ بتاتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [النور : ۴۶] ’’بلاشبہ یقیناً ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیات نازل کر دی ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ

لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴾ [الحديد : ۹] ”وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات اتارتا ہے، تاکہ تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور بلاشبہ اللہ تم پر یقیناً بے حد نرمی کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَ لَا تَهِنُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳۹﴾

”اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہو، اگر تم مومن ہو۔“

ایک اور انداز میں مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ میدان احد میں تمھیں جو زخم لگے اور تمھارے جو آدمی شہید ہو گئے اس سے تمھارے پاؤں میں لغزش نہیں آنی چاہیے اور تمھیں سست اور کاہل نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ انجام کار غلبہ تمھیں نصیب ہوگا۔ لہٰذا ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے دل مضبوط رکھو، اللہ پر بھروسا رکھو اور دشمنوں کی پروا نہ کرو۔

ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا تَهِنُوۡا وَتَدۡعُوۡۤا اِلَى السَّلۡمِ ۖ وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمۡ وَلَنۡ يَّتِرَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡ ﴾ [محمد : ۳۵] ”پس نہ کمزور بنو اور نہ صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی سب سے اونچے ہو اور اللہ تمھارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تم سے تمھارے اعمال کم نہ کرے گا۔“

رسول اللہ ﷺ اکثر لوگوں کے غلبے سے پناہ مانگا کرتے تھے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ)) ”اے اللہ! میں فکر اور غم سے، عاجزی اور سستی سے، بزدلی اور بخل سے اور قرض چڑھ جانے اور لوگوں کے غلبے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب الدعوات، باب الاستعاذۃ من البخل والجبن : ۶۳۶۹]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عنقریب تم پر ہر طرف سے قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔“ ہم نے کہا، یا رسول اللہ! کیا ہماری یہ حالت قلتِ تعداد کی وجہ سے ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ”تم تعداد میں بہت زیادہ ہوگے، لیکن تمھاری حیثیت سمندر میں جھاگ کی سی ہوگی، تمھارے دشمن کے دلوں سے تمھارا رعب نکل جائے گا اور تمھارے دلوں میں وہن پیدا ہو جائے گا۔“ ہم نے عرض کی، وہن کیا ہے؟ فرمایا: ”زندگی سے محبت اور (جہاد کی) موت سے نفرت۔“ [مسند أحمد : ۵/ ۲۷۸، ح : ۲۲۴۵۹۔ أبو داؤد، کتاب الملاحم، باب تداعي الأمم على الإسلام : ۴۲۹۷]

اِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ ؕ وَ تِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ ۚ وَ لِيَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ يَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ﴿۱۴۰﴾

”اگر تمھیں کوئی زخم پہنچے تو یقیناً ان لوگوں کو بھی اس جیسا زخم پہنچا ہے اور یہ تو دن ہیں، ہم انھیں لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں، اور تاکہ اللہ ان لوگوں کو جان لے جو ایمان لائے اور تم میں سے بعض کو شہید بنائے اور اللہ

ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔“

ایک اور انداز سے مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر غزوۂ احد میں تمھارے کچھ لوگ زخمی اور شہید ہوئے ہیں تو کیا ہوا؟ تمھارے مخالف بھی تو غزوۂ بدر میں اور احد کی ابتدا میں اسی طرح کے زخم کھا چکے ہیں اور اللہ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ فتح و شکست کے ایام کو ادلتا بدلتا رہتا ہے، کبھی غالب کو مغلوب اور کبھی مغلوب کو غالب کر دیتا ہے۔ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور وہاں کی کامیابی اصل کامیابی ہے اور وہ مومنوں کے ساتھ خاص ہے اور ایسا اس لیے بھی ہوتا ہے کہ مومنوں اور منافقوں میں تمیز ہو سکے اور کچھ لوگوں کو شہادت کا مقام مل سکے۔

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ : سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس (احد کے) دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دندان مبارک ٹوٹ گئے، آپ کا چہرۂ انور زخمی ہو گیا اور آپ کے سر مبارک پر جو خود تھی وہ ٹوٹ گئی۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب ما أصاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ٤٠٧٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات انصاری اور دو قریشی صحابہ کے ہمراہ الگ تھلگ رہ گئے۔ جب حملہ آور آپ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: ”کون ہے جو انھیں ہم سے دفع کرے، اس کے لیے جنت ہے۔“ یا یہ فرمایا: ”وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا۔“ اس کے بعد ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد پھر مشرکین آپ کے بالکل قریب آ گئے اور پھر یہی ہوا۔ تو اس طرح باری باری ساتوں انصاری صحابہ شہید ہو گئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے باقی ساتھیوں سے فرمایا: ”ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔“ (باقی رہ جانے والے دو صحابہ طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے) [مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة أحد : ١٧٨٩]

سیدنا قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دیکھا کہ وہ شل تھا، اس کے ساتھ احد کے دن انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا تھا۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب ﴿ إذ همت طائفتان منكم ﴾ : ٤٠٦٣، ٣٧٢٤]

وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ : میدانِ احد میں مومنوں کو شہادت نصیب ہوئی، جو اللہ کے ہاں بہت بڑا شرف ہے۔ چند صحابہ کی میدانِ احد میں شہادت کے واقعات ملاحظہ فرمائیں۔ سیدنا وحشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن طعیمہ بن عدی کو قتل کر دیا تھا۔ اب میرے آقا جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا، اگر میرے چچا طعیمہ کے بدلے تم حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ پھر وہ وقت آیا کہ مکہ کے لوگ عینین کی جنگ کے لیے نکلے، عینین اس پہاڑی کا نام ہے جو احد پہاڑ کے سامنے واقع ہے اور ان دونوں کے درمیان وادی حائل ہے۔ بہر حال! میں بھی لڑائی کے ارادے سے مکہ کے لوگوں کے ہمراہ ہو لیا۔ جب احد میں پہنچے اور لڑائی شروع ہوئی تو میں ایک چٹان کے نیچے حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں بیٹھ گیا۔

جنگ کے دوران میں آخر کار ایک موقع ایسا آیا کہ وہ مجھ سے قریب ہو گئے۔ میں نے اپنا نیزہ ان کی طرف پھینکا۔ نیزہ ان کی ناف کے نیچے لگا اور پار ہو گیا۔ اس سے وہ شہید ہو گئے اور میرا عہد پورا ہو گیا۔[بخاری، كتاب المغازی، باب قتل حمزة بن عبد المطلب رضی الله عنه : ٤٠٧٢]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد کے روز ان سے کہا، تم اللہ سے دعا کرو میں آمین کہوں گا اور پھر میں دعا کروں گا اور تم آمین کہنا۔ چنانچہ یہ دونوں باقی مجاہدین سے ذرا الگ ہو گئے۔ پہلے سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی اور کہنے لگے، اے میرے رب! جب دشمن سے معرکہ آرائی ہو تو میری رزم آرائی کسی ایسے شخص سے ہو جو لڑائی میں زبردست ماہر ہو اور غضب میں شدید ہو، میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے، پھر مجھے اس پر غلبہ عطا فرما دے کہ میں اسے قتل کر ڈالوں اور اس کی لڑائی کا سامان لے لوں۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہا۔ اب عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دعا کی، اے میرے اللہ! میرا سامنا بھی کسی ایسے ہی دشمن سے ہو جو لڑائی میں سخت غصے والا اور جنگ لڑنے میں شدید ہو۔ میں اس سے محض تیری خاطر لڑائی کروں، وہ مجھے قتل کر دے، پھر میری ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ میں جب کل کو آپ سے ملاقات کروں تو آپ مجھ سے پوچھیں، یہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹ ڈالے گئے؟ میں جواب دوں، اللہ! تیری خاطر۔ پھر تو مجھ سے کہے، (اے عبداللہ!) تو نے سچ کہا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اس دعا پر آمین کہا۔ سعد رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو یہ واقعہ سناتے ہوئے بتاتے ہیں، بیٹا! عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی، معرکے کے دن میں نے آخر پر یہ منظر دیکھا کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی ناک اور کان دھاگے میں پروئے ہوئے لٹک رہے تھے۔[مستدرك حاكم : ٧٦/٢، ٧٧، ح : ٢٤٠٩۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٣٠٧/٦، ٣٠٨]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس جا پہنچے۔ وہ اسے قتل کرنے ہی والے تھے کہ شداد بن اسود نے حنظلہ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کر کے انھیں شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: ”تمھارے ساتھی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں، اس کی بیوی سے (اس کی وجہ) پوچھو۔“ بیوی سے پوچھا گیا تو اس نے بتلایا کہ جب حنظلہ نے معرکہ آرائی کا سنا تو اس پر غسل واجب تھا، لیکن وہ اللہ کے راستے میں اسی اس حالت میں نکل کھڑا ہوا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسی وجہ سے فرشتوں نے حنظلہ کو غسل دیا۔“[مستدرك حاكم : ٢٠٤/٣، ٢٠٥، ح : ٤٩١٧۔ السنن الكبرى للبيهقي : ١٥/٤، ح : ٦٨١٤۔ ابن حبان : ٧٠٢٥]

ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ ان کے پاس کھانا لایا گیا تو وہ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو یاد کرتے ہوئے کہنے لگے، وہ احد میں شہید کر دیے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ انھیں ایک چادر میں کفن دیا گیا، وہ چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ اگر اس سے ان کا سر چھپایا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے

اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔[بخاري، كتاب الجنائز، باب إذا لم يوجد إلا ثوب واحد : ۱۲۷۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد احد کی جنگ میں شہید کر دیے گئے تو میں ان کے چہرے سے بار بار کپڑا ہٹا کر دیدار کرتا اور روتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مجھے ایسا کرنے سے روکتے مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بالکل منع نہیں کیا۔ آخر میری پھوپھی فاطمہ بھی رونے لگیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: ”تم لوگ روؤ یا چپ رہو، جب تک تم لوگ میت کو نہیں اٹھاتے فرشتے تو برابر اس پر اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔“ [بخاري، كتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت : ۱۲۴۴]

وَ لِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

”اور تا کہ اللہ ان لوگوں کو خالص کر دے جو ایمان لائے اور کافروں کو مٹا دے۔“

آپس کے ٹکراؤ کا مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ مومنوں کو ان کے گناہوں سے پاک کر دے اور کافروں کو ہلاک کر دے۔ وہ اس طرح کہ جب وہ غالب آئیں گے تو کبر و غرور میں طاغوتی طاقت بن کر ابھریں گے، مسلمانوں سے ٹکرائیں گے اور پھر پاش پاش ہو جائیں گے۔ چنانچہ ان میں سے اکثر کافروں کا انجام، جنھوں نے معرکہ احد میں حصہ لیا، بعد میں ایسا ہی ہوا، وہ مارے گئے، یا ذلیل و خوار ہو کر در در کی ٹھوکریں کھاتے رہے۔ مومنوں نے ان کا تعاقب کیا اور فضل و نعمت کی دولت سے مالا مال ہو کر لوٹے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ١ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ١ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴾ [آل عمران : ۱۷۴] ”تو وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی برائی نہیں پہنچی اور انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

”یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تا کہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔“

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ بغیر جہاد کیے ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے، اس لیے غزوۂ احد میں جو کچھ ہوا اسے ہونا ہی تھا، تا کہ اللہ تعالیٰ عملی طور پر جان لے کہ کون اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس راہ کی کٹھنائیوں پر صبر کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو کئی جگہ دہرایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ١ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ١ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ [البقرة : ۲۱۴] ”یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ

سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۠ اَخْبَارَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۱] ”اور ہم ضرور ہی تمھیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔“ اور فرمایا: ﴿ الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۱، ۲] ”الٓمّٓ۔ کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔“

وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾

”اور بے شک تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے، اس سے پہلے کہ اسے ملو، تو بلاشبہ تم نے اسے اس حال میں دیکھ لیا کہ تم (آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے۔“

یہ اشارہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف ہے جو غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکنے کی وجہ سے ایک احساس محرومی رکھتے تھے کہ میدانِ کارزار گرم ہو تو وہ بھی کافروں کی سرکوبی کر کے جہاد کی فضیلت حاصل کریں۔ انھی صحابہ نے غزوۂ احد میں جوش جہاد سے کام لیتے ہوئے مدینہ سے باہر نکلنے کا مشورہ دیا تھا، لیکن جب مسلمانوں کی فتح کافروں کے اچانک حملے سے وقتی شکست میں تبدیل ہو گئی تو یہ پرجوش مجاہدین بھی سراسیمگی کا شکار ہو گئے اور بعض نے راہ فرار اختیار کی اور بہت تھوڑے لوگ ہی ثابت قدم رہے۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے، سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کیا کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگتے رہا کرو۔ ہاں! البتہ اگر دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو پھر صبر کا مظاہرہ کرو اور خوب جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب لا تمنوا لقاء العدو : ۳۰۲۵۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب کراهة تمنی لقاء العدو : ۱۷۴۲]

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

”اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔“

غزوۂ احد میں وقتی شکست کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کافروں نے یہ افواہ اڑا دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیے گئے ہیں، مسلمانوں میں جب یہ خبر پھیلی تو اس سے بعض مسلمانوں کے حوصلے پست

ہوئے اور وہ لڑائی سے پیچھے ہٹ گئے، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ کے سانحۂ وفات کے وقت جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شدتِ جذبات میں وفاتِ نبوی کا انکار کر رہے تھے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت حکمت سے کام لیتے ہوئے منبر رسول کے پہلو میں کھڑے ہو کر انھی آیات کی تلاوت کی، جس سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی متاثر ہوئے اور انھیں ایسا محسوس ہوا کہ گویا یہ آیات ابھی ابھی اتری ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو "السُّنح" میں تھے، گھوڑے پر تشریف لائے، وہ گھوڑے سے اتر کر مسجد میں آ گئے، لوگوں سے انھوں نے کوئی بات نہ کی، بلکہ سیدھے میرے ہاں چلے آئے اور رسول اللہ ﷺ کا قصد کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کو دھاری دار حبری کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور وہ آپ پر جھک گئے، آپ کو بوسہ دیا اور روتے ہوئے کہنے لگے، میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ کی قسم! اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا، جو موت آپ کے لیے لکھ دی گئی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی ہے۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت : ۱۲۴۱، ۱۲۴۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے، چنانچہ انھوں نے فرمایا، عمر بیٹھ جاؤ۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا تو لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر آپ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ انھوں نے فرمایا، اما بعد! جو شخص (اللہ کے پیغمبر) محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ جان لے کہ) بے شک محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ کی ذات گرامی زندہ ہے، جسے کبھی فنا نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۴۴] سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! معلوم یہ ہوتا تھا کہ لوگ جانتے ہی نہ تھے کہ یہ آیت بھی نازل ہوئی ہے جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تلاوت فرمائی۔ لوگوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کو حاصل کیا اور جس جس نے بھی اس آیت کو سنا تو بے ساختہ اس کی تلاوت شروع کر دی۔ سیدنا سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی تلاوت سنی تو میں کھڑے کا کھڑا رہ گیا، میرے پاؤں مجھے اٹھا نہیں رہے تھے، یہاں تک کہ میں گر گیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته : ۴۴۵۴]

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

"اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے، لکھے ہوئے کے مطابق جس کا وقت مقرر ہے، اور جو

شخص دنیا کا بدلہ چاہے ہم اسے اس میں سے دیں گے اور جو آخرت کا بدلہ چاہے اسے اس میں سے دیں گے اور ہم شکر کرنے والوں کو جلد جزا دیں گے۔"

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا : میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے والے مسلمانوں کی ہمت افزائی کی جا رہی ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے، موت اسی وقت آئے گی، نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۱۱] "اور اللہ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کا وقت آ گیا اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔" اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ [النحل : ٦١] "پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔"

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا : اللہ نے فرمایا کہ جو نیک اعمال کے ذریعے دنیاوی فوائد و مصالح کے حصول کی نیت کرتا ہے تو ہم اسے اس کی نیت کے مطابق دیتے ہیں، لیکن آخرت میں اسے اس کا کوئی اجر نہیں ملے گا اور جو آخرت میں اجر و ثواب کی نیت کرتا ہے تو ہم اسے اس کی نیت کے مطابق دیتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴾ [الشوریٰ : ۲۰] "جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے ہم اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔" اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۱۸، ۱۹] "جو شخص اس جلدی والی (دنیا) کا ارادہ رکھتا ہو ہم اس کو اس میں جلدی دے دیں گے جو چاہیں گے، جس کے لیے چاہیں گے، پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے، اس میں داخل ہوگا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا۔ اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی، جو اس کے لائق کوشش ہے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔"

اجر و ثواب کا انحصار انسان کی نیت پر ہے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔" [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب كيف كان بدء الوحی ...... الخ : ۱۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم : إنما الأعمال بالنية : ۱۹۰۷]

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص صدق دل سے اللہ سے شہادت

طلب کرے تو اللہ اس کو شہداء کے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے، اگرچہ وہ اپنے بستر ہی پر کیوں نہ فوت ہو۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب استحباب طلب الشهادة : ۱۹۰۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص صدق دل سے شہادت طلب کرے تو اسے رتبۂ شہادت مل جائے گا، اگرچہ وہ شہید نہ ہوا ہو۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب استحباب طلب الشهادة : ۱۹۰۸]

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

''اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ہمراہ بہت سے رب والوں نے جنگ کی، تو نہ انھوں نے اس مصیبت کی وجہ سے ہمت ہاری جو انھیں اللہ کی راہ میں پہنچی اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انھوں نے عاجزی دکھائی اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

میدان احد میں مسلمانوں سے جو تقصیر و غلطی ہوئی اور ماضی میں اللہ والے مجاہدین کا جہاد میں اپنے رسولوں کے ساتھ جیسا معاملہ رہا، دونوں کا تقابل کر کے مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تمھیں ان اللہ والے مجاہدین کی زندگی سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ میدانِ جنگ میں انھیں زخم لگے یا ان کے افراد شہید ہوئے، تو انھوں نے دشمنوں کے سامنے کمزوری اور شکست خوردگی کا مظاہرہ نہیں کیا، بلکہ ثابت قدمی کا ثبوت دیا۔ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کعبہ کے سائے میں چادر لپیٹے تشریف فرما تھے، ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور ہمارے لیے دعا کیجیے اور مدد کی درخواست کیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا، آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا، پھر اس کو اس میں گاڑ دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اسے اس کے سر کے وسط میں رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا اور مصیبت کا یہ پہاڑ بھی اس کو توحید سے برگشتہ نہ کر سکتا، ایسا بھی ہوتا کہ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے، مگر اہل توحید پھر بھی دین نہ چھوڑتے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور پورا کرے گا، حتیٰ کہ یہ وقت بھی آئے گا کہ کوئی سوار صنعاء سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا تو اسے سوائے اللہ کے کسی کا ڈر نہیں ہوگا، یا اسے اپنی بھیڑوں پر بھیڑیے کا خطرہ ہوگا، لیکن تمھارا حال یہ ہے کہ تم جلدی کر رہے ہو۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ۳۶۱۲]

وَ مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع ۱۵

''اور ان کی بات اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام

میں ہماری زیادتی کو بھی اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافر لوگوں پر ہماری مدد فرما۔ تو اللہ نے انھیں دنیا کا بدلہ عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

اللہ والے مجاہدین کی عملی خوبیاں بیان کرنے کے بعد ان کے قول کی خوبی بیان کی جا رہی ہے کہ وہ لوگ اللہ کے حضور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے تھے، توبہ و استغفار کرتے تھے اور اپنے رب سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہمیں ثابت قدم رکھ اور دشمن پر غلبہ دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان نیک بندوں کو ان کی توحید، اللہ پر توکل کامل اور گناہوں سے معافی مانگنے کی وجہ سے دنیا میں بھی کامیابی دی اور آخرت میں اپنے فضل و کرم سے انھیں جنت دے گا۔

وَ مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا ...... الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ : بنی اسرائیل کے بادشاہ طالوت اور ان کے ساتھیوں نے کافر بادشاہ جالوت کے مقابلہ میں اسی قسم کی دعا کی تھی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۵۰] ”اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے ہوئے تو کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور ان کافر لوگوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔“ اور فرمایا: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۸۶] ”اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں، اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔“

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی تمنا نہ کیا کرو، اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کیا کرو اور اگر مڈبھیڑ ہو ہی جائے تو ثابت قدم رہا کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“ [بخاري، كتاب الجهاد، باب لا تمنوا لقاء العدو : ۳۰۲۵۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كراهة تمنى لقاء العدو : ۱۷۴۲]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۱۴۹

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کا کہنا مانو گے جنھوں نے کفر کیا تو وہ تمھیں تمھاری ایڑیوں پر پھیر دیں گے، پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے۔“

غزوۂ احد میں پہنچنے والی تکلیف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض کفار یا منافقین مسلمانوں کو یہ مشورہ دے رہے تھے کہ

تم اپنے آبائی دین کی طرف پلٹ آؤ۔ ایسے میں مسلمانوں کو کہا گیا کہ کافروں کی اطاعت ہلاکت کا باعث ہے، لہٰذا کفر سے بچو اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

”بلکہ اللہ ہی تمھارا مالک ہے اور وہ سب مدد کرنے والوں سے بہتر ہے۔“

مولیٰ کا معنی مالک، مددگار، دوست وغیرہ ہے، یعنی تم کفار کی اطاعت تو اس لیے کرو گے کہ وہ تمھاری کچھ مدد کریں، مگر یہ سراسر جہالت ہے۔ تمھارا مالک، حامی و ناصر تو اللہ تعالیٰ ہے، اس پر بھروسا رکھو گے تو دنیا کی کوئی طاقت تمھارا بال بیکا نہیں کر سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآىِٕكُمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ٝ ۗ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ٤٥] ”اور اللہ تمھارے دشمنوں کو زیادہ جاننے والا ہے اور اللہ کافی دوست ہے اور اللہ کافی مددگار ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٦٠] ”اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمھارا ساتھ چھوڑ دے تو وہ کون ہے جو اس کے بعد تمھاری مدد کرے گا اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔“

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

”ہم عنقریب ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دیں گے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اس کو شریک بنایا جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ ظالموں کا برا ٹھکانا ہے۔“

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھو گے اور اسی سے مدد مانگو گے تو اللہ تعالیٰ کفار کے دلوں میں تمھارا خوف ڈال دے گا، اس طرح تمھیں ان پر غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کا وعدہ سچا ہوا اور کافر احد میں غالب ہونے کے باوجود چپکے سے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

رسول اللہ ﷺ کا رعب مستقل طور پر دشمن کے دل میں ڈال دیا گیا تھا، سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: ① مہینے بھر کی مسافت سے دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ ② میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے، جس آدمی کو جہاں نماز کا وقت پا لے وہ وہیں نماز پڑھ لے۔ ③ میرے لیے مال غنیمت کو حلال قرار دے دیا گیا ہے۔ ④ مجھ سے پہلے ہر نبی کو بطور خاص صرف ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف

مبعوث کیا گیا ہے اور ⑤ مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔'' [بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب قول النبی ﷺ : جعلت لی الأرض مسجدًا و طهورًا : ۴۳۸۔ مسلم ، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ : ۵۲۱]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ آپ کی امت یعنی مسلمانوں کا رعب بھی مشرکوں پر ڈال دیا گیا ہے اور اس کی وجہ ان کا شرک ہے۔ گویا شرک کرنے والوں کا دل دوسروں کی ہیبت سے ڈرتا اور لرزتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمانوں کی بڑی تعداد مشرکانہ عقائد و اعمال میں گرفتار ہوئی، تقریباً ہر شہر اور محلہ میں پختہ قبریں اور غیر اللہ کے آستانے بن گئے اور غیر اللہ سے استغاثہ اور مدد مانگنا شروع ہو گئے، تو اس شرک کی وجہ سے شرک کرنے والے مسلمانوں کا رعب جاتا رہا۔ ہاں توحید والوں کا رعب آج بھی کفار پر طاری ہے اور وہ قیامت تک کفار سے جہاد جاری رکھیں گے اور ان کا رعب کفار کے دلوں میں کفار کے مشرکانہ عقائد و اعمال کی وجہ سے رہے گا۔

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا، جب تم انھیں اس کے حکم سے کاٹ رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے ہمت ہار دی اور تم نے حکم کے بارے میں آپس میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی، اس کے بعد کہ اس نے تمھیں وہ چیز دکھا دی جسے تم پسند کرتے تھے۔ تم میں سے کچھ وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور تم میں سے کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے، پھر اس نے تمھیں ان سے پھیر دیا، تاکہ تمھیں آزمائے اور بلاشبہ یقیناً اس نے تمھیں معاف کر دیا اور اللہ مومنوں پر بڑے فضل والا ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ واقعہ احد کے موقع پر بھی اللہ کا وعدہ سچا تھا کہ وہ اپنے مومن بندوں کی مدد کرتا ہے اور کافروں پر انھیں غلبہ دیتا ہے۔ چنانچہ اس نے تمھیں تمھارے دشمنوں پر غلبہ دیا تھا اور اگر تم اطاعت و فرماں برداری پر قائم رہتے اور رسول کے حکم کی اتباع کرتے، تو اللہ کی نصرت آخر تک تمھارے لیے باقی رہتی، لیکن جب تم میں سے کچھ لوگوں نے روگردانی کی اور اپنی جگہ کو چھوڑ دیا تو بطور عقاب اللہ کی نصرت تم سے چھن گئی اور پانسا پلٹ گیا۔

حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ : اس تنازع اور عصیان سے مراد پچاس تیر اندازوں کا وہ اختلاف ہے جو فتح و غلبہ دیکھ کر ان کے اندر واقع ہوا اور جس کی وجہ سے کافروں کو پلٹ کر دوبارہ حملہ آور ہونے کا موقع ملا۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس (احد کے) دن مشرکوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو رسول اللہ ﷺ

نے تیر اندازوں کے ایک گروہ کو درے پر مقرر فرما کر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کر دیا اور فرمایا: ''تم اسی جگہ ڈٹے رہنا، اگر تم یہ دیکھو کہ ہمیں فتح ہو گئی تو بھی اس جگہ سے نہ ہلنا اور اگر یہ دیکھو کہ دشمن ہم پر غالب آ گیا ہے تو پھر بھی اپنی جگہ چھوڑ کر ہماری مدد نہ کرنا۔'' ہمارا مقابلہ ہوا تو دشمن بھاگ اٹھا، حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی عورتیں بھی اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے پہاڑوں کی طرف بھاگ رہی تھیں، جس کی وجہ سے ان کی پازیبیں نظر آ رہی تھیں، تو اس صورت حال کو دیکھ کر درے پر مقرر لوگوں نے کہنا شروع کر دیا، غنیمت! غنیمت! عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا، مگر ساتھیوں نے انکار کر دیا۔ جب انھوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فتح کو شکست سے بدل دیا اور ستر (۷۰) مسلمان شہید ہو گئے۔ ابوسفیان نے مسلمانوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا، کیا ان لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' پھر اس نے پوچھا، کیا لوگوں میں ابن قحافہ موجود ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' اس نے کہا، کیا لوگوں میں ابن خطاب موجود ہیں؟ جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو کہنے لگا، گویا یہ سب لوگ قتل ہو گئے ہیں، اگر زندہ ہوتے تو میری بات کا جواب ضرور دیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور کہنے لگے، اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تیرے لیے باقی رکھا ہے، تاکہ تجھے غم وحزن لاحق ہو۔ اس کے بعد ابوسفیان نے نعرہ بلند کیا، ہبل بلند ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے جواب دو۔'' صحابہ نے عرض کی، ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم یہ کہو کہ اللہ ہی اعلیٰ اور اجل ہے۔'' ابوسفیان نے کہا، ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمھارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے جواب دو۔'' صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا جواب دیں؟ فرمایا: ''یہ کہو کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمھارا کوئی مولیٰ نہیں۔'' ابوسفیان نے کہا، یہ دن جنگ بدر کے دن کا جواب ہے اور لڑائی کنویں کے ڈول کی طرح ہوتی ہے، تم دیکھو گے کہ تمھارے کچھ لوگوں کا مثلہ کر دیا گیا ہے، مگر اس کا میں نے حکم نہیں دیا تھا اور نہ یہ بات مجھے بری لگتی ہے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة أحد : ٤٠٤٣۔ أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب في الكمناء : ٢٦٦٢]

ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ : یعنی غلبہ عطا کرنے کے بعد پھر تمھیں شکست دے کر ان کافروں سے پھیر دیا، تاکہ تمھیں آزمائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، جب احد کا دن ہوا اور مشرکین شکست کھا کر بھاگے تو ابلیس لعین چلایا، اے اللہ کے بندو! پیچھے کی خبر لو، (اس سے ایمان والے یہ سمجھے کہ کافروں نے پیچھے سے حملہ کر دیا ہے، لہٰذا) آگے والے پیچھے کی طرف مڑے اور اپنے ہی آدمیوں سے لڑنے لگے (اور آپس میں ایسے گتھم گتھا ہوئے کہ ایک دوسرے کو شناخت کرنا مشکل ہو گیا۔ اسی عالم میں انھوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے باپ یمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا) حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمان ان کے باپ پر حملہ کر رہے ہیں تو انھوں نے کہا، اے اللہ کے بندو! میرے باپ، میرے باپ، میرے والد گرامی۔ لیکن کسی

نے کچھ نہ سنا اور یمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا، حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تمھیں معاف کرے۔[بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت طائفتن منكم أن تفشلا ﴾ : ۴۰۶۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے، جس کا انھیں شدید غم تھا، انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلے ہی غزوے میں شریک نہ ہو سکا، اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (کسی جنگ میں) شرکت کا موقع عطا فرمایا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کس طرح لڑتا ہوں۔ پھر انھیں غزوۂ احد میں شرکت کا موقع مل گیا، تو جب انھوں نے یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی جماعت میں افراتفری پیدا ہوگئی ہے تو کہنے لگے، اے اللہ! ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے، میں اس کی معذرت کرتا ہوں اور مشرکوں نے جو کچھ کیا ہے، میں اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر وہ اپنی تلوار پکڑ کر دشمنوں کی طرف بڑھے۔ اس اثنا میں ان کی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہنے لگے، سعد کہاں جا رہے ہو؟ اللہ کی قسم! مجھے تو احد پہاڑ کے پیچھے سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ پھر آپ دشمن کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور جامِ شہادت نوش فرما گئے، حتیٰ کہ ان کی میت پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ ان کی بہن نے انھیں ایک تل کے نشان سے یا انگلیوں کے پوروں سے پہچانا، ان کے جسم پر تیروں، تلواروں، نیزوں اور بھالوں کے اسی (۸۰) سے زائد زخم تھے۔[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة أحد : ۴۰۴۸۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۳]

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَاۤ اَصَابَكُمْ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝۱۵۳

”جب تم دور چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول تمھاری پچھلی جماعت میں تمھیں بلا رہا تھا تو اس نے بدلے میں تمھیں غم کے ساتھ اور غم دیا، تاکہ تم نہ اس پر غمزدہ ہو جو تمھارے ہاتھ سے نکل گیا اور نہ اس پر جو تمھیں مصیبت پہنچی اور اللہ اس کی پوری خبر رکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔“

کفار کے یک بارگی اچانک حملے سے مسلمانوں میں جو بھگدڑ مچی اور مسلمانوں کی اکثریت نے جو راہ فرار اختیار کی۔ یہ اس کا نقشہ بیان کیا جا رہا ہے کہ بعض مدینہ کی طرف بھاگے اور بعض پہاڑوں کی طرف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بلانے لگے کہ اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ، اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ آگے فرمایا کہ راہ فرار اختیار کرنے کی وجہ سے انھیں مال غنیمت فوت ہو جانے کا غم، شکست کا غم، بہتوں کے زخمی ہونے کا غم، بہتوں کے قتل ہونے کا غم اور پھر یہ غم اٹھانا پڑا کہ شیطان نے یہ بات پھیلا دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے ہیں اور یہ سب اس لیے ہوا کہ انھیں مصیبتوں پر صبر کرنے کی عادت پڑے اور ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے کہ فتح و نصرت اور حصول مال غنیمت سب اللہ کی
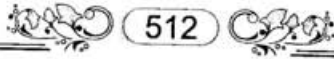
جانب سے ہوتا ہے۔ ان حالات و واقعات کے متعلق چند احادیث ملاحظہ ہوں۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک پیدل دستہ پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ یہ لوگ (میدان چھوڑ کر) بھاگے۔ یہی وہ وقت تھا جب رسول اللہ ﷺ پیچھے کھڑے ان کو آواز دے رہے تھے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ تصعدون ولا تلون علی أحد ...... الخ ﴾ : ٤٠٦٧]

قیس بن ابو حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو دیکھا کہ وہ شل ہو چکا تھا، کیونکہ اپنے اس ہاتھ کے ساتھ انھوں نے احد کے دن نبی ﷺ کا دفاع کیا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت طائفتن منكم أن تفشلا والله وليهما ﴾ : ٤٠٦٣]

ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان ایام میں سے جن میں رسول اللہ ﷺ نے جہاد کیا تھا، احد کے دن آپ ﷺ کے ساتھ طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے سوا اور کوئی بھی نہ تھا۔ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب ذکر طلحة بن عبید الله : ٣٧٢٢، ٣٧٢٣۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص : ٢٤١٤]

سعید بن مسیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن اپنے ترکش میں سے میرے لیے تیر نکالے اور فرمایا: ”تیر پھینکو! تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت طائفتن منكم أن تفشلا والله وليهما ﴾ : ٤٠٥٥]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے دائیں اور بائیں دو آدمیوں کو دیکھا جنھوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور وہ آپ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے سخت لڑائی لڑ رہے تھے۔ میں نے ان کو اس سے پہلے یا بعد میں کبھی نہیں دیکھا، وہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت طائفتن منكم أن تفشلا والله وليهما ﴾ : ٤٠٥٤۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب إکرامه ﷺ بقتال الملائكة معه ﷺ : ٢٣٠٦]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کو غزوۂ احد کے دن پہنچنے والے زخم کے بارے میں پوچھا گیا (جس کے جواب میں) انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر زخم آیا تھا، آپ کا دانت مبارک شہید ہو گیا تھا اور خود سر مبارک میں پیوست ہو گیا تھا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا خون دھو رہی تھیں، جب انھوں نے دیکھا کہ پانی کے ساتھ خون بہنے میں اضافہ ہو گیا ہے تو انھوں نے چٹائی کے ایک ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ کو زخم پر رکھ دیا، چنانچہ اس سے خون بہنا رک گیا۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب لبس البیضة : ٢٩١١۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة أحد : ١٧٩٠]

فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَاۤ اَصَابَكُمْ : یعنی راہِ فرار اختیار کرنے کی وجہ سے انھیں

مال غنیمت فوت ہو جانے کا غم، شکست کا غم، بہتوں کے زخمی و قتل ہونے کا غم اور پھر سب سے بڑا غم یہ کہ شیطان نے یہ بات پھیلا دی کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے ہیں اور یہ سب اس لیے ہوا کہ انھیں مصیبتوں پر صبر کرنے کی عادت پڑے اور ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے کہ فتح و نصرت اور حصول مالِ غنیمت سب اللہ کی جانب سے ہے، ان کی قدرت و طاقت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ طَآىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

’’پھر اس غم کے بعد اس نے تم پر ایک امن نازل فرمایا، جو ایک اونگھ تھی، جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی اور کچھ لوگ وہ تھے جنھیں ان کی جانوں نے فکر میں ڈال رکھا تھا، وہ اللہ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا گمان کر رہے تھے، کہتے تھے کیا اس معاملے میں ہمارا بھی کوئی اختیار ہے؟ کہہ دے بے شک معاملہ سب کا سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے تھے جو تیرے لیے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے اگر اس معاملے میں ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، کہہ دے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن لوگوں پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف ضرور نکل آتے اور تاکہ اللہ اسے آزمالے جو تمھارے سینوں میں ہے اور تاکہ اسے خالص کر دے جو تمھارے دلوں میں ہے اور اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ : ان پے در پے صدموں کے بعد اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ میں موجود مسلمانوں پر اپنا خاص فضل فرمایا کہ ان پر اونگھ طاری کر دی جس سے انھیں امن و اطمینان حاصل ہو گیا۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم پر اونگھ طاری ہو گئی، جبکہ ہم احد کے دن اپنی صفوں میں کھڑے تھے، عالم یہ تھا کہ میری تلوار میرے ہاتھ سے گر جاتی تھی، میں اسے اٹھا لیتا تھا اور وہ پھر گر جاتی تھی اور میں پھر اسے اٹھا لیتا تھا۔
[بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ أمنةً نعاسًا ﴾ : ٤٥٦٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اونگھ کی وجہ سے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گر پڑی۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال : ١٨١١]

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے احد کے دن اپنا سر بلند کیا اور میں لوگوں کو دیکھنے لگا (تو کیا دیکھتا ہوں کہ) ہر شخص اونگھ کی وجہ سے اپنے سر کو ڈھال کے نیچے جھکائے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا ﴾ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ [ترمذی ، کتاب تفسیر القرآن ، باب و من سورة آل عمران : ۳۰۰۷]

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ : اس سے مراد منافقین ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں ان کو تو اپنی جانوں ہی کی فکر تھی۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دوسرا گروہ منافقین کا تھا، انھیں اپنی جانوں کے علاوہ اور کوئی دوسری فکر نہ تھی، وہ قوم میں سب سے زیادہ بزدل، سب سے زیادہ مرعوب اور حق کی حمایت سے سب سے زیادہ گریز کرنے والے تھے۔ [ترمذی ، کتاب تفسیر القرآن ، باب و من سورة آل عمران : ۳۰۰۸]

يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ : یعنی وہ یہ گمان کر رہے تھے کہ دین اسلام اور اس کے حاملین بس اب تباہ و برباد ہو گئے۔ اب مسلمانوں کی کبھی مدد نہیں ہوگی اور نہ ہی یہ دعوتِ حق پروان چڑھے گی وغیرہ وغیرہ، ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا ﴾ [الفتح : ۱۲] ”بلکہ تم نے گمان کیا کہ رسول اور ایمان والے کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہیں آئیں گے۔“

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا : منافقین نے اپنے سوئے ظن کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگوں کی تو بات چلتی نہیں، اگر ہماری بات مانی جاتی تو آج یہ حال نہ ہوتا۔ یہ عبد اللہ بن اُبی کی طرف اشارہ ہے۔ غزوۂ احد کے لیے مدینہ سے نکلنے سے پہلے اس نے یہی مشورہ دیا تھا کہ شہر کے اندر رہ کر ہی دفاع کیا جائے، اس لیے جب اسے خبر ملی کہ خزرج کے بہت سے لوگ قتل ہو گئے، تو اس نے مسلمانوں میں بدظنی پھیلانے کے لیے کہا کہ ہماری بات تو چلتی نہیں، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات مانی ہوتی تو اتنے لوگ قتل نہ ہوتے۔

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ : یعنی موت کہیں پیچھا نہیں چھوڑتی، وہ مقررہ جگہ اور مقررہ وقت پر آ کر رہتی ہے، اس لیے اگر تم سب اس بات پر اتفاق کر لیتے کہ تم اور وہ تمام لوگ جو قتل ہو گئے اپنے گھروں سے نہ نکلو گے، تو لوح محفوظ میں جنھیں قتل ہو جانا لکھا تھا، وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر اپنی قتل گاہوں تک ضرور پہنچ جاتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الجمعة : ۸] ”کہہ دے بلاشبہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، سو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء : ۷۸] ”تم

جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پا لے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔“

وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ : یعنی جنگ احد میں جو کچھ ہوا اور جن حالات سے مسلمان دوچار ہوئے اس سے کئی اور حکمتوں کے ساتھ یہ بھی مقصود تھا کہ تمھارے دلوں کی حالت ظاہر ہو جائے اور تمھارے دل وساوس سے پاک ہو جائیں یا یہ کہ منافقین کے دلوں کا نفاق باہر نکل آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، احد کی لڑائی بگڑنے سے سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

”بے شک وہ لوگ جو تم میں سے اس دن پیٹھ پھیر گئے جب دو جماعتیں بھڑیں، شیطان نے انھیں ان بعض اعمال ہی کی وجہ سے پھسلایا جو انھوں نے کیے تھے اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے انھیں معاف کر دیا، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔“

یعنی احد میں مسلمانوں سے جو لغزش اور کوتاہی ہوئی اس کی وجہ ان کی پچھلی بعض کمزوریاں تھیں، جن کی وجہ سے شیطان اس روز بھی انھیں پھسلانے میں کامیاب ہو گیا۔ جن میں سے بعض کا ایک گناہ یہ بھی تھا کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اطاعت میں کوتاہی ہو گئی تھی۔

مقصد یہ کہ بعض مخلص مسلمان جو اس دن بھاگ کھڑے ہوئے، وہ اس وجہ سے نہیں بھاگے تھے کہ وہ اسلام سے پھر گئے تھے یا منافق تھے، بلکہ شامت نفس اور پچھلی بعض کمزوریاں کی وجہ سے شیطان کو انھیں بہکانے کا موقع ملا، اس لیے رسول اللہ ﷺ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے: « وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا » ”اور ہم اپنے نفس کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔“

یہ بھی معلوم ہوا کہ نفس کا شر ہو یا اعمال کی شامت، ان کے ساتھ شیطان کا گمراہ کرنا بھی شامل ہوتا ہے۔ اس کے بعد اللہ نے ان مسلمانوں کی معافی کا اعلان کر دیا۔ یعنی جو دل میں واقعی اخلاص رکھتے تھے ان کی توبہ اور معذرت کے سبب اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا، اب نہ ان پر کوئی گناہ ہے اور نہ کوئی طعن کا حق ہے۔ اس لیے کہ ان کا فرار نفاق کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ یہ ایک عارضی غلطی تھی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب

انھوں نے زمین میں سفر کیا، یا وہ لڑنے والے تھے، اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے، تا کہ اللہ اسے ان کے دلوں میں حسرت بنا دے اور اللہ زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کفار کے اس فاسد عقیدے کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، جو ان کی بات سے معلوم ہوتا ہے، جو انھوں نے اپنے ان بھائیوں کے بارے میں کہی تھی جو سفروں اور جنگوں میں فوت ہو گئے تھے کہ اگر وہ ان سفروں اور جنگوں کو اختیار نہ کرتے تو اس صورت حال سے دوچار نہ ہوتے۔ یہ عقیدہ بزدلی کی بنیاد ہے، اس کے برعکس جب یہ عقیدہ ہو کہ موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے تو اس سے انسان کے اندر عزم و حوصلہ اور اللہ کی راہ میں لڑنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ﴾ [آل عمران : ۱۴۵] "اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے، لکھے ہوئے کے مطابق جس کا وقت مقرر ہے۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طاقت ور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے اور (ویسے) ہر ایک میں خیر ہے۔ جو چیز تمھیں نفع دے اس کی خواہش کرو اور اللہ سے مدد طلب کرو اور عاجز اور درماندہ ہو کر نہ بیٹھ جاؤ اور اگر تمھیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یہ نہ کہا کرو کہ اگر میں ایسا اور ایسا کرتا (تو یہ مصیبت مجھے نہ پہنچتی) بلکہ یہ کہا کرو (یہ سب کچھ) اللہ کی تقدیر سے تھا اور اس نے جو چاہا کیا۔ اس لیے کہ "اگر" کہنا شیطانی عمل (کے لیے راستہ) کھول دیتا ہے۔" [مسلم، کتاب القدر، باب الإیمان بالقدر : ۲۶۶۴]

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

"اور بلاشبہ یقیناً اگر تم اللہ کے راستے میں قتل کر دیے جاؤ، یا فوت ہو جاؤ تو یقیناً اللہ کی طرف سے تھوڑی سی بخشش اور رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں۔"

موت تو ہر صورت آنی ہے، لیکن اگر موت ایسی آئے کہ جس کے بعد انسان اللہ کی مغفرت و رحمت کا مستحق قرار پائے تو یہ دنیا کے اموال و اسباب سے بہت بہتر ہے کہ جس کے جمع کرنے میں انسان عمر کھپا دیتا ہے۔ اس لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس میں رغبت اور شوق ہونا چاہیے کہ یہی نفاق کی موت سے بچنے کا صحیح طریقہ ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص (اس حالت میں) مر جائے کہ اس نے نہ کبھی (اللہ کے راستہ میں) جہاد کیا ہو اور نہ کبھی اس کے دل میں جہاد کرنے کا خیال آیا ہو تو اس کی موت نفاق کے ایک شعبے پر ہوگی۔" [مسلم، کتاب الإمارة، باب ذم من مات ولم یغز : ۱۹۱۰]

وَ لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

''اور بلاشبہ اگر تم مر جاؤ، یا قتل کیے جاؤ تو یقیناً تم اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مثال اس قیام کرنے والے اور روزہ رکھنے والے کی سی ہے جو نہ تو نماز سے غافل ہوتا ہے اور نہ روزہ چھوڑتا ہے، حتیٰ کہ وہ اجر اور غنیمت لے کر واپس اپنے گھر پلٹ آئے، یا اس کی موت آ جائے اور وہ جنت میں داخل ہو جائے۔'' [ابن حبان : ٤٦٢٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میری پھوپھی ربیع رضی اللہ عنہا کا بیٹا (حارثہ رضی اللہ عنہ) غزوۂ بدر کے دن جاسوسی کے لیے نکلا، قتال کے لیے نہیں نکلا تھا، انھیں تیر لگ گیا اور وہ شہید ہو گئے۔ اب ان کی ماں یعنی میری پھوپھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہنے لگیں، اے اللہ کے رسول! اگر میرا بیٹا حارثہ جنت میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں اور ثواب کا ارادہ کرتی ہوں، ورنہ آپ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: ''اے ام حارثہ! بات یہ ہے کہ جنتیں بے شمار ہیں اور حارثہ سب سے اعلیٰ جنت الفردوس میں ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد والسیر ، باب من أتاه سهم غرب فقتله : ٢٨٠٩]

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

''پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا ہے اور اگر تو بد خلق، سخت دل ہوتا تو یقیناً وہ تیرے گرد سے منتشر ہو جاتے، سو ان سے درگزر کر اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر اور کام میں ان سے مشورہ کر، پھر جب تو پختہ ارادہ کر لے تو اللہ پر بھروسا کر، بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ : احد کے دن مسلمانوں نے سنگین غلطی کی اور میدان چھوڑ کر فرار اختیار کیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے دوبارہ جمع ہوئے تو آپ نے ان کو کسی قسم کی سرزنش نہیں کی، بلکہ حسن اخلاق سے پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ کا یہ حسن خلق اور طبیعت کی نرمی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و احسان اور رحمت کا نتیجہ ہے، ورنہ مسلمانوں کا جمع ہونا ممکن نہیں تھا۔

معلوم ہوا کہ دعوت دین کے لیے نرمی اور حسن اخلاق نہایت ضروری چیزیں ہیں، بد خلقی، درشتی اور سخت دلی سے لوگ کبھی قریب نہیں آ سکتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ [القلم : ٤] ''اور بلاشبہ یقیناً تو ایک بڑے خلق پر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ

رَّحِيمٌ ﴾ [التوبة : ١٢٨] ”بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے بیس راتیں آپ کے پاس قیام کیا۔ پھر آپ کو یہ گمان ہوا کہ جیسے ہم اپنے گھر والوں سے ملنے کا شوق رکھتے ہیں، چنانچہ آپ نے ہم سے ہمارے گھر والوں کے بارے میں معلومات لیں۔ ہم نے آپ کو سب کچھ بتا دیا اور چونکہ آپ بڑے نرم مزاج اور رحم دل تھے، اس لیے آپ نے فرمایا: ”تم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ، پھر انھیں بھی تعلیم دو اور میرے احکامات ان تک پہنچاؤ اور تم نماز اسی طرح پڑھنا جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان کہے، پھر تم میں جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ٦٠٠٨ ـ مسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة : ٦٧٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنا شروع کیا تو لوگ اس کی طرف لپکے، تاکہ اسے ماریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہا دو، بے شک تمھیں آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے، نہ کہ تنگی پیدا کرنے والے بنا کر۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي ﷺ يسروا ولا تعسروا : ٦١٢٨]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، میں صبح کی نماز کے لیے تاخیر سے جاتا ہوں، کیونکہ 'فلاں' امام ہمیں بڑی لمبی نماز پڑھاتا ہے۔ تو میں نے نبی کریم ﷺ کو وعظ و نصیحت میں کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا جتنا اس دن دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ”لوگو! بے شک تم میں کچھ ایسے ہیں جو نفرت دلاتے ہیں، لہٰذا ہم میں سے جو شخص نماز پڑھائے وہ اختصار کرے (ہلکی پھلکی نماز پڑھائے) کیونکہ نمازیوں میں عمر رسیدہ بھی ہوتے ہیں، مریض بھی ہوتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جنھیں اپنے کام کاج کے لیے جلدی جانا ہوتا ہے۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الغضب والشدة لأمر الله تعالى : ٦١١٠ ـ مسلم، كتاب الصلوة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلوة : ٤٦٦]

معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا، ” يَرْحَمُكَ اللّٰهُ “ اس پر لوگ مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگے، میں نے کہا، میری ماں مجھے گم پائے! تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ مجھے اس طرح دیکھتے ہو! چنانچہ انھوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیے۔ میں نے جب دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد آپ سے بہتر تعلیم دینے والا کبھی نہیں دیکھا، اللہ کی قسم!

آپ نے نہ مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا، بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک یہ نماز ایسی عبادت ہے کہ اس میں لوگوں کی (آپس کی) بات چیت درست نہیں ہے، اس میں تو بس تسبیح و تکبیر اور قراءت قرآن ہی ہے۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب تحريم الكلام فى الصلوة : ۵۳۷]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال تقسیم کیا، انصار میں سے ایک (منافق) شخص نے کہا، اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) نے اس تقسیم میں اللہ کی رضا کو مد نظر نہیں رکھا۔ میں نے یہ بات سنی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر آپ کو خبر دی، آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے، ان کو تو اس سے زیادہ تکلیف پہنچائی گئی تھی مگر پھر بھی انھوں نے صبر کیا۔“ [بخاري، كتاب الأدب، من أخبر صاحبه ما يقال فيه : ۶۰۵۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، اس کا حاشیہ بہت سخت تھا۔ راستے میں آپ کو ایک دیہاتی ملا، اس نے آپ کی چادر پکڑ کر بہت زور سے کھینچا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے چادر پھٹ گئی اور آپ کے کندھوں پر چادر کے حاشیہ کا نشان پڑ گیا۔ پھر اس نے کہا، اے محمد! جو مال اللہ کا آپ کے پاس ہے، اس میں سے کچھ مجھے بھی دینے کا حکم دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، آپ مسکرائے اور اس کو کچھ مال دینے کا حکم صادر فرما دیا۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب التبسم والضحك : ۶۰۸۸۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب إعطاء المؤلفة ومن يخاف على إيمانه إن لم يعط ...... الخ : ۱۰۵۷]

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ حنین کے بعد واپس ہوئے تو کیفیت یہ تھی کہ میں اور میرے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ آپ کے ساتھ چل رہے تھے کہ چند دیہاتی لوگوں نے آپ کو گھیر لیا، یہاں تک کہ آپ کو ایک ببول کے درخت کی طرف جانے پر مجبور کر دیا۔ اس درخت میں آپ کی چادر الجھ گئی، آپ ٹھہر گئے اور فرمایا: ”مجھے میری چادر دے دو، اگر میرے پاس اس جنگل کے درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوں تو میں وہ سب تم لوگوں میں تقسیم کر دوں گا، تب بھی تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے، نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔“ [بخاري، كتاب الجهاد، باب الشجاعة فى الحرب والجبن : ۲۸۲۱]

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ بد خلق، سخت زبان، سخت دل ہوتے اور اپنے صحابہ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے تو ایک ایک کر کے سب آپ سے الگ ہو جاتے اور دعوت کا کام رک جاتا، لیکن اللہ نے آپ کو نرم خو، نرم زبان، خوش مزاج اور رحم دل بنایا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴾ [الفتح : ۸] تو (رسول اللہ ﷺ سے متعلق) تورات میں ہے: ”اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور

ان پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا، آپ نہ بدخو ہیں، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے، اور (وہ ایسے نبی ہیں کہ) وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ وہ کج قوم (عرب قوم) کو سیدھا نہ کر لیں، یعنی جب تک وہ ان سے ''لا الٰہ الا اللہ'' کا قرار نہ کرا لیں۔ پس اس کلمۂ توحید کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ إنا أرسلناك شاهدًا و مبشرًا و نذيرًا ﴾ : ٤٨٣٨]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی اچھے کام کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ تمھارا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء : ٢٦٢٦]

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ : فرمایا کہ ان سے آپ کے حق میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس درگزر کیجیے، جیسا کہ اللہ نے انھیں معاف کر دیا ہے اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کیجیے، ارشاد فرمایا: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٩٩] ''درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ [النور : ٢٢] ''معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ﴾ [آل عمران : ١٣٤] ''اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنے قرض کی ادائیگی کا تقاضا کرنے لگا اور اس نے (تقاضے میں) سختی سے کام لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے سرزنش کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو، اس لیے کہ حق والے کو کہنے کا حق ہے۔'' [بخاري، كتاب الوكالة، باب الوكالة في قضاء الديون : ٢٣٠٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ سے اُف بھی نہیں کہا، نہ آپ نے کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ [بخاري، كتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء وما يكره من البخل : ٦٠٣٨ ـ مسلم، كتاب الفضائل، باب حسن خلقه صلی اللہ علیہ وسلم : ٢٣٠٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کسی بھی تکلیف پر، جو آپ کو پہنچائی گئی ہو، کبھی بدلہ نہیں لیا۔ [بخاري، كتاب الحدود، باب كم التعزير والأدب ؟ : ٦٨٥٣ ـ مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته صلی اللہ علیہ وسلم للآثام ...... الخ: ٢٣٢٧]

وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ : یعنی جب کوئی معاملہ درپیش ہو تو مسلمانوں سے مشورہ کر لیا کریں۔ اس آیت سے مشاورت کی اہمیت، افادیت اور اس کی ضرورت و مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ اپنی زندگی میں صحابہ سے بہت سے معاملات میں مشورہ کیا کرتے تھے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو جب ابوسفیان کے آنے کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے مشورہ کیا۔ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے باری باری بات کی تو آپ نے ان سے اعراض کیا، تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا، شاید آپ ہم سے پوچھنا چاہتے ہیں؟ اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دیں تو ہم ضرور ڈال دیں اور اگر آپ حکم دیں کہ ہم گھوڑوں کو برک الغماد (مدینہ سے بہت دور ایک جگہ کا نام) تک لے جائیں تو ہم ضرور لے جائیں۔
[مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة بدر : ۱۷۷۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا۔ [ترمذی، كتاب الجهاد، باب ما جاء في المشورة، قبل الحديث : ۱۷۱۵ ـ مسند أحمد : ۳۲۸/٤، ح : ۱۸۹۵۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (واقعۂ افک کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمانو! مجھے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ دو جنھوں نے میرے اہل پر افترا پردازی کی ہے، اللہ کی قسم! میں اپنے اہل کے بارے میں کوئی بری بات نہیں جانتا، پھر انھوں نے الزام تراشی بھی کس پر کی ہے؟ اللہ کی قسم! میں تو اسے بہتر ہی خیال کرتا ہوں۔“
[بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة ...... الخ﴾ : ٤٧٥٧ ـ مسلم، كتاب التوبة، باب في حديث الإفك و قبول توبة القاذف : ۲۷۷۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس سے مشورہ طلب کیا جائے اسے امین سمجھا جاتا ہے۔“ [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في المشورة : ٥١٢٨ ـ ترمذی، كتاب الأدب، باب ما جاء أن المستشار مؤتمن : ۲۸۲۲]

موجودہ جمہوریت اور اسلامی شوریٰ دو الگ الگ چیزیں ہیں، بلکہ جمہوریت ایک مستقل دین ہے۔ جمہوریت میں ہر اہل اور نا اہل کا ووٹ برابر ہے، پھر اس میں عوام کی اکثریت فیصلہ کن ہے۔ گویا فیصلوں میں انھی کو اللہ و رسول کا مقام حاصل ہے، خواہ وہ سود کو حلال کر دیں یا زنا اور قوم لوط کے عمل کو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی کوئی شرط نہیں، اگر کہیں ہے بھی تو صرف دھوکا دینے کے لیے ہے۔ اس میں فیصلہ اکثریت کا ہوتا ہے اور صدر اس فیصلہ کا پابند ہے، خواہ اسے غلط سمجھتا ہو یا صحیح۔ ان کے ہاں مشورہ کا معنی اکثریت ہے، جبکہ اسلام میں امیر مشورہ لینے کا پابند ہے، مگر صرف ان امور میں جو قرآن و سنت میں مذکور نہ ہوں، بلکہ تدبیری یا انتظامی قسم کے ہوں۔ امیر مشورہ ان لوگوں سے لے گا جو اس معاملے میں رائے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ مشورہ کے بعد آخری فیصلہ امیر کا ہوگا۔ اگر وہ مناسب سمجھے تو اکثریت کے فیصلے

پر عمل کرے اور اگر کم لوگوں میں زیادہ اہلیت والے لوگ ہونے کی وجہ سے ان کی رائے کو بہتر سمجھے تو اس پر فیصلہ کرے، کیونکہ فیصلوں کے نتائج کا آخری ذمہ دار امیر ہوگا اکثریت نہیں، اور وہ بھی اللہ پر توکل کرتے ہوئے فیصلے پر عمل کرے گا نہ کہ مشورہ دینے والوں کی یا اپنی عقل وفہم پر۔

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ : یعنی مشاورت کے بعد جس چیز پر آپ کی رائے پختہ ہو جائے، تو پھر اللہ پر توکل کر کے اسے کر گزریے۔ اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ مشاورت کے بعد آخری فیصلہ امیر ہی کا ہوگا، نہ کہ ارباب مشاورت یا ان کی اکثریت کا، جیسا کہ جمہوریت میں ہے۔ دوسری یہ کہ سارا اعتماد وتوکل اللہ کی ذات پر ہو نہ کہ مشورہ دینے والوں کی عقل وفہم پر۔ توکل بڑی اچھی صفت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ [إبراهيم : ١١] ''اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ [الطلاق : ٣] ''اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(میری امت کے) لوگوں میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔'' پھر فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرواتے ہیں، نہ بدشگونی لیتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں، بلکہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الطب، باب من اكتوى ...... الخ : ٥٧٠٥۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب : ٢١٨]

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾

''اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمھارا ساتھ چھوڑ دے تو وہ کون ہے جو اس کے بعد تمھاری مدد کرے گا اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ تمھاری مدد کرنا چاہے جیسا کہ میدانِ بدر میں کی، تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر اپنی مدد کھینچ لے جیسا کہ میدانِ احد میں کیا تو کوئی تمھاری مدد کو نہیں آ سکتا، اس لیے کہ تمام امور اللہ کے اختیار میں ہیں۔ اس کی مدد فرماں برداروں کو حاصل ہوتی ہے جبکہ گناہ زوالِ نعمت اور مغلوبیت کا سبب ہوتا ہے، اس لیے مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے۔

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ : اللہ کی مدد کے لیے صحیح ایمان اور تقویٰ کا ہونا بڑا ضروری ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الروم : ٤٧] ''اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہی تھا۔'' اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد : ٧] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ

تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ٤٠] ''اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔''

وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ : مدد تو درحقیقت اللہ کی مدد ہے، اگر وہ مدد نہ کرے تو پھر کسی کی مدد کارآمد نہیں ہوتی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴾ [آل عمران : ١٢٦] ''اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے، جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ [التوبة : ١١٦] ''اور تمھارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔''

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾

''اور کسی نبی کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ وہ خیانت کرے، اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی، پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ تو کیا وہ شخص جو اللہ کی رضا کے پیچھے چلا اس شخص جیسا ہے جو اللہ کی طرف سے کوئی ناراضی لے کر لوٹا اور جس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک مختلف طبقے ہیں اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔''

جنگ احد میں جو لوگ مورچہ چھوڑ کر مالِ غنیمت سمیٹنے دوڑ پڑے تھے، ان کا خیال تھا کہ اگر ہم نہ پہنچے تو سارا مال غنیمت دوسرے لوگ سمیٹ کر لے جائیں گے۔ اس پر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ آخر تم نے یہ تصور کیسے کر لیا کہ اس مال میں سے تمھارا حصہ تمھیں نہیں دیا جائے گا۔ کیا تمھیں نبی کی امانت پر اطمینان نہیں؟ یاد رکھو کہ ایک پیغمبر سے کسی قسم کی خیانت کا صدور ممکن ہی نہیں ہے۔

معلوم ہوا غلول (خیانت) کے معنی تقسیم میں ناانصافی کے بھی ہیں اور یہ بھی غلول ہے کہ تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت میں سے کوئی چیز بلا اجازت اٹھا لی جائے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ : خیانت نبوت کے منافی ہے۔ اگر نبی ہی خائن ہو تو پھر اس کی نبوت پر یقین کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ایک سرخ چادر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جو بدر کے دن گم ہو گئی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لیا ہو، انھوں نے جب یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾

’’اور کسی نبی کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ وہ خیانت کرے، اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی۔‘‘ [أبو داؤد، کتاب الحروف والقراءات، بابٌ : ۳۹۷۱۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ آل عمران : ۳۰۰۹]

وَمَنۡ يَغۡلُلۡ يَأۡتِ بِمَا غَلَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ : خیانت بہت بڑا گناہ ہے، احادیث میں اس کی سخت مذمت آئی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی خیانت کرتا ہے تو وہ ایسی حالت میں خیانت نہیں کرتا کہ وہ مومن ہو، لہٰذا اس سے بچو، اس سے بچو۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أنه لا یدخل الجنة إلا المؤمنون : ۵۷/۱۰۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے، اللہ نے ہمیں فتح عطا فرمائی اور ہمیں مال غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا تھا، بلکہ مال غنیمت میں ہمیں کچھ سامان، کھانا اور کپڑے ملے۔ پھر ہم وادی کی طرف چلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا غلام بھی تھا، جو آپ کو قبیلہ جذام کے بنوضبیب خاندان کے ایک شخص نے دیا تھا اور اس کا نام رفاعہ بن زید تھا۔ جب ہم وادی میں اترے تو وہ غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پالان کھولنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اسی اثنا میں اس کو ایک تیر لگا اور اس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! اس کو شہادت مبارک ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہرگز نہیں، قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے چرائی تھی وہ اس پر آگ بن کر بھڑک رہی ہے۔‘‘ (یہ سن کر) لوگ بہت گھبرائے۔ ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! یہ مجھے خیبر کے دن ملے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ آگ کا ایک تسمہ یا آگ کے دو تسمے ہیں (یعنی اگر یہ شخص جمع نہ کراتا تو یہ آگ کے تسمے ہوتے، جن سے وہ جلایا جاتا)۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب غلظ تحریم الغلول : ۱۱۵]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن کچھ صحابہ تشریف لائے اور انھوں نے کہا کہ فلاں شہید ہے، فلاں شہید ہے، حتیٰ کہ ایک شخص کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی شہید ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہرگز نہیں! کیونکہ میں نے اسے اس چادر یا عبا کی وجہ سے جہنم میں دیکھا ہے جس کی اس نے خیانت کی تھی۔‘‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ابن خطاب! جاؤ اور لوگوں میں یہ اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔‘‘ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے باہر نکل کر یہ اعلان کر دیا، لوگو! خبردار! جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب غلظ تحریم الغلول و أنه لا یدخل الجنة إلا المؤمنون : ۱۱٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ نے خیانت کا ذکر فرمایا اور اسے بہت بڑا گناہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ’’میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے

دن آئے اور اس کی گردن پر اونٹ بلبلا رہا ہو اور وہ عرض کرے کہ اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجیے اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک ساری بات پہلے ہی پہنچا دی تھی، اور میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر بکری ممیا رہی ہو اور وہ عرض کرے، اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجیے اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک ساری بات پہلے سے پہنچا دی تھی اور میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن ایسے نہ پاؤں کہ وہ آئے اور اس کی گردن پر گھوڑا ہنہنا رہا ہو اور وہ عرض کرے، اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجیے اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھے سب کچھ پہنچا دیا تھا اور میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کپڑے حرکت کر رہے ہوں اور وہ عرض کرے، اے اللہ کے رسول! میری مدد کیجیے اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک تمام بات پہنچا دی تھی، اور میں تم میں سے کسی کو اس حالت میں بھی نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر سونا چاندی ہو اور وہ عرض کرے، اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمائیں اور میں کہوں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں، میں نے تجھ تک ساری بات پہنچا دی تھی۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب الغلول : ۳۰۷۳۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب غلظ تحريم الغلول : ۱۸۳۱]

سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم تم میں سے کسی شخص کو کسی کام پر مقرر کریں، پھر وہ ہم سے سوئی یا اس سے بھی چھوٹی یا بڑی کوئی چیز چھپا لے تو یہ خیانت ہو گی اور قیامت کے دن وہ اسے لے کر آئے گا۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب تحريم هدايا العمال : ۱۸۳۲]

سیدنا ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ہاتھ زمین (پر ناجائز قبضہ) بہت بڑی خیانت ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ دو آدمی زمین یا گھر کے اعتبار سے پڑوسی ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک اپنے ساتھی کے حصے میں سے ایک ہاتھ زمین پر قبضہ کر لیتا ہے، تو اس ایک ہاتھ زمین کے عوض اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق پہنائے گا۔'' [مسند أحمد : ۱٤٠/٤، ح : ۱۷۲٦٠]

سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان اُزد کے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنا کر بھیجا۔ جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا کہ یہ مال تو تمھارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے فرمایا: ''اس عامل کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم اسے بھیجتے ہیں اور جب وہ واپس آتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ تمھارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ وہ اپنے باپ اور ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا، پھر دیکھتا کہ اسے ہدیہ ملتا ہے کہ نہیں؟ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! جو شخص بھی کسی چیز کی خیانت کرے گا وہ چیز قیامت کے دن اس کی گردن پر ہو گی۔ اگر اونٹ ہو گا تو بلبلا رہا ہو گا، گائے ہو گی تو وہ چلا رہی ہو گی اور

اگر بکری ہو گی تو وہ ممیا رہی ہو گی۔'' [مسند أحمد ، ۵/۴۲۳، ح : ۲۳۶۶۱۔ بخاری ، کتاب الھبة وفضلھا ، باب من لم یقبل الھدیة لعلة؟ : ۲۵۹۷۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب تحریم ھدایا العمال : ۱۸۳۲]

سیدنا عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو ہم نے عامل بنایا اور اس کو اس کی تنخواہ دے دی، تو پھر اس کے بعد وہ جو کچھ لے گا وہ خیانت ہو گی۔'' [أبو داؤد، کتاب الخراج، باب فی أرزاق العمال : ۲۹۴۳]

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہمارا عامل ہو تو وہ شادی کر لے، اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو خادم لے لے اور اگر اس کے پاس مکان نہ ہو تو مکان حاصل کر لے۔'' (راویٔ حدیث مستورد) کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ان کے علاوہ کوئی چیز لی تو وہ خائن ہے یا چور۔'' [أبو داؤد، کتاب الخراج ، باب أرزاق العمال : ۲۹۴۵]

اگلی آیات میں خائن کی خیانت اور اس کا انجام بیان ہونے کے بعد کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ دوسروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ نہیں ملے گا، اس لیے ایک عام حکم لا کر اس بات کی تاکید کر دی گئی کہ جو شخص اپنے اعمال کے ذریعے اللہ کی رضا کا طالب ہو گا چاہے جو بھی عمل ہو، اس آدمی کی مانند نہیں ہو سکتا جو گناہوں کا ارتکاب کر رہا ہے اور اپنے رب کی ناراضی مول لے رہا ہے۔ پھر بات یہیں نہیں ختم ہو جاتی، بلکہ اللہ کے پاس نیکوں کو ان کے اعمال صالحہ کے درجات کے مطابق درجات ملیں گے، اور بدوں کے بھی جہنم میں طبقات ہوں گے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

''بلا شبہ یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔''

یعنی اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھی میں سے ایک پیغمبر بھیجا، یعنی انھی کی جنس میں سے، تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو سکیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بوقت ضرورت سوال کر سکیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی اختیار کر سکیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر آئے ہیں وہ سب کے سب بشر ہی تھے۔ قرآن نے ان کی بشریت کو خوب کھول کر بیان کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ [الکھف : ۱۱۰] ''کہہ دے میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص

اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ [الفرقان : ۲۰] ''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔''

جبیر بن حیہ کی روایت میں ہے کہ جنگ نہاوند کے دن مشرکین و کفار کے بادشاہ بنذاذقان کے سامنے جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کا موقف پیش کرنے آئے تو اس نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے اہل عرب! تم سب سے زیادہ غریب و نادار تھے، لوگوں میں سب سے زیادہ بدبختی و بدنصیبی تمھارے مقدر میں تھی، لوگوں میں تم سب سے زیادہ تندخو و بداخلاق اور سخت مزاج تھے، تم خانہ بدوش تھے، جس کی وجہ سے تم خیر و فلاح کے کاموں سے دور تھے۔ میں اپنے اردگرد موجود کمانڈوز کو حکم دیتا تو وہ نیزوں کے ساتھ تمھارے جسموں کو چھلنی کر دیتے اور پھر سرزمین نہاوند تمھاری لاشوں کی بدبو و تعفن کی وجہ سے گندگی کا ڈھیر بن جاتی، لیکن میں اپنے کمانڈوز کو یہ حکم نہیں دیتا، اگر تم خود چلے جاؤ تو ہم تمھارا راستہ صاف کر دیتے ہیں اور تمھیں کچھ نہیں کہتے اور ہاں اگر تمھیں ہماری پیش کش قبول نہیں تو پھر ہم تمھیں (بہت جلد) وہ جگہ دکھا دیں گے جہاں تمھاری لاشیں تڑپیں گی (اور کوئی تمھارا پرسان حال نہیں ہو گا)۔ شاہ نہاوند کا یہ بیان سن کر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہاں اللہ کی قسم! تو نے ہمارے حالات و صفات بیان کرنے میں کوئی کمی و کوتاہی نہیں کی، وہ بالکل ایسے ہی ہیں، یقیناً ہم خانہ بدوش تھے، ہم سب سے زیادہ بدحالی، بھوک و فاقہ کشی میں مبتلا تھے، بدبخت و بدنصیب لوگوں میں ہم سرفہرست تھے، ہر بھلائی اور فلاح کے کاموں سے دور تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (ہم پر احسان عظیم کیا) اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم میں مبعوث کیا۔ انھوں نے ہم سے دنیا میں اللہ کی مدد و نصرت اور آخرت میں اس کی جنت کا وعدہ کیا، تو جب سے اللہ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم میں مبعوث کیا ہے اس وقت سے لے کر اب تک ہم ہمیشہ ہی مشکلات سے نکلنے کے راستوں اور اپنے رب کی مدد و نصرت کا نظارہ کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تمھارے پاس بادشاہت اور عیش و عشرت دیکھتے ہیں اور اب ہم (پہلے والی) بدحالی و پریشان حالی کی طرف کبھی نہیں لوٹیں گے، یہاں تک کہ اب ہم تمھاری حکومت پر غلبہ اور تمھارے مال و متاع پر قبضہ کر لیں، یا پھر سرزمین نہاوند پر جام شہادت نوش کر لیں۔ [ابن حبان : ۴۷۵۶۔ بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة مع أهل الذمة والحرب : ۳۱۵۹]

﴿ اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۶۵ ﴾

''اور کیا جب تمھیں ایک مصیبت پہنچی کہ یقیناً اس سے دگنی تم پہنچا چکے تھے تو تم نے کہا یہ کیسے ہوا؟ کہہ دے یہ تمھاری اپنی طرف سے ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

یعنی احد کے میدان میں جب مسلمان قتل اور زخمی ہوئے تو ان کی زبان سے حیرت و استعجاب کے طور پر نکلا کہ ایسا کیسے ہوا، جبکہ ہم مسلمان ہیں اور اللہ کی راہ میں اس کے نبی کے ساتھ جہاد کر رہے ہیں؟ تو اللہ نے اپنے رسول سے کہا کہ آپ انھیں جواب دیجیے کہ یہ تمھارے اعمال ہی کا نتیجہ ہے۔ تم نے اس درے کو چھوڑ کر اپنے نبی کی مخالفت کی تو یہ دن دیکھنا پڑا۔ اس لیے کہ اللہ کا وعدہ تو اطاعت اور ثابت قدمی کے ساتھ مشروط تھا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، بدر کے دن مسلمانوں نے ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنا لیا تھا۔
[مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر …… الخ : ١٧٦٣]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن ستر مسلمان شہید ہوئے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب من قتل من المسلمين يوم أحد : ٤٠٧٨]

وَ مَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾

”اور جو مصیبت تمھیں اس دن پہنچی جب دو جماعتیں بھڑیں تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور تاکہ وہ ایمان والوں کو جان لے۔“

یعنی تم جو دشمن کے سامنے سے بھاگ اٹھے اور اس نے تم میں سے ایک جماعت کو شہید کر دیا اور کچھ لوگوں کو زخمی کر دیا تو یہ سب کچھ اللہ کی قضا و قدر اور اس کی حکمت کے مطابق تھا۔ اس کی طرف اشارہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں پہلے ہی کر دیا گیا تھا۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے خواب دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کی تعبیر اس نقصان کی صورت میں ظاہر ہوئی جو مسلمانوں کو احد میں اٹھانا پڑا۔ میں نے دوبارہ اس تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ شاندار بن گئی، اس کی تعبیر اس طرح سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو (وقتی شکست کے بعد) فتح سے نوازا اور منتشر مسلمان نئے سرے سے (لڑائی کے لیے) ایک جگہ جمع ہو گئے اور میں نے خواب میں ایک گائے بھی دیکھی (جو ذبح ہو رہی تھی)۔ اللہ کے سارے کاموں ہی میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ گائے سے مراد وہ مسلمان تھے جو احد کی جنگ میں شہید ہو گئے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب من قتل من المسلمين يوم أحد : ٤٠٨١]

وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَ قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾

”اور تاکہ وہ ان لوگوں کو جان لے جنھوں نے منافقت کی اور جن سے کہا گیا آؤ اللہ کے راستے میں لڑو، یا مدافعت کرو تو انھوں نے کہا اگر ہم کوئی لڑائی معلوم کرتے تو ضرور تمھارے ساتھ چلتے۔ وہ اس دن اپنے ایمان (کے قریب ہونے) کی

بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے، اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ معرکۂ احد میں جب مومنوں اور کفار کی مڈبھیڑ ہوئی اور تمھیں مصیبت لاحق ہوئی تو وہ اللہ کی تقدیر کا نتیجہ تھا، تاکہ صادق الایمان مسلمانوں کی حقیقت کھل کر سامنے آ جائے اور ان منافقین کا بھی پتا چل جائے جو اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کے ساتھ اپنی دوستی کا دم بھرتے تھے، حالانکہ ان کے دل کفر سے اور اللہ اور اس کے رسول کی عداوت سے بھرے ہوئے تھے اور جب ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کے راستے میں جہاد کرو، یا کم از کم بظاہر ہی سہی مسلمانوں کی تعداد ہی بڑھاؤ تو انھوں نے کہا کہ اگر ہم جانتے کہ واقعی ہی یہ جنگ ہے اور شہر سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے، تو ہم تمھارا ساتھ دیتے۔ فرمایا کہ منافقین اس دن ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبان سے تو ایمان کا اظہار کرتے ہیں، لیکن ان کے دل کفر سے بھرے ہوئے ہیں۔ منافقین کی ایسی باتیں دوسری جگہ یوں موجود ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْۤا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [التوبة : ۸۱، ۸۲] ”وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اللہ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہو گئے اور انھوں نے ناپسند کیا کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور انھوں نے کہا گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دے جہنم کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ سمجھتے ہوتے۔ پس وہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں، اس کے بدلے جو وہ کمائی کرتے رہے ہیں۔“

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۶۸

”جنھوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور خود بیٹھے رہے، اگر وہ ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کیے جاتے۔ کہہ دے پھر اپنے آپ سے موت کو ہٹا دینا، اگر تم سچے ہو۔“

جو مسلمان غزوۂ احد میں شہید ہوئے ان کے بارے میں منافقین نے اس قسم کا اظہار کیا، تاکہ لوگوں کو جہاد میں شمولیت سے متنفر کیا جا سکے۔ قرآن نے ان کے اس شبہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر واقعی گھروں میں بیٹھے رہنا تمھیں موت سے بچا سکتا ہے تو ذرا اپنے اوپر واقع ہونے والی موت کو ٹال کر دکھاؤ۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۱۶، ۱۷] ”کہہ دے تمھیں

بھاگنا ہرگز نفع نہیں دے گا اگر تم مرنے یا قتل ہونے سے بھاگو اور اس وقت تمھیں فائدہ نہیں دیا جائے گا مگر بہت کم۔ کہہ دے وہ کون ہے جو تمھیں اللہ سے بچائے گا، اگر وہ تم سے کسی برائی کا ارادہ کرے، یا تم پر کسی مہربانی کا ارادہ کرے اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مدد گار۔‘‘

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

’’اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔‘‘

اس آیت میں منافقین کے اس شبے کی دوسرے طریقے سے تردید کی ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ جہاد میں شامل ہونا خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، تو فرمایا کہ نہیں بلکہ اس سے دائمی زندگی حاصل ہوتی ہے، شہداء کو اللہ کے ہاں بلند درجے ملتے ہیں اور پروردگار کے ہاں انھیں ہر قسم کی نعمتیں اور لذتیں حاصل ہیں۔ یہ زندگی حقیقی زندگی ہے مگر دنیا والی زندگی نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو ہماری نگاہ سے اوجھل ہے، جسے برزخ کہتے ہیں اور جسے ہم سمجھ نہیں سکتے۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ [آل عمران : ۱۶۹] کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ’’ان (شہداء) کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہوتی ہیں اور ان کے لیے عرش الٰہی کے ساتھ قندیلیں معلق ہوتی ہیں اور یہ جنت سے جہاں سے چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں، پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی انھی قندیلوں میں آ کر رہتی ہیں۔ ایک بار ان کے پروردگار نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا، تم کیا چاہتے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ اب ہم اور کیا چاہیں گے کہ ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ یہ تین بار فرمائے گا، پھر جب وہ یہ دیکھیں گے کہ جب تک کوئی سوال نہ کریں گے انھیں چھوڑا نہیں جائے گا تو وہ عرض کریں گے، یا رب! ہم یہ چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے، تاکہ تیرے رستے میں ہم ایک بار پھر شہید ہو جائیں۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان کی کوئی ضرورت و حاجت باقی نہیں رہی تو انھیں چھوڑ دیا۔‘‘ [مسلم، کتاب الإمارة، باب أن أرواح الشهداء في الجنة : ۱۸۸۷]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تمھارے بھائی احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز رنگ کے پرندوں کے قالبوں میں ڈال دیا جو جنت کی نہروں پر آتی ہیں، جنت کے پھلوں کو کھاتی اور عرش کے سائے میں سونے کی قندیلوں کے پاس ٹھہر جاتی ہیں۔ جب انھوں نے اپنے پاکیزہ کھانے اور پینے کو دیکھا اور اپنے حسن انجام کو ملاحظہ کیا تو کہنے لگے کہ اے کاش! ہمارے بھائیوں کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ

تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کیا اچھا سلوک فرمایا ہے، تاکہ وہ جہاد سے غافل ہو کر جنگ سے منہ نہ موڑ لیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمھارا یہ پیغام میں پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ ''اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۲٦٥، ۲٦٦، ح : ۲۳۹۲]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: ''کیا بات ہے، تم کچھ افسردہ نظر آتے ہو؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے والد (غزوۂ احد میں) شہید ہو گئے ہیں اور انھوں نے اپنے پیچھے قرض اور اولاد کو چھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''عبد اللہ! میں تمھیں ایک بات بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے کلام فرمایا تو پس پردہ ہی فرمایا، مگر تمھارے باپ سے اللہ تعالیٰ نے روبرو کلام کیا اور فرمایا، اے میرے بندے! تم جو چاہو مانگو میں تمھیں دوں گا، تو تمھارے باپ نے کہا، اے اللہ! میں یہ سوال کرتا ہوں کہ ایک بار پھر مجھے دنیا میں لوٹا دے، تاکہ میں تیرے رستے میں دوبارہ شہید ہو جاؤں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا، میں پہلے سے یہ بات کہہ چکا ہوں کہ یہاں آنے والوں کو دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹایا جائے گا۔ تب عبد اللہ نے عرض کی، اے اللہ! تب میرے پیچھے رہ جانے والوں کو میرا پیغام پہنچا دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل کی: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ﴾ ''اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر۔''
[ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران : ۳۰۱۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں پہنچ جانے کے بعد کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا چاہے، سوائے شہید کے، وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی دسیوں بار) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب تمنى المجاهد أن يرجع إلى الدنيا : ۲۸۱۷۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة فى سبيل الله : ۱۸۷۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب من قتل فى سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين : ۱۸۸۵]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ احد کے روز میرے والد کی میت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائی گئی، کافروں نے ان کے جسم کا مثلہ کر دیا تھا، میں اپنے والد کے چہرے سے بار بار پردہ ہٹاتا تھا تو لوگوں نے مجھے اس سے منع کر دیا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے رونے کی آواز سنی، پتا چلا کہ وہ عمرو (مقتول کے باپ) کی بیٹی

یا بہن تھی۔ آپ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''کیوں روتی ہو؟'' یا آپ نے یہ فرمایا: ''نہ رو! عبداللہ پر تو فرشتے اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب ظل الملائكة على الشهيد : ۲۸۱۶۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن عمرو بن حرام، والد جابر رضی الله عنهما : ۲۴۷۱]

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

''اس پر بہت خوش ہیں جو انھیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے اور ان کے بارے میں بھی بہت خوش ہوتے ہیں جو ان کے ساتھ ان کے پیچھے سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل پر بہت خوش ہوتے ہیں اور (اس بات پر) کہ بے شک اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

یعنی اپنے جن مسلمان بھائیوں کو جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول چھوڑ آئے ہیں ان کا تصور کر کے خوش ہوتے ہیں کہ ان کو بھی ہماری طرح پرلطف اور بے خوف وخطر زندگی حاصل ہوگی۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اصحاب بیر معونہ، یعنی ان ستر صحابہ کے بارے میں روایت ہے جنھیں ایک ہی دن شہید کر دیا گیا تھا اور جن کے قاتلوں کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت میں ایک ماہ تک بد دعا بھی کی تھی اور لعنت بھی فرمائی تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن مجید میں یہ الفاظ بھی نازل ہوئے تھے جو بعد میں منسوخ ہو گئے تھے: « بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا » ''ہماری طرف سے ہماری قوم تک یہ بات پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے اس طرح ملاقات کی ہے کہ وہ ہم سے خوش ہے اور اس نے ہمیں بھی خوش کر دیا ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجيع ورعل و ذكوان : ۴۰۹۰۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب القنوت فی جميع الصلوات : ۶۷۷]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے اور مجھے ایک درخت پر چڑھا لے گئے، پھر وہ مجھے ایک خوبصورت اور بہترین گھر میں لے گئے جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا، ان دونوں آدمیوں نے مجھے بتایا کہ یہ گھر شہداء کا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ۲۷۹۱]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے معرکۂ نہاوند میں ایرانی لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا، ہمیں ہمارے نبی اور ہمارے رب کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم اس وقت تک تم سے لڑتے رہیں جب تک تم اللہ کی عبادت نہ کرنے لگو، یا جزیہ دینا نہ قبول کر لو اور ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے رب کی طرف سے ہمیں یہ بھی خبر دی ہے

کہ ہم میں سے جو کوئی جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا، وہ بہشت بریں کی ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا جو اس نے کبھی نہیں دیکھیں اور جو کوئی زندہ بچ گیا وہ تمھاری گردنوں کا مالک بنے گا۔ [بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة مع أهل الذمة و الحرب : ۳۱۵۹]

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ﴿۱۷۲﴾

”وہ جنھوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا، اس کے بعد کہ انھیں زخم پہنچا، ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے نیکی کی اور متقی بنے بہت بڑا اجر ہے۔“

جب مشرکین جنگ احد سے واپس ہوئے تو راستے میں انھیں خیال آیا کہ ہم نے تو ایک نہایت سنہرا موقع ضائع کر دیا۔ مسلمان شکست خوردگی کی وجہ سے بے حوصلہ اور خوف زدہ تھے اور ہمیں اس سے فائدہ اٹھا کر مدینہ پر بھرپور حملہ کر دینا چاہیے تھا، تاکہ اسلام کا یہ پودا اپنی سرزمین مدینہ ہی سے نیست و نابود ہو جائے۔ ادھر مدینہ پہنچ کر نبی کریم ﷺ کو بھی اندیشہ ہوا کہ شاید وہ پلٹ آئیں، لہٰذا آپ نے صحابہ کو لڑنے کے لیے آمادہ کیا، آپ کے کہنے پر صحابہ تیار ہو گئے۔ مسلمانوں کا یہ قافلہ جب مدینہ سے ۸ میل کے فاصلے پر واقع ”حمراء الاسد“ پر پہنچا تو مشرکین کو خوف محسوس ہوا، چنانچہ ان کا ارادہ بدل گیا اور وہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کی بجائے مکہ واپس چلے گئے۔ آیت میں مسلمانوں کے اسی جذبۂ اطاعت کی تعریف کی گئی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عروہ سے کہا کہ اے بھانجے! تیرا باپ (اور نانا) زبیر اور ابوبکر رضی اللہ عنہما بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۱۷۲] ہوا یہ کہ نبی ﷺ کو جب احد کے دن تکلیف پہنچی اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپ کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ دوبارہ واپس نہ آ جائیں تو آپ نے فرمایا: ”کون ہے جو ان کے تعاقب میں جائے؟“ تو آپ کے اس ارشاد پر ستر صحابہ نے لبیک کہا، ان میں ابوبکر اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿ الذین استجابوا لله والرسول ﴾ : ۴۰۷۷۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة و زبیر رضی الله عنهما : ۲۴۱۸]

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

”وہ لوگ کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس

(بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔تو وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی برائی نہیں پہنچی اور انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

”حمراء الاسد“ کے موقع پر ابوسفیان نے بعض لوگوں کی خدمات حاصل کیں اور ان کے ذریعے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیلائی کہ مشرکین مکہ لڑائی کے لیے بھرپور تیاری کر رہے ہیں، تاکہ یہ سن کر مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں۔ بعض روایات کی رو سے یہ کام شیطان نے اپنے چیلے چانٹوں کے ذریعے سے لیا، لیکن مسلمان اس قسم کی افواہیں سن کر خوفزدہ ہونے کی بجائے، مزید عزم و ولولہ سے سرشار ہو گئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ابتلا و مصیبت کے وقت اہل ایمان کا شیوہ اللہ پر اعتماد و توکل ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ [الزمر : ٣٦] ”کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے اور وہ تجھے ان سے ڈراتے ہیں جو اس کے سوا ہیں اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [الزمر : ٣٨] ”کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ کا کلمہ ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب انھیں آگ میں ڈالا گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کہا جب لوگوں نے کہا: ﴿ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ١٧٣] ”بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ الذين قال لهم الناس إن الناس قد جمعوا ...... الخ ﴾ : ٤٥٦٣]

اگلی آیت سے کلمہ ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ کس طرح ابراہیم علیہ السلام، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر قسم کی برائی سے محفوظ رہ کر اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس پلٹے اور انھوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی۔ اس لیے ہر مصیبت کے وقت اس وظیفہ کو معنی کا خیال کرتے ہوئے کثرت سے پڑھنا چاہیے۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝۱۷۵

”یہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، تو تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔“

وہ شخص جو یہ افواہیں پھیلا رہا تھا وہ شیطان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اپنے منافق دوستوں سے ڈرا رہا ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ڈر دل میں نہ لائیں۔ حقیقی شیطان بھی اپنے انسانی دوست شیطانوں کے دلوں میں مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے نت نئے طریقے ڈالتا رہتا ہے۔ آج کل اخبار، ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ جھوٹ پھیلانے اور خوفزدہ کرنے کے لیے شیطان کے آلات ہیں، مومنوں کو ان کی خبروں سے ڈرنے کی بجائے اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے اور " اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ " کے تحت ان کا علاج بھی کرنا چاہیے۔

وَ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۶﴾

"اور وہ لوگ تجھے غمزدہ نہ کریں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں، بے شک وہ اللہ کو ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچائیں گے، اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

کافر اور منافق مختلف طریقوں سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے رہتے تھے جس سے آپ طبعی طور پر رنجیدہ خاطر بھی ہو جاتے، خصوصاً غزوۂ احد کے واقعہ کو منافقین نے بہت ہوا دی اور مسلمانوں کو اللہ کی نصرت سے مایوس کرنے کی کوشش کی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اس قسم کی مخالفتوں سے کفار اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، بلکہ اس قسم کا رویہ اختیار کر کے خود آخرت کے حصے سے محروم ہو رہے ہیں، بلکہ اپنی ہی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

<u>وَلَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا</u> : اللہ تعالیٰ کا دین کامل ہو کر رہے گا، خواہ کافر اس کو نقصان پہنچانے کی کتنی ہی کوشش کریں، ارشاد فرمایا: ﴿ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [الصف : ۸] "وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔"

<u>یُرِیْدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ</u> : یعنی اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ آخرت میں انھیں کچھ نہ ملے، جو کچھ ملنا ہے دنیا میں مل جائے، آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ۸۵] "اور تجھے ان کے اموال اور ان کی اولاد بھلے معلوم نہ ہوں، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا میں سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔" اور فرمایا: ﴿ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ
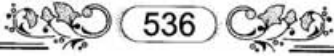
﴿قَلِيۡلٌ ثُمَّ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمِهَادُ﴾ [آل عمران : ۱۹۶، ۱۹۷] ”تجھے ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جنھوں نے کفر کیا۔ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا بچھونا ہے۔“

اِنَّ الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُا الۡكُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ لَنۡ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيۡـــًٔا ۚ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۷۷﴾

”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کو ایمان کے بدلے خریدا، وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

یعنی ایمان کی بجائے کفر اختیار کر کے خود اپنا برا کر رہے ہیں، اس کے نتیجہ میں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَشۡتَرُوۡنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ۙ اُولٰٓـئِكَ مَا يَاۡكُلُوۡنَ فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَلَا يُزَکِّيۡهِمۡ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالۡهُدٰى وَالۡعَذَابَ بِالۡمَغۡفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصۡبَرَهُمۡ عَلَى النَّارِ﴾ [البقرة : ۱۷۴، ۱۷۵] ”بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو بخشش کے بدلے خریدا، سو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں۔“

وَ لَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّمَا نُمۡلِىۡ لَهُمۡ خَيۡرٌ لِّاَنۡفُسِهِمۡ ؕ اِنَّمَا نُمۡلِىۡ لَهُمۡ لِيَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا ۚ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿۱۷۸﴾

”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ بے شک جو مہلت ہم انھیں دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لیے بہتر ہے، ہم تو انھیں صرف اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

فرمایا ہم جو کافروں کی عمریں لمبی کرتے جا رہے ہیں اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ رہے ہیں تو یہ ان کے لیے بہتر نہیں ہے، بلکہ اس سے تو ان کے گناہوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور قیامت کے دن ان کے لیے بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی مقامات پر بیان کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿اَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّبَنِيۡنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمۡ فِى الۡخَيۡرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ﴾ [المؤمنون : ۵۵، ۵۶] ”کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ وہ

نہیں سمجھتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القلم : ٤٤] ’’پس چھوڑ مجھے اور اس کو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے، ہم ضرور انھیں آہستہ آہستہ (ہلاکت کی طرف) اس طرح سے لے جائیں گے کہ وہ نہیں جانیں گے۔‘‘

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

’’اللہ کبھی ایسا نہیں کہ ایمان والوں کو اس حال پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھیں غیب پر مطلع کرے اور لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور متقی بنو تو تمھارے لیے بہت بڑا اجر ہے۔‘‘

غزوۂ احد کے بعد منافقین تقریباً ظاہر ہو گئے اور اپنے دل کی باتیں اگلنے لگے اور لوگ تین گروہوں (کافر، مومن اور منافق) میں بٹ گئے اور مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ ان کے گھروں میں اور ان کے ساتھ بھی ان کے دشمن موجود ہیں۔ اس لیے احتیاط کرنے لگے اور اپنے آستین کے سانپوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار رہنے لگے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اسی حکمت کو بیان فرمایا کہ مومن و منافق کی تمیز کیے بغیر مسلمانوں کو چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ : احد میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو آزمایا جس سے ان کے ایمان، صبر و ثبات اور جذبۂ اطاعت کا اظہار ہوا اور منافقین نے اپنے اوپر جو نفاق کا پردہ ڈال رکھا تھا وہ اتر گیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِيْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّااتَّبَعْنٰكُمْ ۭ ھُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِھِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِھِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٦٦، ١٦٧] ’’اور جو مصیبت تمھیں اس دن پہنچی جب دو جماعتیں بھڑیں تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور تاکہ وہ ایمان والوں کو جان لے۔ اور تاکہ وہ ان لوگوں کو جان لے جنھوں نے منافقت کی اور جن سے کہا گیا آؤ اللہ کے راستے میں لڑو، یا مدافعت کرو تو انھوں نے کہا اگر ہم کوئی لڑائی معلوم کرتے تو ضرور تمھارے ساتھ چلتے۔ وہ اس دن اپنے ایمان (کے قریب ہونے) کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے، اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے ہیں۔‘‘

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ : یعنی اگر اللہ تعالیٰ اس طرح ابتلا و آزمائش کے ذریعے سے لوگوں کے حالات اور ان کے ظاہر و باطن کو نمایاں نہ کرے تو تمھارے پاس کوئی غیب کا علم تو ہے نہیں کہ جس سے تم پر یہ چیزیں منکشف ہو جائیں اور تم جان سکو کہ کون منافق ہے اور کون مومن خالص؟ ارشاد فرمایا: ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴾ [الجن : ۲۶، ۲۷] ’’(وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے وہ پسند کر لے تو بے شک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔‘‘

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ : یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے، جس کو چاہتا ہے غیب کی جتنی بات چاہتا ہے اس کی اطلاع دے دیتا ہے، جو نہیں چاہتا نہیں بتاتا۔ اب منافقین میں سے بعض کا بتا دیا بعض کا نہیں بتایا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ﴾ [التوبۃ : ۱۰۱] ’’اور ان لوگوں میں سے جو تمھارے ارد گرد بدویوں میں سے ہیں، کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے بھی جو نفاق پر اڑ گئے ہیں، تو انھیں نہیں جانتا ہم ہی انھیں جانتے ہیں۔‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے رسولوں کو غیب کی کچھ باتوں کی اطلاع دیتا ہے، جن کی ان کی نبوت کی دلیل کے طور پر ضرورت ہوتی ہے، مگر وہ اس سے عالم الغیب نہیں بنتے، عالم الغیب ایک اللہ ہی کی ذات ہے۔

وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ : یعنی مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ رسول سے اپنی مرضی کی غیب کی باتیں بتانے کا مطالبہ کریں، ان کا کام اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ہے، اگر وہ ایمان لا کر تقویٰ اختیار کریں گے تو ان کے لیے اجر عظیم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ۝ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝ وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ۝ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴾ [النبا: ۳۱ تا ۳۶] ’’یقیناً پرہیز گاروں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ باغات اور انگور۔ اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے۔ وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ (ایک دوسرے کو) جھٹلانا۔ تیرے رب کی طرف سے بدلے میں ایسا عطیہ ہے جو کافی ہوگا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴾ [الدخان : ۵۱ تا ۵۵] ’’بے شک متقی لوگ امن والی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ وہ باریک ریشم اور گاڑھے ریشم کا لباس پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح ہوگا اور ہم ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیں گے، جو بڑی آنکھوں والی ہیں۔ وہ اس میں ہر پھل بے خوف ہو کر منگوا رہے ہوں گے۔‘‘

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

''اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پورا باخبر ہے۔''

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جان کی قربانی دینے کی خوب ترغیب دلائی ہے اور یہاں مال کی قربانی پر زور دیا ہے اور بخیلوں کے لیے شدید وعید کا ذکر کیا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مال جمع کرنا ان کے لیے نفع بخش ہے، بلکہ یہ تو قیامت کے دن عذابِ الیم کا سبب بنے گا اور طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۸] ''سنو! تم وہ لوگ ہو کہ تم بلائے جاتے ہو، تاکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ ہی بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن کئی اندھیرے ہو گا اور بخیلی سے بچو، کیونکہ اس نے تم سے پہلوں کو برباد کر دیا، اس نے ابھار کر انھیں اس بات پر آمادہ کر دیا کہ انھوں نے اپنے خون بہا دیے اور اپنے آپ پر حرام چیزیں حلال کر لیں۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۸]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَ عَذَابِ الْقَبْرِ » ''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں بخل سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب الاستعاذة من أرذل العمر ومن فتنة الدنيا : ۶۳۷۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی میں بدترین خصلت سخت گھبراہٹ میں ڈال

دینے والی حد سے بڑھی ہوئی کنجوسی اور سخت بزدلی ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب الجھاد، باب فی الجرأۃ والجبن : ۲۵۱۱]

﴿ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کے مال کو ایک گنجے سانپ کی شکل دے دی جائے گی، جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور اس کا قیامت کے دن اسے طوق پہنا دیا جائے گا، وہ اسے اس کے دونوں کناروں سے پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔“ پھر آپ نے اس موقع پر اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ”اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولا یحسبن الذین یبخلون ...... الخ ﴾ : ۴۵۶۵]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو اس کے مال کو گنجے سانپ کی شکل دے دی جائے گی اور وہ اس کا پیچھا کرے گا، یہ اس سے بھاگے گا مگر وہ اس کا پیچھا کرے گا اور کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں۔“ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی مصداق قرآن مجید کی اس آیت کو پڑھا: ﴿ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ”عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا۔“ [مسند أحمد : ۱/ ۳۷۷، ح : ۳۵۷۶۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ آل عمران : ۳۰۱۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی، باب قولہ تعالٰی : ﴿ سیطوقون ما بخلوا بہ ﴾ : ۱۱۰۸۴]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو مال دار اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اس کا مال ایک گنجا سانپ بن جائے گا، پھر وہ منہ کھولے ہوئے جہاں کہیں وہ شخص جائے گا اس کا پیچھا کرے گا اور وہ شخص اس سے بھاگے گا۔ اس سے کہا جائے گا یہ تیرا مال ہے جس کے معاملے میں تو بخل کرتا تھا، جب وہ دیکھے گا کہ اس سے چھٹکارا نہیں ملتا تو وہ اپنا ہاتھ اس کے منہ میں داخل کر دے گا، چنانچہ وہ سانپ اونٹ کی طرح اس کے ہاتھ کو چبا ڈالے گا۔“ [مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب إثم مانع الزکاۃ : ۹۸۸]

﴿ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ : یعنی جب آسمانوں کا، زمین کا اور تمام مال و دولت کا حقیقی وارث اللہ تعالیٰ ہے، تو جس مال کے بظاہر تم وارث بنائے گئے ہو اس میں بخل کیوں کرتے ہو؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴾ [مریم : ۴۰] ”بے شک ہم، ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور ان کے بھی جو اس پر ہیں اور وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [الحدید : ۱۰] ”اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔“

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾

”بلاشبہ یقیناً اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنھوں نے کہا بے شک اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، ہم ضرور لکھیں گے جو انھوں نے کہا اور ان کا نبیوں کو کسی حق کے بغیر قتل کرنا بھی اور ہم کہیں گے جلنے کا عذاب چکھو۔ یہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اس لیے کہ بے شک اللہ بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔“

جب سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی : ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ﴾ تو یہود نے کہا کہ اے محمد ! تیرا رب فقیر ہو گیا ہے، اسی لیے اپنے بندوں سے قرض مانگتا ہے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یہود نے جو بات اللہ کے بارے میں کہی، اس سے بڑھ کر اللہ کے خلاف سرکشی کی مثال کوئی اور نہیں ہو سکتی، اسی لیے وعید شدید کے طور پر اللہ نے فرمایا کہ ان کی یہ بات ہم ان کے خلاف درج کر رہے ہیں، اور وہ تو اس سے پہلے قتل انبیاء جیسے جرم کا ارتکاب بھی کر چکے ہیں۔ ہم انھیں چھوڑیں گے نہیں، قیامت کے دن ہم انھیں کہیں گے کہ اب جہنم کا عذاب چکھو۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ یہ تمھارے کیے کا تمھیں پھل مل رہا ہے، اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۸۷] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد پے در پے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو واضح نشانیاں دیں اور اسے پاک روح کے ساتھ قوت بخشی۔ پھر کیا جب کبھی کوئی رسول تمھارے پاس وہ چیز لے کر آیا جسے تمھارے دل نہ چاہتے تھے، تم نے تکبر کیا تو ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔“

اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝

’’جنھوں نے کہا بے شک اللہ نے ہمیں تاکیدی حکم دیا ہے کہ ہم کسی رسول کی بات کا یقین نہ کریں، یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لائے جسے آگ کھا جائے، کہہ دے بے شک مجھ سے پہلے کئی رسول تمھارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے اور وہ چیز لے کر بھی جو تم نے کہی ہے، پھر تم نے انھیں کیوں قتل کیا، اگر تم سچے تھے۔ پھر اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بے شک کئی رسول تجھ سے پہلے جھٹلائے گئے، جو واضح دلیلیں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔‘‘

اس آیت میں یہودیوں کے ایک دوسرے جھوٹے دعویٰ اور اللہ کی طرف سے اس کی تکذیب کا بیان ہے۔ یہودیوں نے کہا کہ اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اسی کو رسول مانیں اور اسی کی تصدیق کریں کہ جس کی دعا سے آسمان سے ایک آگ اترے جو تمام جمع شدہ صدقات کو چاہے وہ حیوان ہو یا غیر حیوان، جلا ڈالے اور اے محمد! تمھارے ذریعے اس طرح کا معجزہ نہیں ہو سکا، اس لیے ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے، تو اللہ نے کہا کہ اے میرے نبی! آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تمھارے پاس تو مجھ سے پہلے بہت سے انبیاء کھلی نشانیاں لے کر آئے اور وہ معجزہ بھی لے کر آئے جس کا مطالبہ تم مجھ سے کر رہے ہو، پھر اگر تم سچے تھے تو انھیں کیوں قتل کر دیا؟

یہود کے تمسخر اور اعتراضات کا جواب دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اس قسم کے شبہات پیدا کر کے اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو یہ غم کی بات نہیں، کیونکہ آپ سے پہلے بہت سے انبیاء کے ساتھ وہ یہ سلوک کر چکے ہیں، حالانکہ انھوں نے کھلی نشانیاں پیش کیں اور اللہ کی آیات پڑھ پڑھ کر انھیں سناتے رہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ : گزشتہ انبیاء کے زمانہ میں جب کوئی نبی قربانی پیش کرتا تھا تو ایک آگ آتی تھی اور اسے جلا ڈالتی تھی۔ آگ کا اس طریقہ پر آنا اور جلا ڈالنا قبولیت کی علامت ہوتی تھی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’نبیوں میں سے ایک نبی نے جہاد کیا اور اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ وہ شخص نہ جائے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور وہ اس کے پاس جانا چاہتا ہو اور ابھی گیا نہ ہو، نہ وہ شخص میرے ساتھ جائے جس نے مکان بنائے ہوں لیکن ابھی ان کی چھتیں نہ ڈالی ہوں اور نہ وہ شخص میرے ساتھ جائے جس نے بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے جننے کا منتظر ہو۔ الغرض! اس نبی نے جہاد کیا، وہ نماز عصر کے وقت یا وقت عصر کے قریب ایک بستی کے پاس پہنچے۔ نبی نے سورج سے کہا تو بھی مامور ہے میں بھی مامور ہوں۔ (پھر اس طرح دعا کی) اے اللہ! سورج کو ہم پر روک دے۔ سورج روک دیا گیا، یہاں تک کہ اللہ نے اس نبی کو فتح عطا فرمائی۔ پھر نبی نے مال غنیمت جمع کیا اور آگ آئی تا کہ اسے جلا ڈالے،

لیکن اس نے نہیں جلایا۔ نبی نے کہا، تم میں خیانت واقع ہوئی ہے، لہٰذا ہر قبیلے کا ایک آدمی مجھ سے بیعت کرے۔ اب ایک شخص کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چپک گیا۔ نبی نے فرمایا، خیانت تم لوگوں میں واقع ہوئی ہے، لہٰذا تمھارا قبیلہ مجھ سے بیعت کرے۔ (الغرض جب بیعت ہوئی) دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چپک گئے۔ نبی نے کہا، تم نے خیانت کی ہے۔ پھر وہ لوگ گائے کے سر کے برابر سونے کا ایک سر لے کر آئے اور اسے (مال غنیمت میں) رکھ دیا، پھر آگ آئی تو اس نے اسے جلا ڈالا۔'' [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول النبی ﷺ : أحلت لکم الغنائم : ۳۱۲۴]

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور تمھیں تمھارے اجر قیامت کے دن ہی پورے دیے جائیں گے، پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

بخیلوں کا حال اور ان کا کفر بیان کرنے کے بعد یہاں بتایا کہ دنیا کے جس مال و متاع کے جمع کرنے کے لیے انسان بخل کرتا ہے یہ سب فانی اور نہ باقی رہنے والی چیز ہے اور آخرت کی زندگی ہی باقی اور ابدی ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ آخرت کی فکر کرے اور اس میں کامیابی کے لیے کوشاں رہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ : اللہ تعالیٰ اس مقام پر ایک ایسی خبر دے رہا ہے جو تمام مخلوقات کے لیے ہے اور وہ یہ کہ ہر جان دار نے ایک نہ ایک دن موت کے ذائقے کو چکھنا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴾ [الرحمٰن : ۲۶، ۲۷] ''ہر ایک جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو بڑی شان اور عزت والا ہے۔''

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ : کامیابی درحقیقت جنت میں داخل ہونا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴾ [البروج : ۱۱] ''بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ۷۱] ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔''

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ : یہ دنیا کی تحقیر و تصغیر ہے کہ یہ گھٹیا اور فانی ہے اور قلیل اور زوال پذیر ہو جانے والی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۶۴] ''اور دنیا کی یہ زندگی نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل، اور بے شک آخری

گھر، یقیناً وہی اصل زندگی ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَوٰةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝ إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُۥ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَٰبِ السَّعِيرِ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴾ [فاطر : ۵ تا ۷] ''اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دھوکے باز تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا نہ دے جائے۔ بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور دنیا میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَوٰةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَٰعُ الْغُرُورِ ﴾ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ آل عمران : ۳۰۱۳۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۲۹۹، ح : ۳۱۷۰]

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسے کوئی اپنی انگلی کو سمندر میں ڈبوئے تو وہ دیکھے کہ اس کی انگلی کے ساتھ سمندر کے پانی میں کس قدر کمی آئی ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة : ۲۸۵۸]

لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝۱۸۶

''یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔''

یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں سے ہے کہ آئندہ بھی جان و مال میں تمھاری آزمائش ہوگی اور تمھیں ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنا ہوں گی، جیسے اموال کا تلف ہو جانا، بیمار پڑ جانا وغیرہ۔ اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے تمھیں انتہائی دل آزار اور جگر خراش طعن و تشنیع، بے ہودہ گفتگو اور جھوٹے الزامات بھی سننا پڑیں گے، جیسا کہ منافقین نے ہر طرح سے ستایا، کعب بن اشرف یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی ہجو کی۔ مگر ان سب کا علاج یہ ہے کہ تم صبر یعنی ثابت قدمی اور استقلال سے کام لو اور اللہ کا تقویٰ اپنے دلوں میں رکھو، اگر صبر و تقویٰ سے ان آزمائشوں کا مقابلہ کرو

گے تو یہ نہایت ہمت، حوصلہ اور اولو العزمی کا کام ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام ہمیشہ صبر اور تقویٰ سے کام لیتے رہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ : یعنی مومن کی اپنے مال، جان، اولاد یا اہل میں ضرور آزمائش ہو گی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۵۵ تا ۱۵۷] ''اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ .... عَزْمِ الْاُمُوْرِ : یہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمایا تھا جب مومن مدینہ میں آئے اور ابھی تک واقعہ بدر پیش نہیں آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مشرکوں اور اہل کتاب کی طرف سے پہنچنے والی ایذا کے بارے میں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تم اہل کتاب سے بہت سی تکلیف دہ باتوں کو سنو گے، تم پر آوازے کسے جائیں گے، تمھارا مذاق اڑایا جائے گا، تمھیں طعنے دیے جائیں گے اور تم کو برا بھلا کہا جائے گا۔ لہٰذا تمھیں ان سب باتوں کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ تمسخر کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [البقرة : ۲۱۲] ''ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، دنیا کی زندگی خوشنما بنا دی گئی ہے اور وہ ان لوگوں سے مذاق کرتے ہیں جو ایمان لے آئے، حالانکہ جو لوگ ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔'' طعن و تشنیع کے سلسلہ میں فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۳] ''اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کی بعض کے ساتھ آزمائش کی ہے، تاکہ وہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہمارے درمیان میں سے احسان فرمایا ہے؟ کیا اللہ شکر کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟''

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر سوار ہوئے، جس پر اس وقت شہر فدک کی بنی ہوئی موٹی چادر تھی اور آپ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا۔ آپ کا مقصد بنو حارث بن خزرج میں جا کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنا تھا اور یہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ کا گزر ایک ایسی مجلس کے پاس سے ہوا جس میں عبداللہ بن ابی

ابن سلول بھی بیٹھا تھا، اس نے ابھی اپنے اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس مجلس میں مسلمان، بت پرست، مشرک اور یہودی ہر قسم کے لوگ موجود تھے، اس مجلس میں عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جب جانور کے چلنے کی وجہ سے کچھ گرد وغبار مجلس والوں پر پڑا تو عبد اللہ بن ابی نے اپنی ناک کو اپنی چادر سے چھپاتے ہوئے کہا کہ ہم پر گرد نہ اڑاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں سلام کہا اور آپ کچھ دیر کے لیے وہاں رک گئے، پھر سواری سے نیچے اتر آئے اور حاضرین مجلس کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دینے لگے اور قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ عبد اللہ بن ابی کہنے لگا، اے شخص! جو کلام آپ نے پڑھ کر سنایا ہے، اس سے عمدہ کوئی کلام نہیں ہو سکتا، اگرچہ یہ کلام بہت اچھا ہے، مگر پھر بھی ہماری مجلسوں میں آ کر ہمیں ایذا نہ دیا کرو، بلکہ اپنے گھر واپس جاؤ اور جو شخص تمھارے پاس آئے تو اسے پڑھ کر سناؤ۔ یہ سن کر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ ہماری مجلسوں میں یہ پیغام لے کر ضرور تشریف لائیں، ہم آپ کی تشریف آوری کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں میں گالی گلوچ شروع ہو گئی، حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہو جاتے۔ رسول اللہ ﷺ انھیں ٹھنڈا کرتے رہے، حتیٰ کہ وہ سب خاموش ہو گئے تو نبی ﷺ اپنے جانور پر سوار ہوئے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: ''سعد! کیا تم نے سنا نہیں کہ ابو حباب نے کیا کہا ہے؟'' آپ کا اشارہ عبد اللہ بن ابی کی طرف تھا اور فرمایا: ''اس نے فلاں فلاں بات کہی ہے۔'' سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ اسے معاف کر دیں اور درگزر فرمائیں، اس ذات کی قسم، جس نے آپ پر کتاب کو نازل فرمایا ہے! اس شہر والوں نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ وہ اسے تاج پہنائیں اور اپنا سربراہ بنا لیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس حق کے ذریعے جو آپ کو اس نے عطا کیا ہے، اس باطل کو روک دیا، تو یہ غصے سے تلملا اٹھا اور آپ نے جو مشاہدہ فرمایا ہے، یہ اسی غصے کا اظہار ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے معاف کر دیا، تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشرکوں اور اہل کتاب کو معاف فرما دیا کرتے تھے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر صبر کر لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ﴾ [آل عمران : ١٨٦] ''اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے۔'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ﴾ [البقرۃ : ١٠٩] ''بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔ سو تم معاف کرو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا نبی اکرم ﷺ کفار کو ہمیشہ معاف فرما دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں جہاد کا حکم نازل فرما دیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر لڑی اور اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے سرداران قریش کو میدان بدر میں واصل جہنم کر دیا تو عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے مشرک اور بت پرست ساتھیوں نے کہا یہ امر تو اب غالب آ گیا ہے، لہٰذا انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر کے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر دیا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولتسمعن من الذین ...... الخ ﴾ : ٤٥٦٦۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب فی دعاء النبی ﷺ وصبره علی أذی المنافقین : ١٧٩٨]

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ١ٞ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا١ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ۠ (١٨٧)

"اور جب اللہ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنھیں کتاب دی گئی کہ تم ہر صورت اسے لوگوں کے لیے صاف صاف بیان کرو گے اور اسے نہیں چھپاؤ گے تو انھوں نے اسے اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت لے لی۔ سو برا ہے جو وہ خرید رہے ہیں۔"

اس میں اہل کتاب کو زجر و توبیخ کی جا رہی ہے کہ ان سے اللہ نے یہ عہد لیا تھا کہ کتاب الٰہی (تورات اور انجیل) میں جو باتیں درج ہیں اور آخری نبی کی جو صفات ہیں، انھیں لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور انھیں چھپائیں گے نہیں، لیکن ان لوگوں نے دنیا کے تھوڑے سے مفاد کے لیے اللہ کے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ قیامت والے دن ایسے لوگوں کو جہنم کی آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ١ٞ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ : اہل کتاب کے اس عہد و میثاق کو توڑ کر حق کو چھپانے اور اس کے ذریعے دنیا کمانے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ١ۚ وَ اِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ۠ (٤٠) وَ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَ لَا تَكُوْنُوْۤا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ١۪ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا١ٞ وَّ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ۠ (٤١) وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٠ تا ٤٢] "اے بنی اسرائیل! میری نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور تم میرا عہد پورا کرو، میں تمھارا عہد پورا کروں گا اور صرف مجھی سے پس ڈرو۔ اور اس پر ایمان لاؤ جو میں نے اتارا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے اور تم سب سے پہلے اس سے کفر کرنے والے نہ بنو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت مت لو اور صرف مجھی سے پس ڈرو۔ اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔"

مروان نے اپنے دربان سے کہا کہ اے رافع! ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان سے یہ دریافت کرو کہ اگر ہر شخص

کو اس وجہ سے عذاب دیا جائے گا کہ وہ اپنے کام پر خوش ہوتا ہے اور جو اس نے نہیں کیا وہ چاہتا ہے کہ اس پر اس کی تعریف کی جائے، تو پھر کیا ہم سب کو عذاب دیا جائے گا؟ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس آیت سے تمھارا (مسلمانوں کا) کیا تعلق (یہ تو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی تھی)؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلایا اور ان سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اسے آپ سے چھپایا اور اس کے بجائے کچھ اور بتا دیا اور پھر بھی اس بات کے خواہش مند رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں جو کچھ انھوں نے بتایا ہے اس پر ان کی تعریف کی جائے اور ادھر اصل حقیقت کو چھپا کر بھی بڑے خوش تھے۔ پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان آیات کی تلاوت کی: ﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا ﴾ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ لا تحسبن الذين يفرحوا بما أتوا ﴾ : ٤٥٦٨ـ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين وأحكامهم : ٢٧٧٨]

اس آیت میں ضمناً عام مسلمان علماء کو بھی یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حق بات کو جانتے بوجھتے چھپانے کے جرم کا ارتکاب نہ کریں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے علم کے بارے میں پوچھا گیا اور اس نے اسے چھپایا تو اسے قیامت کے دن جہنم کی آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔'' [ترمذي، كتاب العلم، باب ما جاء في كتمان العلم : ٢٦٤٩ـ ابن ماجه، المقدمة، باب من سئل عن علم فكتمه : ٢٦٦ـ مستدرك حاكم : ١/ ٢٠٢، ح : ٣٤٩ عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما]

فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ : دنیا کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے عہد توڑنے کی برائی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ١٧٤] ''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

''ان لوگوں کو ہرگز خیال نہ کر جو ان (کاموں) پر خوش ہوتے ہیں جو انھوں نے کیے اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعریف

ان (کاموں) پر کی جائے جو انھوں نے نہیں کیے، پس تو انھیں عذاب سے بچ نکلنے میں کامیاب ہرگز خیال نہ کر اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

اس آیت میں ایسے لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو صرف اپنے کارناموں پر خوش نہیں ہوتے، بلکہ چاہتے ہیں کہ ان کے کھاتے میں وہ کارنامے بھی درج یا ظاہر کیے جائیں جو انھوں نے نہیں کیے ہوتے۔ یہ بیماری جیسے عہد رسالت کے بعض لوگوں میں تھی اسی طرح آج بھی جاہ پسند قسم کے لوگوں اور پروپیگنڈے کے ذریعے سے بننے والے لیڈروں میں عام ہے۔

لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡرَحُوۡنَ بِمَاۤ اَتَوۡا وَّيُحِبُّوۡنَ اَنۡ يُّحۡمَدُوۡا بِمَا لَمۡ يَفۡعَلُوۡا : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لیے تشریف لے جاتے تو بعض منافقین آپ کے ساتھ نہ جاتے اور آپ کے جانے کے بعد (اپنے گھروں میں) بیٹھے رہنے سے وہ بہت خوش ہوا کرتے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لاتے تو عذر اور بہانے پیش کرتے اور (ان عذر اور بہانوں پر) قسم کھاتے اور چاہتے کہ اس کام پر ان کی تعریف کی جائے جو انھوں نے نہیں کیا، چنانچہ اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡرَحُوۡنَ بِمَاۤ اَتَوۡا وَّيُحِبُّوۡنَ اَنۡ يُّحۡمَدُوۡا بِمَا لَمۡ يَفۡعَلُوۡا فَلَا تَحۡسَبَنَّهُمۡ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الۡعَذَابِ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴾ [بخاری، كتاب التفسير، باب : ﴿ ولا تحسبن الذين يفرحوا بما أتوا ﴾ : ٤٥٦٧ـ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين وأحكامهم : ٢٧٧٧]

مگر یہ حکم اہل کتاب اور سب مسلمانوں کے لیے ہے کہ جو بھی خوشامد پسند ہوگا اور اس قسم کا ذہن رکھے گا، اس کے لیے وہ وعید ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔

مروان نے اپنے دربان سے کہا کہ اے رافع! ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان سے یہ دریافت کرو کہ اگر ہر شخص کو اس وجہ سے عذاب دیا جائے گا کہ وہ اپنے کام پر خوش ہوتا ہے اور جو اس نے نہیں کیا وہ چاہتا ہے کہ اس پر اس کی تعریف کی جائے، تو پھر کیا ہم سب کو عذاب دیا جائے گا؟ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس آیت سے تمھارا (مسلمانوں کا) کیا تعلق (یہ تو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی تھی)؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلایا اور ان سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اسے آپ سے چھپایا اور اس کے بجائے کچھ اور بتا دیا اور پھر بھی اس بات کے خواہش مند رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں جو کچھ انھوں نے بتایا ہے اس پر ان کی تعریف کی جائے اور ادھر اصل حقیقت کو چھپا کر بھی بڑے خوش تھے۔ پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان آیات کی تلاوت کی: ﴿ وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكۡتُمُوۡنَهٗ ۖ فَنَبَذُوۡهُ وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ وَاشۡتَرَوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ فَبِئۡسَ مَا يَشۡتَرُوۡنَ ۝ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡرَحُوۡنَ بِمَاۤ اَتَوۡا وَّيُحِبُّوۡنَ اَنۡ يُّحۡمَدُوۡا بِمَا لَمۡ يَفۡعَلُوۡا ﴾ [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ لا تحسبن الذين يفرحوا بما أتوا ﴾ : ٤٥٦٨ـ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين وأحكامهم : ٢٧٧٨]

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

’’بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔‘‘

یعنی جو لوگ زمین و آسمان کی تخلیق اور کائنات کے دیگر اسرار و رموز پر غور کرتے ہیں، انھیں کائنات کے خالق اور اس کے اصل فرماں روا کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اتنی طویل و عریض کائنات کا یہ لگا بندھا نظام، جس میں ذرا خلل واقع نہیں ہوتا، یقیناً اس کے پیچھے ایک ذات ہے جو اسے چلا رہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ نظام فلکی اور اس کی تفصیلات، چاند، سورج، ستاروں کی تعداد، ان کے درمیانی فاصلے، ان کے باہمی تعلقات و تاثرات، ان کی گردشوں کی پیمائش، گرہن کے اسباب و اوقات، ان کے طلوع و غروب اور نور و حرارت وغیرہ کے قاعدے و ضابطے، اس قسم کی تفصیلات سے علم ہیئت کی کتابوں کے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ رہی زمین تو اس کی شکل و صورت، اس کی پیمائش، اس کے پہاڑ اور سمندر، اس کی معدنیات، اس کی کشش، اس کی ہواؤں اور موسموں کے تغیرات وغیرہ کے لیے تو کوئی ایک پورا فن بھی کافی نہ ہوا، بلکہ جغرافیہ، فزیکل جغرافی، جیالوجی، فزیالوجی، میٹرالوجی، آرکیالوجی، اللہ جانے؟ کتنے فنون پر فنون نکلتے چلتے آ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی کاریگری کے اندازے اور تخمینے ختم ہونے میں نہیں آ رہے۔

لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ : یعنی جو عقل مند ہیں وہ اشیا کا ان کے حقائق کے ساتھ ادراک کر لیتے ہیں اور وہ ان گونگوں اور بہروں کی طرح نہیں ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ۝ وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ [یوسف : ۱۰۵، ۱۰۶] ’’اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے گزرتے ہیں اور وہ ان سے بے دھیان ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، مگر اس حال میں کہ وہ شریک بنانے والے ہوتے ہیں۔‘‘

اولو الباب: لیکن اب ’’اُولُو الْاَلْبَابُ ‘‘ کی بجائے غیر مسلم قومیں ان چیزوں پر غور میں مصروف ہیں اور چونکہ ان کا ہدف حصولِ دنیا ہے، اس لیے دنیا کے بے شمار فائدے حاصل کر رہے ہیں، بلکہ انھی فنون کے ذریعے انھوں نے مسلمانوں کو مغلوب کر رکھا ہے۔ ہدف کی غلطی کی وجہ سے انھیں ذات باری کی وحدانیت کو سمجھنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی۔ کاش! مسلمان ان میں پوری طرح حصہ لیتے تو یہ سارے علوم دین کی سر بلندی اور توحید کی دعوت کا زبردست ذریعہ بنتے اور دنیا پر غلبے کے کام آتے۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

”وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“

یعنی وہ اولوالالباب اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور کبھی اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کر کے اس یقین تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان سب کا کوئی خالق ضرور ہے۔ پھر بڑے خشوع وخضوع اور تعظیم کے ساتھ پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے انھیں بے کار پیدا نہیں کیا، تو تمام عیوب سے پاک ہے، تو ہمیں عذابِ نار سے بچا۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ : جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھ لو۔“ [بخاري، كتاب التقصير، باب إذا لم يطق قاعدًا صلى على جنب : ۱۱۱۷]

وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : یعنی زمین و آسمان کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے جو حکمت رکھی ہے وہ اس پر غور وفکر کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ [الأحقاف : ۳] ”ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہے حق اور مقررہ میعاد ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ۱۶] ”اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔“

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا : اس میں مادہ پرستوں اور دہریوں کا رد ہے، جو کائنات کو محض اتفاق کا نتیجہ سمجھتے ہیں، یعنی اولوالالباب جب غور وفکر کرتے ہیں تو ان پر یہ حقیقت کھلتی ہے کہ کائنات کا یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ نے یونہی بے مقصد پیدا نہیں کیا، بلکہ اس کے پیچھے یہ مقصد کارفرما ہے کہ اگر انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے تو اجر وثواب پائے اور اگر نافرمانی کرے تو آخرت میں عذاب بھگتے، اس لیے وہ آگ سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس بسر کی تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ کچھ دیر باتیں کیں اور پھر آپ استراحت فرمانے لگے۔ جب رات کا آخری تہائی حصہ ہوا تو آپ اٹھ بیٹھے، آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور آپ یہ آیت تلاوت فرمانے لگے: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴾ پھر آپ کھڑے ہوئے، وضو فرمایا، مسواک کی اور گیارہ رکعات ادا فرمائیں۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر گھر سے تشریف لے آئے اور لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إن في خلق السمٰوٰت ...... الخ ﴾ : ٤٥٦٩۔ مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب صلاة النبی ﷺ ودعائه باللیل : ٧٦٣]

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾

”اے ہمارے رب! بلاشبہ تو جسے آگ میں ڈالے سو یقیناً تو نے اسے رسوا کر دیا اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“

یہاں اہانت سے مراد روزِ محشر سب کے سامنے تذلیل واہانت ہے۔ جس دن ظالموں کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ اصحابِ عقل و دانش اس دن کی ذلت و رسوائی سے پناہ مانگتے ہیں۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾

”اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک آواز دینے والے کو سنا، جو ایمان کے لیے آواز دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! پس ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ فوت کر۔“

دعا کا یہ انداز اللہ تعالیٰ کے لیے کمالِ خشوع وخضوع اور قبولیت دعا کے لیے بہت زیادہ رغبت کے اظہار کے لیے ہے اور منادی سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات ہے اور لفظ منادی کا استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پکار پکار کر پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ اسلام کی دعوت لوگوں کے سامنے پیش کر دی۔

رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

”اے ہمارے رب! اور ہمیں عطا فرما جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“

اے اللہ! رسولوں کی زبانی تو نے جو وعدہ کیا تھا کہ جو تجھ پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لائے گا انھیں تو اچھا بدلہ دے گا اور قیامت کے دن اپنے نبی کو اور مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا، تو آج میری دعا قبول فرما لے اور قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کرنا۔ پس کلمہ ﴿ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴾ سے مقصد عاجزی، خشوع اور بندگی کا اظہار ہے نہ کہ اس کا مطالبہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی تو محال ہے، پھر مومن اس کا تصور کیسے کر سکتے ہیں؟

دعا اور اس کی قبولیت کا یہ وعدہ ایمان اور عمل صالح پر ہے، دعا میں اس کا وسیلہ بھی پیش کر سکتے ہیں، جیسا کہ غار میں پھنس جانے والے تین آدمیوں نے کیا تھا۔ البتہ دعا کی قبولیت کے لیے کسی نیک ہستی کو وسیلہ بنانا کہ یا اللہ! فلاں کے طفیل میری یہ مشکل حل فرما دے، قرآن و حدیث میں مذکور دعاؤں کے خلاف ہے، ہاں کسی زندہ آدمی سے دعا کروا سکتا ہے، یہ سنت سے ثابت ہے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

”تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تمھارا بعض بعض سے ہے۔ تو وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور انھیں میرے راستے میں ایذا دی گئی اور وہ لڑے اور قتل کیے گئے، یقیناً میں ان سے ان کی برائیاں ضرور دور کروں گا اور ہر صورت انھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، اللہ کے ہاں سے بدلے کے لیے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا بدلہ ہے۔“

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ : اس آیت کریمہ میں اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ ان مومنوں کی دعا اللہ نے قبول کر لی اور انھیں بشارت دی کہ میں اپنے کسی نیک بندے کا عمل ضائع نہیں کرتا، چاہے مرد ہو یا عورت۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں ہجرت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کو عورتوں کا کچھ بھی ذکر کرتے نہیں سنتی۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ﴾ ”بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تمھارا بعض بعض سے ہے۔“ [مستدرك حاکم : ۳۰۰/۲، ح : ۳۱۷۴۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء : ۳۰۲۳۔ مسند الحمیدی : ۱۴۴/۱، ح : ۳۰۱]

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ : یعنی جنھوں نے دین کی خاطر اپنی خوشی سے ہجرت کی، اپنے وطن اور مال و منال کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ پہنچ گئے اور وہ لوگ جن پر کفار نے ظلم و ستم ڈھائے، انھیں سخت اذیتیں دے کر گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا، کسی طرح چین سے نہ بیٹھنے دیا اور محض اس لیے تکالیف کا نشانہ بنایا کہ انھوں

نے دین اسلام کی راہ اختیار کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ ﴾ [الممتحنة : ۱] ''وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴾ [البروج : ۸] ''اور انھوں نے ان سے اس کے سوا کسی چیز کا بدلہ نہیں لیا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو سب پر غالب ہے، ہر تعریف کے لائق ہے۔''

وَقٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ : سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی فضیلت بیان کی تو ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ فرمائیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جاؤں، تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! اگر تو صبر کرتے ہوئے، حصول ثواب کی نیت سے پیش قدمی کرتے ہوئے اور پشت نہ پھیرتے ہوئے قتل کر دیا جائے (تو یہ اجر تیرے لیے ہے)۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''تم نے کیا بات کہی تھی؟'' اس نے اپنی بات دہرائی تو آپ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ تعالیٰ قرض کے سوا تمھارے باقی سب گناہوں کو معاف فرما دے گا، مجھ سے یہ بات جبریل نے (ابھی) کہی ہے۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين : ۱۸۸۵]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا، وہ فقرا مہاجرین ہوں گے، جو فقر و فاقہ کے باوجود نافرمانیوں سے بچتے رہے۔ جب ان کو حکم دیا جاتا تو وہ سنتے اور اطاعت کرتے تھے۔ اگر ان میں سے کسی کو امیر کے ساتھ کوئی حاجت یا ضرورت ہوتی تو اس کی حاجت پوری نہ ہوتی، حتیٰ کہ اسے اس حال میں موت آ جاتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کو بلائے گا، وہ اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، میرے وہ بندے کہاں ہیں جنھوں نے میرے راستے میں قتال کیا، میرے راستے میں ان کو تکالیف پہنچیں اور انھوں نے جہاد کیا۔ جاؤ! تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ صورت حال دیکھ کر فرشتے دربار الٰہی میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم دن رات تیری تسبیح کرتے رہے اور تیری پاکی بیان کرتے رہے، تو یہ کون لوگ ہیں جن کو تو نے ہمارے اوپر ترجیح دے دی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جو میرے راستے میں لڑے اور تکلیفیں برداشت کیں۔ پس فرشتے جنت کے ہر دروازے سے ان کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے: ﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۴] ''سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔'' [مستدرك حاكم : ۲/ ۷۱، ۷۲، ح : ۲۳۹۳]

عامر بن سعد رحمہ اللہ اپنے باپ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے، صف کے قریب پہنچ کر اس نے کہا، اے اللہ! تو مجھے وہ افضل چیز عطا فرما جو تو اپنے نیکو کار بندوں کو عطا

کرتا ہے۔ پس جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کی تو فرمایا: ''ابھی ابھی کون بات کر رہا تھا؟'' اس آدمی نے کہا، میں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: ''تب تیرے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں گی اور تو اللہ کے راستہ میں شہید ہو گا۔''
[مستدرك حاكم : ۷۴/۲، ح : ۲۴۰۲۔ ابن حبان : ۴۶۴۰۔ ابن خزيمة : ۲۳۱/۱، ح : ۴۵۳]

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾

''تجھے ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جنھوں نے کفر کیا۔''

فرمایا کہ کافر اللہ کی یاد سے غافل ہو کر دنیا کے گوشے گوشے میں تجارتی سفروں میں جاتے ہیں، تاکہ خوب دولت اکٹھی کریں۔ اللہ نے کہا کہ اس سے آپ کو اور مسلمانوں کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے، یہ تو عارضی فائدہ ہے جو آخرت کے اجر و ثواب کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۵، ۵۶] ''کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ [طٰهٰ : ۱۳۱] ''اور اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھا جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر برتنے کے لیے دی ہیں، تاکہ ہم انھیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا دیا ہوا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نیکی کے معاملہ میں مومن کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا، اس کو اس نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی اور کافر جو نیکیاں اللہ کے لیے کرتا ہے اس کا بدلہ اسے دنیا ہی میں پورا پورا دے دیا جاتا ہے، پھر جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں ہو گی کہ جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة : ۲۸۰۸]

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

''تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا بچھونا ہے۔''

یعنی یہ دنیا کے وسائل، آسائشیں اور سہولتیں بظاہر کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، درحقیقت متاعِ قلیل ہیں، کیونکہ بالآخر انھیں فنا ہونا ہے اور ان کے بھی فنا ہونے سے پہلے وہ حضرات خود فنا ہو جائیں گے جو ان کے حصول کی کوششوں میں اللہ کو بھی فراموش کیے رکھتے ہیں۔ یہ آیت اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [يونس :

۶۹، ۷۰] ”کہہ دے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴾ [القصص : ۶۱] ”تو کیا وہ شخص جسے ہم نے وعدہ دیا اچھا وعدہ، پس وہ اسے ملنے والا ہے، اس شخص کی طرح ہے جسے ہم نے سامان دیا، دنیا کی زندگی کا سامان، پھر قیامت کے دن وہ حاضر کیے جانے والوں سے ہے۔“

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

”لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، اللہ کے پاس سے مہمانی کے طور پر اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہتر ہے۔“

مقصد یہ ہے کہ کفار کے شہروں میں تجارتی کاروبار، ان کی خوشحالی اور مال و دولت کی فراوانی دیکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں کسی قسم کا حزن و ملال نہیں آنا چاہیے اور نہ ان کو ناامیدی کا شکار ہونا چاہیے۔ گو دنیا میں ان کے پاس دولت کے انبار اور رزق کی فراوانی نہ رہی ہوگی، مگر وہ اللہ کے مہمان ہوں گے، جو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اور وہاں ان نیک لوگوں کو جو اجر و صلہ ملے گا وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہوگا جو دنیا میں کافروں کو عارضی طور پر ملتا ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ بان کی ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، آپ اور چٹائی کے درمیان بستر نہیں تھا۔ بان نے آپ کے پہلو پر نشان ڈال دیے تھے۔ آپ چمڑے کے ایک تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس میں چھال بھری ہوئی تھی ...... سو میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ آپ کی امت کو فراخی عطا فرمائے۔ بے شک روم اور فارس والوں کو فراخی دی گئی ہے اور انھیں دنیا دی گئی ہے، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے، آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے (لیکن اب) آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، سو فرمایا: ”اے ابن خطاب! کیا تو بھی ان چیزوں میں رغبت رکھتا ہے؟ بے شک یہ تو وہ لوگ ہیں کہ ان کی بھلائی انھیں اسی دنیا کی زندگی میں جلدی دے دی گئی ہے۔“ [بخاری، کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ...... الخ : ۵۱۹۱]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے (ان کا تذکرہ) سنا اور نہ کسی آدمی کے دل میں ان کا خیال گزرا اور وہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے سامنے وہ چیزیں جن کی تمھیں خبر دی گئی ہے چنداں حیثیت

نہیں رکھتیں۔'' بعدازاں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۷] ''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين ﴾ : ۴۷۷۹، ۴۷۸۰]

معلوم ہوا کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے اور وہ مسلمانوں کے لیے ہے، کافر اس دن جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

''اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ یقیناً ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر بھی جو تمھاری طرف نازل کیا گیا اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اللہ کے لیے عاجزی کرنے والے ہیں، وہ اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں لیتے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کا اجران کے رب کے پاس ہے، بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور جو اس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے، اس پر بھی صحیح صحیح ایمان رکھتے ہیں اور سابقہ آسمانی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع و خضوع، اطاعت و بندگی اور عجز و انکسار کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو بشارتیں ہیں اور آپ کے اوصافِ حمیدہ، آپ کی بعثت اور آپ کی امت کی صفات کا جو ذکر ہے اسے چھپاتے نہیں۔ یہ صفات یہود میں بہت کم تھیں، علمائے یہود میں سے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے ان صفات کے حامل چند لوگ تھے اور ان کی تعداد دس سے زیادہ نہ تھی۔ البتہ عیسائیوں میں سے بہت سے لوگوں نے ایمان قبول کیا، جن میں اصحمہ نجاشی بادشاہ حبشہ بھی شامل تھے۔

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَآ اُنْزِلَ ...... ثَمَنًا قَلِيْلًا : یہ اہل کتاب کے بہترین اور منتخب لوگ ہیں، خواہ یہ یہودی ہوں یا عیسائی، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ مَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۱۳ تا ۱۱۵] ''وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے،

جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ صالحین سے ہیں۔ اور وہ جو نیکی بھی کریں اس میں ان کی بے قدری ہرگز نہیں کی جائے گی اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔" یہ صفات یہودیوں کے بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ علمائے یہود میں سے سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے ان صفات کے حامل چند لوگ ہی تھے اور ان کی تعداد دس سے زیادہ نہ تھی۔ البتہ عیسائیوں میں بہت سے لوگ تھے جنھوں نے حق کو قبول کر کے راہِ ہدایت کو اختیار کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاۗءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [المائدة : ۸۲ تا ۸۵] "یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، سب لوگوں سے زیادہ سخت عداوت رکھنے والے یہود کو اور ان لوگوں کو پائے گا جنھوں نے شریک بنائے ہیں اور یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، ان میں سے دوستی میں سب سے قریب ان کو پائے گا جنھوں نے کہا بے شک ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ بے شک ان میں علماء اور راہب ہیں اور اس لیے کہ بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ (پر) اور اس چیز پر ایمان نہ لائیں جو حق میں سے ہمارے پاس آئی ہے اور یہ طمع نہ رکھیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل کر لے گا۔ تو اللہ نے اس کے بدلے میں جو انھوں نے کہا، انھیں ایسے باغات دیے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔"

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ان کی وفات کی خبر دی اور فرمایا: "تمھارے ایک بھائی (اصحمہ) کا انتقال ہو گیا ہے، لہٰذا اٹھو اور اس کی نماز جنازہ ادا کرو۔" [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب موت النجاشی : ۳۸۷۷۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب فی التکبیر علی الجنازۃ : ۹۵۳]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین قسم کے آدمیوں کو دوگنا اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے: (۱) ایک وہ جو اہل کتاب میں سے تھا، وہ اپنے نبی کے ساتھ بھی ایمان لایا اور پھر

پر بھی ایمان لایا۔'' [بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب فضل من أسلم من أهل الكتابين : ۳۰۱۱۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ : ۱۵۴]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۲۰۰﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرو، تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تین باتوں کی نصیحت کی ہے جو ہر طرح کی سعادت اور نیک بختی کا ذریعہ ہیں، پہلی نصیحت صبر کی ہے کہ بندۂ مومن گناہوں سے اجتناب کرے، مصائب پر صبر کرے اور ان اوامر کے بجا لانے اور نواہی سے اجتناب کرے جن کا اللہ نے حکم دیا اور صبر کی اس صفت پر مداومت اختیار کرے۔ دوسری صفت یہ ہے کہ اللہ کے دین اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے مورچہ بند رہے اور تیسری صفت یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ آخر میں فرمایا کہ کامیابی اور فلاحِ دارین کا یہی ذریعہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا : دشمنوں سے مقابلہ کے لیے جہاد کے مورچوں پر ڈٹے رہنا رباط کہلاتا ہے۔

غزوۂ احد میں بعض مسلمانوں نے اس مورچے کو چھوڑ دیا جہاں رسول اللہ ﷺ نے ان کو متعین کیا تھا، چونکہ ان کی اس نافرمانی کی وجہ سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آخر میں پھر اسی بات پر زور دیا کہ مورچوں پر جمے رہا کرو، آئندہ کبھی مورچوں کو نہ چھوڑنا۔ وہیں رہ کر دشمن کے حملے کو روکو۔ میدانِ جنگ اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو۔ بہت سی احادیث میں اس کی ترغیب اور اس پر بہت زیادہ ثواب ملنے کا بھی ذکر ہے۔ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں ایک دن (سرحدوں پر) پہرا دینا دنیا اور جو کچھ دنیا میں موجود ہے اس سب سے بہتر ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب فضل رباط يوم في سبيل الله وقول الله عزوجل : ﴿ يأيها الذين آمنوا اصبروا ...... الخ ﴾ : ۲۸۹۲]

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں ایک دن اور ایک رات پہرا دینا ایک مہینے کے صیام و قیام سے بہتر ہے اور اگر اس حالت میں مجاہد فوت ہو گیا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جو عمل وہ کیا کرتا تھا اور اس کے مطابق اس کا رزق بھی جاری رہے گا، نیز وہ آزمائش سے بھی محفوظ رہے گا۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الرباط في سبيل الله : ۱۹۱۳]

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر میت کے عمل کو ختم کر دیا جاتا ہے، سوائے اس کے جو اللہ کے راستے میں پہرا دیتے ہوئے فوت ہوا ہو، اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے

بھی محفوظ رہتا ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی فضل الرباط : ۲۵۰۰۔ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل من مات مرابطًا : ۱۶۲۱]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''دو آنکھیں ایسی ہیں کہ جن کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے رو پڑی اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں رات کو پہرا دیتے ہوئے بیدار رہی۔'' [ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل الحرس فی سبیل اللہ : ۱۶۳۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دینار و درہم کا بندہ اور کپڑے کا بندہ تباہ و برباد ہو گیا کہ اگر اسے دیا جائے تو وہ خوش ہو جائے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائے، ایسا شخص تباہ و برباد ہو، پھر تباہ و برباد ہو اور اگر اسے کانٹا چبھے تو نکالا نہ جائے اور اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کے راستے میں پکڑے ہوئے ہو، اس کے سر کے بال بکھرے ہوں اور پاؤں غبار آلود ہوں، اگر اسے پہرے داروں میں رکھا جائے تو وہ پہرے داروں میں رہے اور اگر اسے لشکر کے پچھلے حصے میں رکھا جائے تو وہ پچھلے لوگوں میں رہ جائے اور اگر وہ اجازت طلب کرے تو اسے اجازت نہ دی جائے اور اگر وہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ : ۲۸۸۷]

''مرابطہ'' کے معنی ہیں عبادت میں ہمیشگی کرنا اور ثابت قدمی سے جم جانا۔ احادیث میں تکلیف کے اوقات میں پوری طرح وضو کرنے، مسجد کی طرف چل کر آنے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں وہ عمل نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ تمھاری خطاؤں کو معاف فرما دے اور تمھارے درجات بلند کر دے؟'' صحابہ نے کہا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ہے ایسے اوقات میں اچھی طرح وضو کرنا جب یہ دشوار ہو (مثلاً سخت سردی میں)، مسجدوں کی طرف زیادہ آنا جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا، پس یہی رباط ہے، یہی رباط ہے۔'' [مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل إسباغ الوضوء علی المکاره : ۲۵۱]

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ : یعنی اپنے تمام امور و معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو، سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو اور گناہ کے بعد نیکی کرتے رہو، کیونکہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آوٗ۔'' [ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی معاشرة الناس : ۱۹۸۷]

سورۃ النسآء مدنیۃ
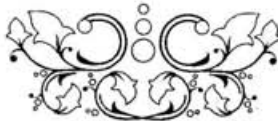
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یہ مدنی سورت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء ایسے زمانے میں نازل ہوئیں جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ (یعنی ام المومنین کی حیثیت سے) [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تألیف القرآن : ٤٩٩٣] اس پر علما کا اتفاق ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شادی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رخصت ہو کر مدینہ میں گئی تھیں

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً ‌ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا ﴿۱﴾

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمام بنی نوع انسان کو، چاہے وہ مومن ہوں یا کافر، یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور دنیا میں رحم کے ذریعے جو رشتہ داریاں قائم ہیں، ان کا خیال رکھیں اور ان اسباب کو بیان کیا ہے جو دونوں کے وجوب ولزوم کا تقاضا کرتے ہیں۔

اللہ سے اس لیے ڈرتے رہنا ہے کہ وہی انسان کا رب ہے، اسی نے اسے پیدا کیا ہے، وہی اسے روزی دیتا ہے، اور اس پر اس کے بے شمار احسانات ہیں۔ اسی نے انسان کو آدم سے پیدا کیا اور آدم ہی کی بائیں پسلی سے اس کی بیوی حوا کو پیدا کیا، تاکہ انسان کی بیوی اس کے مناسب حال ہو، اس کی قربت سے اسے سکون و راحت ملے اور اللہ کی نعمت اس پر تمام ہو۔ اللہ سے اس لیے ڈرتے رہنا ہے کہ آدمی اللہ کا نام لے کر ہی اپنی کوئی حاجت کسی کے سامنے رکھتا ہے۔ وہ

جانتا ہے کہ مسئول کے دل میں اللہ کی کبریائی اور عظمت کا جو تصور ہے، اس کے پیش نظر اس کی مانگ پوری کرے گا۔ اللہ کی اس عظمت و کبریائی کا تقاضا ہے کہ آدمی اس کی عبادت کرے اور اس سے ڈرتا رہے۔

آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ تمھارے احوال و اعمال سے واقف ہے، اس سے ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے، اس لیے آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح گزارے کہ اس کے دل و دماغ میں یہ بات ثبت ہو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میرے تمام اعمال اس کی نگاہ میں ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ : یعنی پوری نوع انسانی آدم علیہ السلام کی نسل سے ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(روزِ محشر) لوگ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے آدم! آپ انسانوں کے باپ ہیں اور آپ کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔‘‘ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ لقد أرسلنا نوحا إلى قومه ﴾ : ۳۳۴۰]

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب خاندان مضر کے لوگ حاضر ہوئے، (وہ افلاس و فقر کی وجہ سے) چیتھڑے پہنے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ آیت پڑھی: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴾ پھر یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ﴾ [الحشر : ۱۸] ’’اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔‘‘ پھر آپ نے صدقے کی ترغیب دی تو لوگ اپنے درہم و دینار، کپڑے، گندم اور کھجور کے صاع (بھر بھر کے) اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے لگے۔ [مسلم، كتاب الزكوة، باب الحث على الصدقة : ۱۰۱۷]

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ﴾ [الأعراف : ۱۸۹] ’’وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ وہ اس کی طرف (جا کر) سکون حاصل کرے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر کا ہوتا ہے، سو اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو اسی طرح فائدہ اٹھاؤ گے کہ اس میں برابر ٹیڑھا پن ہو گا۔‘‘ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ۳۳۳۱، ۵۱۸۴]

قرآن کی آیت سے معلوم ہوا کہ حوا علیہا السلام آدم سے پیدا ہوئیں اور حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ پسلی سے پیدا ہوئیں، اس

کی کیفیت رسول اللہ ﷺ نے بیان نہیں کی۔ بعض لوگ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ عورت میں کچھ ٹیڑھا پن رہتا ہی ہے، اس لیے اسے پسلی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مگر قرآن کے صریح الفاظ کہ آدم سے اس کی بیوی کو پیدا کیا، ان کے ساتھ حدیث ملائیں تو اس کا پسلی سے پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے، ہاں اس کی کجی بھی اپنی جگہ درست ہے۔

وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً : یعنی آدم و حوا علیہما السلام سے بہت سے مرد و عورت پیدا فرمائے اور انھیں مختلف اصناف وصفات اور مختلف رنگ اور بولیاں عطا فرما کر اطراف و اکناف عالم میں پھیلا دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾ [الحجرات : ۱۳] ”اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔“

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ : اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر عموماً انسان ایک دوسرے سے رحم و کرم کی درخواست کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اور اس کی بہت بڑی شان ہے، لہٰذا اس کا واسطہ بھی بہت باعظمت ہے۔ تمام انسانوں کو اس کے واسطے کی قدر کرنی چاہیے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص تم سے اللہ کے واسطے سے پناہ چاہے اسے پناہ دے دو اور جو اللہ کے واسطے سے کچھ مانگے اسے دے دو۔“ [أبو داؤد، كتاب الزكوة، باب عطية من سأل بالله عزوجل : ۱۶۷۲]

وَ الْاَرْحَامَ : فرمایا اور رشتوں کے قطع کرنے سے بھی ڈرو، کیونکہ رشتے کا قطع کرنا بہت بڑا گناہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴾ [محمد : ۲۲، ۲۳] ”پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔ پس انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔“

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رشتے ناتے توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔“ [بخاری، كتاب الأدب، باب إثم القاطع : ۵۹۸۴۔ مسلم، كتاب البر والصلة ، باب صلة الرحم : ۲۵۵۶]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا، جب اللہ تعالیٰ تخلیق سے فارغ ہوا تو رشتے نے کہا، (اے اللہ!) قطع رحمی سے تیری پناہ طلب کرنے کا یہی موقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں، کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ میں اسے ملاؤں جو تجھے ملائے اور اسے توڑ دوں جو تجھے توڑے۔ رشتہ نے کہا، ہاں، اے میرے رب! (میں راضی ہوں)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو بس یہ تیرے لیے ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴾ [محمد : ۲۲] ”پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل

ہی قطع کر دو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من وصل وصله الله : ۵۹۸۷۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم : ۲۵۵۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رحم (یعنی رشتہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی) رحمٰن سے نکلا ہے، اللہ تعالیٰ نے رشتہ سے فرمایا تھا، جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے قطع کرے گا میں اسے قطع کروں گا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من وصل وصله الله : ۵۹۸۸۔ مسلم، کتاب البر و الصلة ، باب صلة الرحم : ۲۵۵۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی موت میں تاخیر ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من بسط له في الرزق لصلة الرحم : ۵۹۸۵۔ مسلم ، کتاب البر و الصلة، باب صلة الرحم : ۲۵۵۷]

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب فضل صلة الرحم : ۵۹۸۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے رشتہ ملاتا ہوں اور وہ مجھ سے رشتہ توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ بردباری سے پیش آتا ہوں جبکہ وہ میرے ساتھ جہالت کا سلوک کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم ایسا کر رہے ہو جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے تو گویا تم ان کے منہ پر گرم راکھ رکھ رہے ہو اور جب تک تم اس حال پر قائم رہو گے ان کے مقابلہ میں تمھارے ساتھ اللہ کی طرف سے ہمیشہ ایک مددگار رہے گا۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب صلة الرحم : ۲۵۵۸]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (قریش سے) صلح تھی، اس زمانہ میں میری ماں اس حالت میں (میرے پاس) آئی کہ اسے اسلام میں کوئی رغبت نہ تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' [بخاری، کتاب الأدب، باب صلة المرأة أمها ولها زوج : ۵۹۷۹]

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا : یعنی بے شک وہ تمھیں دیکھ رہا ہے اور تمھارا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا، سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبریل میں فرمایا: ''اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔'' [بخاری، کتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام ...... الخ : ۸]

وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲

”اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور گندی چیز کو اچھی چیز کے عوض بدل کر نہ لو اور نہ ان کے اموال اپنے مالوں سے ملا کر کھاؤ، یقیناً یہ ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔“

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ : اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یتیم جب بالغ ہو جائیں تو بطور امانت رکھا ہوا ان کا سارا اور پورا پورا مال انھیں دے دیا جائے اس میں ذرا بھی کمی نہ کی جائے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ﴾ [النساء : ٥٨] ”بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأنفال : ٢٧] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو، جبکہ تم جانتے ہو۔“

وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ : یعنی یہ نہ کرو کہ یتیم کے مال سے اچھی (طیب) چیز لے کر اس کی جگہ ردی چیز (خبیث) رکھ دو۔ طیب اور خبیث حلال اور حرام کے معنی میں بھی آتے ہیں۔ بعض نے یہ معنی کیا ہے کہ اپنا حلال مال چھوڑ کر دوسرے کا حرام مال مت کھاؤ۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ ایسے کیا کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا : یعنی ان کے اموال کو ناجائز طور پر کھانے کے لیے اپنے مالوں کے ساتھ مت ملاؤ، ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ [النساء : ١٠] ”بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات مہلک امور سے اجتناب کرو: ① اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ ② جادو ٹونا کرنا۔ ③ بلا جرم کسی کو قتل کرنا۔ ④ سود کھانا۔ ⑤ یتیم کا مال ہڑپ کر جانا۔ ⑥ میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔ ⑦ اور پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔“ [بخاري، كتاب الحدود، باب رمي المحصنات : ٦٨٥٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ٨٩]

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ ۝۳

”اور اگر تم ڈرو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہیں کرو گے تو (اور) عورتوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح

کرلو، دو دو سے اور تین تین سے اور چار چار سے، پھر اگر تم ڈرو کہ عدل نہیں کرو گے تو ایک بیوی سے، یا جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہوں (یعنی لونڈیاں)۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ تم انصاف سے نہ ہٹو۔"

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی : یعنی اے یتیم بچیوں کے اولیاء! اگر تمھیں ڈر ہو کہ ان یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح کر کے ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہ کر سکو گے، مہر کم دو گے یا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کر سکو گے تو ان کے علاوہ دوسری غیر رشتہ دار لڑکیوں سے شادی کر لو، دنیا میں لڑکیوں کی کمی نہیں ہے، اور پھر ایک نہیں چار بیویاں بیک وقت رکھ سکتے ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص کے ہاں یتیم لڑکی تھی، اس شخص نے اس سے نکاح کر لیا، لڑکی کا ایک کھجور کا درخت تھا اور اسی درخت کی وجہ سے وہ اس کو اپنے پاس روکے ہوئے تھا، جبکہ اس لڑکی کو اس کی طرف سے کچھ نہیں ملتا تھا، تو یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی: ﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی ﴾ (راویٔ حدیث ہشام بن یوسف کہتے ہیں) میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ لڑکی اس کھجور میں اور اس کے مال میں اس کی شریک تھی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و إن خفتم ألا تقسطوا فی الیتمٰی ﴾ : ٤٥٧٣]

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت: ﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی ﴾ اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا، بھانجے! یہ اس یتیم بچی کے متعلق ہے جو اپنے ولی کے ہاں پرورش پاتی ہو اور اس کے مال میں شریک ہو (ترکے کی رو سے اس کا حصہ ہو) اب اس کا ولی اس کے مال و جمال کو پسند کرتا ہے اور اس سے نکاح کا خواہاں ہے، اس کے مہر میں انصاف کیے بغیر کہ اسے اتنا مہر دے جتنا کہ دوسرا کوئی شخص دیتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کے ذریعہ سے لوگوں کو روک دیا گیا کہ ان سے نکاح کریں، سوائے اس صورت کے کہ وہ ان سے انصاف کریں اور ان کو دستور کے مطابق پورا مہر ادا کریں، نیز انھیں حکم دیا گیا ہے کہ (ایسی صورت میں) وہ ان کے سوا دوسری عورتوں سے، جو انھیں پسند ہوں، نکاح کر لیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و إن خفتم ألا تقسطوا فی الیتمٰی ﴾ : ٤٥٧٤۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة : ٣٠١٨]

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ : یعنی ان یتیم لڑکیوں کے سوا جن عورتوں سے چاہو شادی کر لو اور اگر تم میں سے کوئی چاہے تو وہ ایک وقت میں دو عورتوں سے اور اگر چاہے تو تین سے، یا اگر چاہے تو چار عورتوں سے نکاح کر لے، چار سے زیادہ نہیں۔ چار سے زیادہ عورتیں نکاح میں ہونے کی صورت میں مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جونسی چار عورتیں پسند کرے، انہیں نکاح میں رکھ لے۔ اس میں یہ شرط نہیں کہ جن سے پہلے نکاح ہوا ہو، انہیں رکھا جائے، یا بعد والیوں کو رکھا جائے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ : یعنی اگر تعدد ازواج کی صورت میں تمھیں اندیشہ ہو کہ

تم ان میں انصاف نہیں کرسکو گے تو اسے ایک عورت پر یا پھر لونڈیوں اور باندیوں پر اکتفا کرنا چاہیے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۲۹] ”اور تم ہرگز نہ کرسکو گے کہ عورتوں کے درمیان برابری کرو، خواہ تم حرص بھی کرو، پس مت جھک جاؤ (ایک کی طرف) مکمل جھک جانا کہ اس (دوسری) کو لٹکائی ہوئی کی طرح چھوڑ دو اور اگر تم اصلاح کرو اور ڈرتے رہو تو بے شک اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

تعدد ازواج کے بعض منکرین نے قرآن کی آیت: ﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ﴾ سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ نے خود نفی کر دی ہے کہ کوئی آدمی عدل و انصاف نہیں کرسکتا، لیکن انھوں نے اس آیت کا اس کے بعد کا حصہ قصداً چھوڑ دیا، اللہ نے فرمایا: ﴿ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ﴾ ”پس مت جھک جاؤ (ایک کی طرف) مکمل جھک جانا کہ اس (دوسری) کو لٹکائی ہوئی کی طرح چھوڑ دو۔“

معلوم ہوا کہ اگر کسی ایک کی طرف پوری طرح جھکاؤ نہ ہو تو جائز ہے، زیادہ بیویاں ہمارے نبی اور اصحاب کی سنت ہے۔ بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے، ہر بیوی کی باری مقرر کی جائے اور سفر میں جائے تو قرعہ اندازی کرے، جس کے نام قرعہ نکلے اس کو ساتھ لے جائے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے مابین قرعہ اندازی فرماتے، جس کا قرعہ نکلتا اس کو اپنے ساتھ لے جاتے اور آپ ہر بیوی کی باری ایک دن اور ایک رات مقرر فرمایا کرتے۔ [بخاری، کتاب الھبة، باب ھبة المرأة لغیر زوجھا : ۲۵۹۳]

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا : یعنی اگر کسی کو خوف ہے کہ وہ اتنا عدل بھی نہیں کرسکتا جتنا واجب ہے، یعنی رات گزارنے اور نان و نفقہ میں برابری کرنا، کیونکہ دلی محبت اور میلان میں تو برابری ممکن ہی نہیں، تو ایک بیوی رکھے یا لونڈیاں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ تم انصاف سے نہ ہٹو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت : ﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴾ اس کا معنی یہ بیان کیا ہے: ”اس طرح تم ظلم نہیں کرو گے۔“ [ابن حبان : ۴۰۲۹]

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ④

”اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دو، پھر اگر وہ اس میں سے کوئی چیز تمھارے لیے چھوڑنے پر دل سے خوش ہو جائیں تو اسے کھالو، اس حال میں کہ مزے دار، خوشگوار ہے۔“

زمانۂ جاہلیت میں لوگ عورتوں کا مہر خود لے لیتے تھے اور انھیں کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسی فعل شنیع کی تردید کی اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ شادی کے وقت عورتوں کا مہر ضرور متعین کریں اور ان کا حق ان کو ضرور

دیں۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر بیوی خوش دلی کے ساتھ مہر کا کچھ حصہ شوہر کو دے دے، تو اس کے لیے اس کا استعمال جائز ہوگا، لیکن اگر شوہر کی بداخلاقی یا برے برتاؤ کے ڈر سے ایسا کرتی ہے اور شوہر اسے قبول کر لیتا ہے تو یہ قرآنی تعلیم کی خلاف ورزی ہوگی۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء : ۲۰] ''اور اگر تم کسی بیوی کی جگہ اور بیوی بدل کر لانے کا ارادہ کرو اور تم ان میں سے کسی کو ایک خزانہ دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح گناہ کر کے لو گے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ''اسے کچھ دو۔'' تو انھوں نے کہا، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''تیری حطمی زرع کہاں ہے؟'' [أبو داوٗد، کتاب النکاح، باب فی الرجل یدخل بامرأته قبل أن ینقدها : ۲۱۲۵]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا: ''نکاح کر، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی دے کر۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب المهر بالعروض : ۵۱۵۰]

ابوسلمہ بن عبد الرحمن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا حق مہر کیا تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ بارہ اوقیہ اور ایک نش۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، جانتے ہو نش کتنا ہوتا ہے؟ ابوسلمہ نے کہا، نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، نصف اوقیہ اور یہ سارا (یعنی ساڑے بارہ اوقیہ) پانچ سو درہم بنتا ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا حق مہر تھا۔ [مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق : ۱۴۲۶]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''تم عورتوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہنا، کیونکہ تم نے انھیں اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور انھیں اللہ کے کلمہ کے ذریعے اپنے لیے حلال کیا ہے اور تمھارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمھارے بستروں پر (یعنی تمھارے گھروں میں) کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جنھیں تم ناپسند کرو...... اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم انھیں معروف طریقے کے مطابق کھانا اور لباس مہیا کرو۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸]

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ

وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

’’اور بے سمجھوں کو اپنے مال نہ دو، جو اللہ نے تمھارے قائم رہنے کا ذریعہ بنائے ہیں اور انھیں ان میں سے کھانے کے لیے دو اور انھیں پہننے کے لیے دو اور ان سے اچھی بات کہو۔ اور یتیموں کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان سے کچھ سمجھداری معلوم کرو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے انھیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ اور جو غنی ہو تو وہ بہت بچے اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھالے، پھر جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ بے عقلوں کو اپنے مال میں تصرف کرنے دیا جائے، کیونکہ مال لوگوں کے لیے سبب معیشت ہے، بے عقلوں پر مال میں تصرف کرنے کی پابندی اسی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ پابندی کئی اسباب سے لگتی ہے، کبھی کم سنی کی وجہ سے، کبھی جنون کی وجہ سے، کبھی کم عقلی اور بے دینی کی وجہ سے اور کبھی افلاس کے سبب۔ یہ پابندی ایسے شخص پر بھی لاگو ہوگی جس پر بہت زیادہ قرض چڑھ گیا ہو، تاکہ اس کا مال بیچ کر اس کے قرض داروں کا قرض ادا کیا جا سکے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ : سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تین آدمی ایسے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول نہیں فرماتے، ایک وہ آدمی جس کی بیوی برے اخلاق والی (یعنی بے حیا) ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے، دوسرا وہ شخص جس نے کسی کو قرض دیا اور اس پر کسی کو گواہ نہ بنایا (یعنی اگر فتنہ و فساد کا خطرہ ہو تو گواہ بنانا ضروری ہے) اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی بے وقوف و بے سمجھ آدمی کو اس کا مال دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ ﴾ [النساء : ۵] ’’اور بے سمجھ کو اپنا مال نہ دو۔‘‘

[السنن الكبرىٰ للبيهقي : ۱۰/۱۴۶، ح : ۲۰۵۱۷۔ مستدرك الحاكم : ۳۰۲/۲، ح : ۳۱۸۱]

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ : بلوغت کی ایک نشانی احتلام ہے، یعنی وہ ایسا خواب دیکھنے لگے جس سے اس ٹپکنے والے پانی کا انزال ہو جائے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (بلوغت کے سلسلے میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یہ یاد رکھا ہے کہ احتلام کے بعد یتیمی نہیں اور دن سے لے کر رات تک خاموشی نہیں۔ [أبو داوٗد، كتاب الوصايا، باب ما جاء متى ينقطع اليتم : ۲۸۷۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تین شخص مرفوع القلم ہیں: ① بچہ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو

جائے۔ ② سویا ہوا یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے اور ③ مجنون یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے۔" [مستدرك حاكم : ۵۹/۲، ح : ۲۳۵۰۔ ابن حبان : ۳۵۵/۱، ح : ۱۴۲]

بعض کے نزدیک بلوغت کی ایک نشانی عمر کا پندرہ سال ہو جانا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جنگ کرنے کے لیے خوب جانچا پرکھا (مگر) میری عمر اس وقت چودہ سال تھی تو آپ نے مجھے اجازت نہ دی، پھر جب خندق کے لیے میرا جائزہ لیا گیا تو اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی، چنانچہ آپ نے مجھے اجازت عطا فرما دی۔ نافع رحمہ اللہ نے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو جب یہ حدیث پہنچائی تو انھوں نے کہا کہ بچے اور بڑے میں یہی فرق ہے۔[بخاری، کتاب الشهادات، باب بلوغ الصبيان وشهادتهم : ۲۶۶۴۔ مسلم، كتاب الإمارة ، باب بيان سن البلوغ : ۱۸۶۸]

اسی طرح بلوغت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ زیر ناف بال اگ آئیں، سیدنا عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریظہ کے دن ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو جس کے (زیر ناف) بال اگے تھے، اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے بال نہیں اگے تھے، اس کو قتل نہیں کیا گیا تھا، میں ان میں سے تھا جن کے بال ابھی نہیں اگے تھے، لہٰذا مجھے چھوڑ دیا گیا۔[مسند أحمد : ۳۱۰/۴، ح : ۱۸۸۰۱۔ أبو داؤد، کتاب الحدود، باب في الغلام يصيب الحد : ۴۴۰۴۔ ترمذی، کتاب السير ، باب ما جاء في النزول على الحكم : ۱۵۸۴]

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ : جانا پہچانا طریقہ یہی ہے کہ اس کے اموال کی نگرانی کی اجرت جو معروف ہے لے لے، دوسرا یہ کہ کم از کم جس سے اس کی ضرورت پوری ہو سکے لے لے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت : ﴿ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ یتیم کے مال کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اگر ولی نادار اور حاجت مند ہو تو وہ مناسب طور پر بقدر خدمت (یتیم کے مال میں سے) کچھ لے لے (بشرطیکہ نیت میں فساد نہ ہو)۔[بخاری، کتاب التفسير ، باب ﴿ ومن كان فقيرًا فليأكل بالمعروف ...... الخ ﴾ : ۴۵۷۵]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ میرے پاس مال نہیں ہے، ہاں البتہ میرے پاس ایک یتیم (کا مال) ہے؟ آپ نے فرمایا: "تم اپنے (زیر پرورش) یتیم کے مال سے کھا سکتے ہو، بشرطیکہ اسراف و تبذیر نہ ہو اور نہ تم مال کو جمع کرو اور نہ اس کے مال کے بجائے اپنے مال کو بچاؤ۔" حسین (راوی) کو شک ہے کہ یا آپ نے یہ فرمایا: "اپنا مال (بچا کر) رکھتے ہوئے اس کا مال خرچ مت کرو۔" [مسند أحمد : ۲۱۵/۲، ۲۱۶، ح : ۷۰۳۹]

فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ : یتیم کے متولی یا وصی کو حکم ہے کہ گواہوں کے رو برو مال

واپس کرے، تاکہ کل کو اس پر کوئی الزام نہ آئے۔ اس آیت میں اللہ نے گواہیوں کی تعداد مقرر نہیں کی، البتہ دوسرے مواقع پر اللہ تعالیٰ نے گواہوں کی تعداد دو مقرر کی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ﴾ [البقرۃ : ۲۸۲] ''اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کو گواہ بنا لو، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنھیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو (اس لیے) کہ دونوں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ﴾ [الطلاق : ۲] ''پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انھیں اچھے طریقے سے روک لو، یا اچھے طریقے سے ان سے جدا ہو جاؤ اور اپنوں میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنا لو اور شہادت اللہ کے لیے قائم کرو۔''

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا : یعنی اگر تم نے یتیم کے مال سے کچھ رکھ لیا اور گواہ وغیرہ تمھاری خیانت کو نہ پکڑ سکے تو یہ نہ سمجھ لینا کہ تم عذاب الٰہی سے بچ جاؤ گے۔ تمھاری ہر خیانت اس کے علم میں ہوگی اور وہ تم سے اس کا مؤاخذہ کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٤٧] ''اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔''

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوذر! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور ہو، سو میں تمھارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمیوں پر بھی ہرگز امیر نہ بننا اور نہ یتیم کے مال کا والی بننا۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب كراهة الإمارة بغير ضرورة : ١٨٢٦]

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۷ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۸

''مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اس میں سے جو اس (مال) سے تھوڑا ہو یا بہت، اس حال میں کہ مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔ اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔''

یتیموں کے مال کا حکم بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے میراث کے احکام اور ورثا کے درمیان اس کی تقسیم کی

کیفیت بیان کرنا شروع کی ہے۔ آیت میں عورتوں کا نام مستقل طور پر لینے سے مقصود زمانۂ جاہلیت کی اس قبیح رسم کی تردید ہے کہ وہ لوگ عورتوں اور بچوں کو وراثت میں سے حصہ نہیں دیتے تھے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے حصوں میں فرق ہے۔

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا : فرمایا کہ جب میراث کی تقسیم کے وقت ایسے رشتہ دار آ جائیں جو وارث نہیں ہیں اور یتیم اور محتاج ہیں تو مال تقسیم کرنے سے پہلے بطور صدقہ اور ان کا دل رکھنے کے لیے انھیں کچھ مال دے دینا چاہیے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲٦] ''اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ١ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴾ [النساء : ۳٦] ''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر (کے ساتھ) اور (ان کے ساتھ بھی) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا، شیخی مارنے والا ہو۔''

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ حکم ''فرائض'' یعنی وارثوں کے حصے مقرر ہونے سے پہلے تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لیے اب بخشش نہیں ہے۔ اب صدقہ و خیرات میت کی وصیت ہی سے ہو سکتا ہے، لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ ﴾ محکم ہے، منسوخ نہیں اور وارثوں کو حکم ہے کہ تقسیم ترکہ کے وقت رشتہ داروں سے صلہ رحمی کریں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و إذا حضر القسمة أولوا القربٰی ...... ﴾ : ٤٥٧٦]

وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ١۪ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۝۹

''اور لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اپنے پیچھے اگر کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے متعلق ڈرتے، پس لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔''

یہ حکم میت کی وصیت سن کر نافذ کرنے والوں کو ہے اور ان لوگوں کو بھی جو یتیموں کے سرپرست اور وصی مقرر ہوں۔ ان سب کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے میت کی اولاد اور یتیموں کے مفاد کا اسی طرح خیال رکھیں

جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد ان کی چھوٹی اور بے بس اولاد کے مفاد کا خیال رکھا جائے۔ لہٰذا انھیں یتیموں سے بہتر سلوک کرنا چاہیے اور ان کی عمدہ سے عمدہ تعلیم و تربیت کرنی چاہیے۔

عامر بن سعد رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو انھوں نے عرض کی کہ میں کافی تکلیف میں ہوں اور بہت مال دار ہوں، جبکہ میری ایک ہی بیٹی ہے تو کیا میں اپنے مال کا دو تہائی حصہ صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انھوں نے عرض کی، کیا میں اس کا نصف صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انھوں نے عرض کی، ایک تہائی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! ایک تہائی صدقہ کر سکتے ہو اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے، کیونکہ تم اپنے وارثوں کو دولت مند چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم انھیں فقیر چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب حجة الوداع : ۴۴۰۹۔ مسلم، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث : ۱۶۲۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه : ۱۳۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على من خصال الإيمان أن تحب لأخيه المسلم ما تحب لنفسه : ۴۵]

إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ؑ ﴿۱۰﴾

ع ۱۲

''بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔''

اس آیت میں یتیموں کے مال کی حفاظت کی مزید تاکید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وارث یا ولی یا حاکم کوئی بھی اگر یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتا ہے تو وہ گویا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے اور قیامت کے دن اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات تباہ کن چیزوں سے اجتناب کرو۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، اس نفس کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاکدامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاري، كتاب الحدود، باب رمي المحصنٰت : ۶۸۵۷۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ۸۹]

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ

مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

’’اللہ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں تاکیدی حکم دیتا ہے، مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر حصہ ہے، پھر اگر وہ دو سے زیادہ عورتیں (ہی) ہوں، تو ان کے لیے اس کا دو تہائی ہے جو اس نے چھوڑا اور اگر ایک عورت ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔ اور اس کے ماں باپ کے لیے، ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کا چھٹا حصہ ہے، جو اس نے چھوڑا، اگر اس کی کوئی اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے، پھر اگر اس کے (ایک سے زیادہ) بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے، اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائے، یا قرض (کے بعد)۔ تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ان میں سے کون فائدہ پہنچانے میں تم سے زیادہ قریب ہے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ حصے ہیں، بے شک اللہ ہمیشہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

اس آیت میں سب سے پہلے اولاد کے حصوں کا ذکر کیا گیا اور اس میں یہ کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر لڑکے کا حصہ لڑکی سے دگنا ہوگا، یہ اس لیے کہ اسلام نے معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ مرد پر ڈالا اور عورت کو اس سے سبکدوش کر دیا ہے اور جب مرد کمانے کے قابل نہیں رہتا مثلاً باپ، دادا وغیرہ تو اس کا حصہ عورت یعنی ماں، دادی وغیرہ کے برابر ہوتا ہے۔ اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہوں، پھر اگر ایک لڑکی ہو تو اسے آدھا ترکہ ملے گا اور باپ کو چھٹا حصہ اور ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور لڑکیاں اگر دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو انھیں کل مال کا دو تہائی ملے گا اور باپ کو دوسرا چھٹا حصہ عاصب ہونے کی حیثیت سے ملے گا۔ اگر ورثہ میں صرف باپ اور ماں ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا اور باقی مال باپ کو ملے گا اور اگر باپ اور ماں کے ساتھ شوہر یا بیوی ہو، تو شوہر آدھا مال لے گا اور بیوی کو چوتھائی اور ماں کو باقی مال کا تیسرا حصہ ملے گا۔ باپ اور ماں کی تیسری حالت یہ ہے کہ ان دونوں کے ساتھ بھائی بھی ہوں، چاہے سگے، یا باپ کی طرف سے، یا ماں کی طرف سے، تو بھائیوں کو باپ کی موجودگی میں کچھ بھی نہیں ملے گا، لیکن ایسی حالت میں ماں کو تہائی مال کے بجائے چھٹا حصہ ملے گا۔ تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ قرض کی ادائیگی وصیت کی تنفیذ پر مقدم ہے۔ آیت میں وصیت کو اس لیے مقدم رکھا گیا ہے، تاکہ لوگ اس کی تنفیذ میں سستی نہ کریں اور یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تنفیذ کے بعد ہی وراثت کی تقسیم ہوگی۔ آگے فرمایا کہ میراث کے یہ حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیے ہیں

اور وہی حکمتوں کو زیادہ بہتر جانتا ہے، تم نہیں جانتے کہ ورثا میں سے کون تمھارے لیے زیادہ نفع بخش ہے۔ اگر وراثت کی تقسیم تمھارے اوپر چھوڑ دی جاتی تو تم بغیر حکمت جانے اس کی تقسیم کرتے، جو تمھارے لیے اور ورثا کے لیے کسی طرح بھی مناسب نہ ہوتا۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیدل چلتے ہوئے بنو سلمہ میں آ کر میری عیادت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت تشریف لائے میں بے ہوش تھا۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور مجھ پر پانی کے چھینٹے مارے، جس سے میں ہوش میں آ گیا، تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے مال کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ﴾ ''اللہ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں تاکیدی حکم دیتا ہے، مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر حصہ ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ یوصیکم اللہ فی أولادکم ﴾ : ٤٥٧٧۔ مسلم، کتاب الفرائض، باب میراث الکلالۃ : ١٦١٦/٦]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنی دو بیٹیاں، جو سعد رضی اللہ عنہ ہی سے تھیں، لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی، اے اللہ کے رسول! یہ سعد بن ربیع کی دو لڑکیاں ہیں، ان کا باپ آپ کی معیت میں احد کے میدان میں شہید ہو گیا ہے اور ان کے چچا نے ان کے مال کو لے لیا ہے اور ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا اور جب ان کے پاس مال نہیں ہوگا تو ان سے نکاح کون کرے گا؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے سن کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمائے گا۔'' تو راوی کا بیان ہے کہ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیتِ میراث کو نازل فرما دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں لڑکیوں کے چچا کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو اور جو بچ جائے وہ تمھارے لیے ہے۔ [مسند أحمد : ٣٥٢/٣، ح : ١٤٨١٠۔ أبو داوٗد، کتاب الفرائض، باب ما جاء فی میراث الصلب : ٢٨٩١۔ ترمذی، کتاب الفرائض، باب ما جاء فی میراث البنات : ٢٠٩٢]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مال اولاد کے لیے تھا اور وصیت والدین کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جس کو چاہا منسوخ کر دیا اور لڑکے کے حصے کو دو لڑکیوں کے حصے کے برابر قرار دے دیا اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا اور تیسرا حصہ مقرر کیا، بیوی کے لیے آٹھواں اور چوتھا حصہ اور شوہر کے لیے نصف اور چوتھا حصہ۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ ولکم نصف ما ترک أزواجکم ﴾ : ٤٥٧٨]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس مسئلہ میں وہی فیصلہ کروں گا جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، بیٹی کو نصف ملے گا، پوتی کو چھٹا حصہ، تا کہ دو تہائی پورا ہو جائے اور باقی بہن کو ملے گا۔ [بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابنۃ ابن مع ابنۃ : ٦٧٣٦]

وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ؕ﴿۱۲﴾

”اور تمھارے لیے اس کا نصف ہے جو تمھاری بیویاں چھوڑ جائیں، اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو تمھارے لیے اس میں سے چوتھا حصہ ہے، جو انھوں نے چھوڑا، اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں، یا قرض (کے بعد)۔ اور ان کے لیے اس میں سے چوتھا حصہ ہے جو تم چھوڑ جاؤ، اگر تمھاری کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمھاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لیے اس میں سے آٹھواں حصہ ہے جو تم نے چھوڑا، اس وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ، یا قرض (کے بعد)۔ اور اگر کوئی مرد، جس کا ورثہ لیا جا رہا ہے، ایسا ہے جس کا نہ ماں باپ ہو نہ اولاد، یا ایسی عورت ہے اور اس کا ایک بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں حصے دار ہیں، اس وصیت کے بعد جو کی جائے، یا قرض (کے بعد)، اس طرح کہ کسی کا نقصان نہ کیا گیا ہو۔ اللہ کی طرف سے تاکیدی حکم ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، نہایت بردبار ہے۔“

اللہ نے شوہروں کو خطاب کر کے فرمایا کہ اگر تمھاری بیویاں مال چھوڑ کر مریں اور ان کی کوئی اولاد نہ ہو تو تمھیں آدھا مال ملے گا اور اگر ان کی کوئی اولاد ہوگی تو تمھیں چوتھا حصہ ملے گا لیکن وراثت کی یہ تقسیم قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تنفیذ کے بعد ہی ہوگی۔ اور اگر تمھاری کوئی اولاد نہ ہو تو تمھارے ترکہ کا تمھاری بیویوں کو چوتھا حصہ ملے گا اور اگر تمھاری کوئی اولاد ہوگی، تو انھیں تمھارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا اور یہ ترکہ انھیں قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تنفیذ کے بعد ہی ملے گا۔ اگر کوئی ایسا مرد یا عورت مر جائے، جس کا نہ باپ ہو نہ دادا اور نہ کوئی لڑکا، نہ پوتا نہ پڑپوتا، نہ کوئی لڑکی، نہ پوتی نہ پڑپوتی، اور ماں کی طرف سے اس کا کوئی بھائی یا بہن ہو، تو دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی مال میں شریک ہوں گے اور یہ ترکہ انھیں قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تنفیذ کے بعد ہی ملے گا۔ قرآن کی اصطلاح میں ”کلالہ“ اس آدمی کو کہتے ہیں جس کی نہ کوئی اولاد ہو اور نہ باپ موجود ہو۔ یعنی لفظ

''کلالہ'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میت کی شاخیں (یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا اور پڑپوتی وغیرہ) اور اس کے مذکر اصول (یعنی باپ، دادا اور پڑدادا وغیرہ) ماں کی اولاد جو پہلے شوہر سے ہو، اس کو ساقط کر دیتے ہیں۔

اسود بن یزید کہتے ہیں، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے پاس یمن میں معلم اور امیر بن کر تشریف لائے تو ہم نے ان سے اس شخص کے (ورثہ کے) متعلق دریافت کیا جس نے مرتے وقت ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑی ہے، تو انھوں نے بیٹی کو نصف دیا اور بہن کو بھی نصف دیا۔ [بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث البنات : ٦٧٣٤]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ماں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی (یا نانی) کا چھٹا حصہ مقرر فرمایا۔ [أبو داوٗد، کتاب الفرائض، باب فی الجدة : ٢٨٩٥]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حصہ داروں کے حصے ادا کرو، پھر جو کچھ بچے وہ قریب ترین مرد رشتہ دار کا ہے۔'' [بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولد من أبیه و أمه : ٦٧٣٢۔ مسلم، کتاب الفرائض، باب الحقوا الفرائض بأهلها : ١٦١٥]

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر : ٦٧٦٤]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار ہو گیا اور موت کے قریب پہنچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے پاس بہت مال ہے اور میرا کوئی وارث بھی نہیں، سوائے ایک بیٹی کے، تو کیا میں اپنا پورا مال (اللہ کے نام پر) دے دوں؟ فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے عرض کی، نصف دے دوں؟ فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے کہا، تہائی دے دوں؟ فرمایا: ''تہائی دے دو، لیکن یہ بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنی اولاد کو مال دار چھوڑ جاؤ تو یہ بہتر ہے، بہ نسبت اس کے کہ تم انھیں محتاج چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں۔ بے شک جو مال بھی تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرو گے اس پر تمھیں اجر دیا جائے گا، حتیٰ کہ اس نوالے پر بھی تمھیں اجر دیا جائے گا، جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔'' [بخاری، کتاب الوصایا، باب أن یترك ورثته أغنیاء : ٢٧٤٢۔ مسلم، کتاب الوصیة، باب الوصیة بالثلث : ١٦٢٨]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے، لہٰذا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیة للوارث : ٢٨٧٠۔ ابن ماجه، کتاب الوصایا، باب لا وصیة لوارث : ٢٧١٣]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی مسلمان کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنی کسی چیز کے متعلق وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر وہ دو راتیں بھی اس حالت میں گزار دے کہ اس کے پاس وصیت تحریری

شکل میں موجود نہ ہو۔‘‘ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے تو میں نے ایک رات بھی ایسی نہیں گزاری کہ میری وصیت میرے پاس نہ ہو۔ [بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا : ۲۷۳۸۔ مسلم، کتاب الوصیة، باب وصیة الرجل مکتوبة عنده : ۱۶۲۷/۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مومن کی جان اس کے قرضے سے لٹکی رہتی ہے، جب تک کہ وہ اس کی طرف ادا نہ کر دیا جائے۔‘‘ [ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء أن نفس المؤمن معلقة : ۱۰۷۸۔ مسند أحمد : ۴۴۰/۲، ح : ۹۶۹۲]

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

’’یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔‘‘

یعنی یہ وہ حصے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے وارثوں کے لیے ان کی میت سے قرابت اور ان کی ضروریات و حاجات کے مطابق مقرر فرما دیے ہیں، تو یہ احکام اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو اور جو شخص وراثت کی تقسیم اور دیگر امور میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہاں نہ انھیں موت لاحق ہوگی اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے اور جو اللہ کی ان حدود سے تجاوز کرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک شخص ستر سال تک نیک لوگوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے، لیکن آخر میں جب وہ وصیت کرتا ہے تو وصیت میں ظلم سے کام لیتا ہے، چنانچہ اس کے اس برے کام پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے یہ جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص ستر سال تک برے لوگوں جیسے عمل کرتا ہے لیکن آخر میں اپنی وصیت میں عدل سے کام لیتا ہے تو اس کے اس نیک عمل پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور یہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔‘‘ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو یہ فرمان باری تعالیٰ پڑھ لو: ﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ

اللہَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [مسند أحمد : ۲۷۸/۲، ح : ۷۷٦۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے کام کرتے رہتے ہیں اور جب انھیں موت آتی ہے تو یہ وصیت میں کمی بیشی کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے لیے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔'' راوی کا بیان ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان آیات کی تلاوت فرمانے لگے : ﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ﴾ یہاں تک کہ آپ ﴿ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [النساء : ۱۲، ۱۳] تک پہنچ گئے۔ [أبو داؤد، کتاب الوصایا ، باب ما جاء فی کراهية الإضرار فی الوصية : ۲۸٦۷۔ ترمذی، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الضرار فی الوصية : ۲۱۱۷]

وَ الّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾

''اور تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں، ان پر اپنے میں سے چار مرد گواہ طلب کرو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو انھیں گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ انھیں موت اٹھا لے جائے، یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ بنا دے۔''

گزشتہ آیات میں عورتوں کے ساتھ احسان، ان کے مہر ادا کرنے اور مردوں کے ساتھ ان کو وراثت میں شریک قرار دے کر ان کے حقوق کی حفاظت کا بیان تھا۔ اب یہاں سے عورتوں کی تادیب اور ان پر سختی کا بیان ہے، تاکہ عورت اپنے آپ کو بالکل ہی آزاد نہ سمجھے۔

اس آیت میں زنا کار عورتوں کی سزا بیان کی کہ زنا شہادت سے ثابت ہو جائے تو انھیں تا عمر گھر میں محبوس رکھا جائے، یہاں تک کہ وہ مر جائیں، یا اللہ ان کے بارے میں کوئی دوسرا حکم نازل فرما دے۔ اسلام میں زنا کار عورتوں کے لیے یہ پہلی سزا ہے جو بعد میں حد زنا نازل ہونے سے منسوخ ہو گئی۔ سورۂ نور میں جو سو کوڑوں کی سزا نازل ہوئی ہے یہاں ''سَبِيْلًا'' سے اسی طرف اشارہ ہے۔

فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ : اثبات زنا کے لیے چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے، گویا جس طرح زنا کی سزا سخت مقرر کی گئی ہے، اسی طرح اس کے اثبات کے لیے گواہوں کی بھی کڑی شرط عائد کر دی گئی ہے یعنی چار مسلمان مرد عینی گواہ، اس کے بغیر شرعی سزا کا اثبات ممکن نہیں ہوگا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [النور : ٤] ''اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان لوگ ہیں۔''

اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا : سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو وہ آپ پر اثر انداز ہوتی تھی، آپ اس سے تکلیف محسوس کرتے اور آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جایا کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دن آپ پر وحی نازل فرمائی اور جب کیفیت وحی ختم ہو گئی تو آپ نے فرمایا: ''مجھ سے (احکام دین) سیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے سبیل پیدا فرما دی ہے، اگر شادی شدہ مرد، شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کرے تو (اس کی سزا) سو کوڑے اور پتھروں کے ساتھ رجم کرنا ہے اور کنوارا بدکاری کرے تو (اس کی سزا) سو کوڑے ہیں، پھر ایک سال کے لیے جلاوطنی ہے۔'' [مسند أحمد : ۳۱۸/۵، ح : ۲۲۷۸۱، مسلم : ۱٤۹۰]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے احکام سیکھ لو، مجھ سے احکام سیکھ لو، مجھ سے احکام سیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے سبیل پیدا فرما دی ہے، (وہ یہ کہ) کنوارا کنواری کے ساتھ بدکاری کرے تو اس کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ بدکاری کرے تو ان (میں سے ہر ایک) کے لیے سو کوڑے اور رجم کی سزا ہے۔'' [مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنی : ۱٦۹۰]

وَ الَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾

''اور وہ دونوں جو تم میں سے اس کا ارتکاب کریں سو ان دونوں کو ایذا دو، پھر اگر دونوں توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو ان سے خیال ہٹا لو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بے حد توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت میں زانی مرد اور زناکار عورت کے متعلق یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کو اذیت دی جائے اور ذلیل کیا جائے حتیٰ کہ تائب ہو جائیں، یہ سزا پہلی سزا کے ساتھ ہی ہے۔ بعد میں یہ دونوں سزائیں منسوخ ہو گئیں۔

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا : بعض نے اس سے اغلام بازی مراد لی یعنی عمل لواطت، دو مردوں کا آپس میں بدفعلی کرنا اور بعض نے اس سے باکرہ مرد و عورت مراد لیے ہیں، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنھیں تم قوم لوط کا سا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔'' [أبو داؤد، کتاب الحدود، باب فیمن عمل عمل قوم لوط : ٤٤٦٢۔ ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی : ۱٤٥٦۔ ابن ماجه، کتاب الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط : ۲٥٦۱]

فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کی باندی بدکاری کرے اور اس کا زنا واضح ہو جائے تو وہ اسے حد لگا دے اور پھر اسے عار نہ دلائے۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب بیع المدبر : ۲۲۳٤۔ مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیهود ...... الخ : ۱۷۰۳]

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾

’’توبہ (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو جہالت سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جاتی ہے تو وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کر لی اور نہ ان کی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں، یہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ بندہ کی توبہ کب قبول ہوتی ہے اور کب رد کر دی جاتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو کوئی نادانی اور بے وقوفی میں کسی گناہ کا ارتکاب کر لے اور پھر جلد ہی اس پر نادم ہو اور اللہ کے حضور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ ضرور قبول کرتا ہے، لیکن جو آدمی گناہ پر گناہ کرتا رہتا ہے اور اپنے گناہوں پر کبھی نادم نہیں ہوتا، اور جب اس کی آنکھوں کو موت نظر آنے لگتی ہے اور زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے اللہ! میں توبہ کرتا ہوں، تو ایسی توبہ کی اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب فرعون نے اپنی آنکھوں سے موت کو دیکھ لیا اور کہا کہ میں اس اللہ پر ایمان لایا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور اعلان کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے اسے جواب دیا کہ اب تک تو تم نافرمانی کرتے رہے ہو اور زمین میں فساد پھیلاتے رہے ہو اور اب جب موت نے آ دبوچا ہے تو ایمان کا اعلان کرتے ہو، اب تمھاری توبہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۵] ’’اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔‘‘

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ : یعنی ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ

يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ٨٤، ٨٥] ”پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔“ اور فرمایا:

﴿ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ﴾ [الأنعام : ١٥٨] ”جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ کو اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک کہ موت کے وقت روح حلق تک نہ پہنچ جائے۔“ [مسند أحمد : ٢/١٣٢، ح : ٦١٦٥۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب أن الله يقبل توبة العبد ما لم يغرغر : ٣٥٣٧]

وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔“ یا آپ نے فرمایا: ”اپنے بندے کو معاف فرما دیتا ہے جب تک حجاب واقع نہ ہو۔“ عرض کی گئی کہ وقوع حجاب سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ جب جان نکلے تو وہ مشرک ہو۔“ [مسند أحمد : ٥/١٧٤، ح : ٢١٥٧٨۔ ابن حبان : ٦٢٧۔ مستدرك حاكم : ٤/٢٥٧، ح : ٧٦٦٠]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے لیے حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ انھیں اس لیے روک رکھو کہ تم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو، مگر اس صورت میں کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو، پھر اگر تم انھیں ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا : اسلام سے قبل عورت پر ایک ظلم یہ بھی ہوتا تھا کہ شوہر کے مر جانے پر اس کے گھر کے لوگ اس کے مال کی طرح اس کی عورت کے بھی وارث بن بیٹھتے تھے اور خود اپنی مرضی سے، اس کی رضامندی کے بغیر اس سے نکاح کر لیتے یا اپنے بھائی، بھتیجے وغیرہ سے اس کا نکاح کر دیتے، حتیٰ کہ سوتیلا بیٹا تک بھی

اپنے مرنے والے باپ کی عورت سے نکاح کر لیتا، یا اگر چاہتے تو اسے کسی بھی جگہ نکاح کرنے کی اجازت نہ دیتے اور وہ ساری عمر یوں ہی گزارنے پر مجبور ہوتی۔ اسلام نے ظلم کے ان تمام طریقوں سے منع فرما دیا، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کے وارث اس کی بیوی کے زیادہ حق دار ہوتے تھے، اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس سے خود نکاح کر لیتا تھا اور اگر وہ چاہتے تو کسی دوسرے سے نکاح کر دیا کرتے تھے اور اگر وہ چاہتے تو کسی سے بھی نکاح نہ کرتے۔ الغرض وہ اس کے اس کے گھر والوں سے زیادہ حق دار بن جاتے تھے، چنانچہ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ﴾ ”اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! تمھارے لیے حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لا يحل لكم أن ترثوا النساء كرها ...... الخ ﴾ : ۴۵۷۹]

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ : عورت پر ایک ظلم یہ بھی کیا جاتا تھا کہ اگر خاوند کو وہ پسند نہ ہوتی اور وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تو از خود اس کو طلاق نہ دیتا، بلکہ اسے خوب تنگ کرتا، تاکہ وہ مجبور ہو کر حق مہر یا جو کچھ اسے خاوند نے اب تک دیا ہے، از خود واپس کر کے اس سے خلاصی حاصل کرنے کو ترجیح دے۔ اسلام نے اس حرکت کو بھی ظلم قرار دے کر منع کیا ہے، لیکن اگر وہ زنا کی مرتکب ہو تو تم اس سے وہ مہر واپس لے سکتے ہو جو تم نے اسے دیا ہو، تم اس پر سختی کر سکتے ہو، حتیٰ کہ وہ اسے تمھارے لیے چھوڑ دے۔ اس صورت میں تم اس سے علیحدگی بھی کر سکتے ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ﴾ [البقرة : ۲۲۹] ”اور تمھارے لیے حلال نہیں کہ اس میں سے جو تم نے انھیں دیا ہے کچھ بھی لو، مگر یہ کہ وہ دونوں ڈریں کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھیں گے۔“

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ : یہ بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کا وہ حکم ہے جس کی قرآن نے بڑی تاکید کی ہے اور احادیث میں بھی نبی ﷺ نے اس کی بڑی وضاحت اور تاکید کی ہے، سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ حاصل کیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ (اپنے لیے) حلال کیا ہے۔ تمھارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمھارے بستر پر (یعنی گھر میں) کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں، جس کو تم ناپسند کرتے ہو، اگر وہ ایسا کریں تو تم انھیں مارو۔ لیکن اس طرح مارو کہ چوٹ نہ آئے۔ ان کا تم پر یہ حق ہے کہ انھیں معروف کے مطابق کھانا کھلاؤ اور کپڑے پہناؤ۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عورت پسلی کی طرح (ٹیڑھی) ہے، اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر تم اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہو تو اس سے اسی حالت میں فائدہ حاصل کر لو کہ اس

میں کجی ہو۔'' [مسلم ، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء : ۱٤۷۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومنوں میں ایمان کے لحاظ سے سب سے زیادہ کامل وہ شخص ہے جو اخلاق میں ان میں سے سب سے زیادہ اچھا ہے اور تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر ہیں۔'' [ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها : ۱۱٦۲]

سیدنا عمرو بن احوص جشمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور وعظ وتذکیر فرمائی، اس کے بعد فرمایا: ''سنو! عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو، اس لیے کہ وہ تمھارے پاس قیدی ہیں، تم ان سے اس (ہم بستری اور اپنی عصمت اور تمھارے مال کی حفاظت وغیرہ) کے علاوہ اور کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ (اور جب وہ اپنا یہ فرض ادا کر رہی ہوں تو پھر ان کے ساتھ بدسلوکی کا کیا جواز ہے؟) ہاں اگر وہ کسی بڑی کوتاہی اور بدزبانی (یا کھلی بے حیائی) کا ارتکاب کریں (تو پھر تمھیں انھیں سزا دینے کا حق ہے) پس اگر وہ ایسا کریں تو انھیں بستروں سے علیحدہ چھوڑ دو اور انھیں مارو، لیکن اذیت ناک مار نہ مارو۔ پھر اگر وہ تمھاری فرماں برداری اختیار کر لیں تو ان کے لیے کوئی اور راستہ مت ڈھونڈو۔ یاد رکھو، جس طرح تمھارا حق تمھاری بیویوں پر ہے (اسی طرح) تمھاری بیویوں کا حق تم پر ہے، پس تمھارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمھارے بستر پر (یعنی گھر میں) ایسے لوگوں کو نہ آنے دیں جنھیں تم ناپسند کرتے ہو اور ایسے لوگوں کو گھر کے اندر آنے کی اجازت نہ دیں جنھیں تم اچھا نہیں سمجھتے۔ سنو! اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ ان کی پوشاک اور خوراک میں اچھا سلوک کرو (یعنی طاقت کے مطابق مہیا کرو)۔'' [ترمذی، أبواب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها : ۱۱٦۳]

فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا : یہ بھی ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہنے کی بات کی تکمیل ہے، یعنی اگر کسی اخلاقی کمزوری یا بدصورت ہونے کی وجہ سے تمھیں ان سے نفرت ہو جائے اور ان کو طلاق دینا چاہو تو بھی فوراً طلاق نہ دو، بلکہ بہتر طریقے سے ان کو اپنے پاس رکھو۔ ہو سکتا ہے کہ ناپسندیدگی کے باوجود تمھارا انھیں اپنے پاس رکھنا اور صبر کا مظاہرہ کرنا دنیا و آخرت میں خیر کثیر کا سبب بن جائے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة : ۲۱٦] ''اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی مومن اپنی مومنہ بیوی سے بغض نہ رکھے، ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی ایک بات ناراضی کا سبب ہو تو دوسری بات خوشی کا باعث بن جائے۔'' [مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء : ۱٤٦۷]

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

''اور اگر تم کسی بیوی کی جگہ اور بیوی بدل کر لانے کا ارادہ کرو اور تم ان میں سے کسی کو ایک خزانہ دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح گناہ کر کے لو گے۔ اور تم اسے کیسے لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے صحبت کر چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو صرف اس لیے طلاق دینا چاہتا ہے کہ کسی دوسری عورت سے شادی کرے، تو اس کے لیے یہ کسی طرح بھی حلال نہیں ہے کہ اس نے جو مہر دیا ہے، اس میں سے کچھ واپس لینے کے لیے ایسے حالات پیدا کرے کہ بیوی مجبور ہو کر طلاق لینے کے لیے مہر کا کچھ پیسہ واپس کر دے۔ اللہ نے اسے کھلا ظلم اور بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ مزید تاکید کے طور پر اللہ نے فرمایا کہ مہر واپس لینے کو تم کیسے حلال سمجھتے ہو، حالانکہ تم نے اس کے ساتھ ہم بستری کی ہے اور وہ عقد نکاح کے ذریعے تمھاری زوجیت میں آئی ہے۔

ابو العجفاء سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ لوگو! عورتوں کے بہت زیادہ حق مہر نہ باندھا کرو، لوگو! عورتوں کے بہت زیادہ مہر نہ باندھا کرو، اگر یہ بات دنیا میں عزت یا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ کا سبب ہوتی تو اس کے زیادہ حق دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک بیوی کا مہر بارہ اوقیے چاندی سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا اور نہ آپ کی بیٹیوں میں سے کسی کا حق مہر بارہ اوقیے چاندی سے زیادہ مقرر کیا گیا تھا۔ بعض اوقات ایک شخص اپنی بیوی کے مہر کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کو اس سے عداوت بھی ہو جاتی ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے تو تیری ایک ایک سہولت کی خاطر بہت مشقت اٹھائی۔
[مسند أحمد : ۱/ ۴۰، ۴۱، ح : ۲۸۷۔ أبو داوٗد، کتاب النکاح ، باب الصداق : ۲۱۰۶۔ ترمذی، کتاب النکاح، [باب منه] : ۱۱۱۴]

۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ : اس سے معلوم ہوا کہ جماع کے بعد دیا ہوا مہر واپس نہیں ہو سکتا، چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دو لعان کرنے والوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم دونوں کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، تم میں سے ایک جھوٹا ہے، اب تمھیں تمھاری بیوی پر کوئی اختیار نہیں۔'' اس شخص نے کہا، میرا مال؟ (یعنی وہ مال جو اس نے بطور مہر دیا تھا) آپ نے فرمایا: ''تمھارے لیے کوئی مال نہیں، اگر تم اس کی بابت سچ کہہ رہے ہو تو مال اس کا معاوضہ ہے جو تم نے اس کی شرمگاہ کو حلال کیا اور اگر تم نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو پھر وہ

مال عورت کی نسبت تم سے بہت دور ہے۔" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے کے لیے تیار ہے؟" آپ ﷺ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔[بخاری، کتاب الطلاق، باب قول الإمام للمتلاعنین إن أحد کما کاذب فهل منکما تائب ؟ : ۵۳۱۲۔ مسلم، کتاب اللعان : ۱۴۹۳/۵]

وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا : "پختہ عہد" سے مراد عقدۂ نکاح ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: "عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔" [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾

"اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمھارے باپ نکاح کر چکے ہوں، مگر جو پہلے گزر چکا، بے شک یہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی اور سخت غصے کی بات ہے اور برا راستہ ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے باپ کی عزت، تعظیم اور احترام کی وجہ سے یہ حرام قرار دیا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرے اور جس کسی نے زمانۂ جاہلیت میں ایسا کیا اور اسلام لانے کے بعد فوراً اس سے باز آ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔ باپ کی منکوحہ سے شادی بدترین خصلت ہے۔ اس لیے کہ یہ ماں سے شادی کرنے کی مانند ہے اور یہ حرکت اللہ اور اس کے مروت والے بندوں کے نزدیک بہت ہی مبغوض اور بہت ہی برا چلن ہے، اس لیے کہ یہ باپ کی عزت سے کھلواڑ ہے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ اپنے ماموں سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں ایک شخص کی طرف بھیجا، جس نے اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا کہ اسے قتل کر دو اور اس کے مال کو چھین لو۔[مسند أحمد: ۲۹۰/۴، ح : ۱۸۵۸۳۔ أبو داؤد، کتاب الحدود ، باب فی الرجل یزنی بحریمه : ۴۴۵۷۔ ترمذی، کتاب الأحکام، باب فیمن تزوج امرأة أبیه : ۱۳۶۲]

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۱] "اور بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۲] "اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔"

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ

الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَ رَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ ؗ وَ حَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۙ﴿۲۳﴾

’’حرام کی گئیں تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں اور تمھاری بہنیں اور تمھاری پھوپھیاں اور تمھاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا ہو اور تمھاری دودھ شریک بہنیں اور تمھاری بیویوں کی مائیں اور تمھاری پالی ہوئی لڑکیاں، جو تمھاری گود میں تمھاری ان عورتوں سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو، پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور تمھارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمھاری پشتوں سے ہیں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو، مگر جو گزر چکا۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نسبی، رضاعی اور سسرالی محرمات کو بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے نسبی محرمات کو بیان کیا جو یہ ہیں، مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ عورت اور اس کی پھوپھی، اور عورت اور اس کی خالہ کے ساتھ ایک وقت میں نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ اس کے بعد رضاعی محرمات کا ذکر ہے، آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ نسب کے ذریعے محرمات کی تمام صورتیں رضاعت کے ذریعے بھی ثابت ہیں اور اس کی تائید صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے بعد سسرالی محرمات کا ذکر آیا ہے جو یہ ہیں، بیویوں کی مائیں (بیویوں سے صرف عقد کرنے ہی سے ان کی مائیں حرام ہو جاتی ہیں) اور بیویوں کے پہلے شوہر کی لڑکیاں، جن بیویوں کے ساتھ ان کے شوہر ہم بستری کر چکے ہوں (اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو جماع سے پہلے ہی طلاق دے دے، یا وہ منکوحہ عورت مر جائے، تو اس کے پہلے شوہر کی بیٹی سے شادی کرنا جائز ہے) بیٹوں کی بیویاں (رضاعی بیٹوں کی بیویوں کا بھی یہی حکم ہے) اور دو بہنوں کو بذریعہ نکاح اکٹھا کرنا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے زمانۂ جاہلیت میں دو بہنوں کو بذریعہ نکاح اپنے پاس جمع کیا تھا اور اب اس سے باز آ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔

۱ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ : یعنی نسبی ماں اور بہن اسی طرح رضاعی ماں اور رضاعی بہن بھی حرام ہے۔ یہاں دو رشتوں کا ذکر ہے، مگر حدیث کی رو سے وہ ساتوں رشتے جو نسب سے حرام ہیں دودھ سے بھی حرام ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب النکاح، باب ﴿ أمھتکم التی أرضعنکم ﴾ : ۵۰۹۹۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة : ۱۴۴۴]

قرآن مجید نے دودھ پینے کو حرمت کا سبب قرار دیا ہے، یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ کم از کم کتنی مرتبہ دودھ پیا ہو، مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قرآن مجید میں پہلے دس متعین رضعات (دودھ پینا) کے بارے میں حکم نازل ہوا تھا، جو حرام قرار دیتے تھے، پھر ان میں سے پانچ رضعات کو منسوخ کر دیا گیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انھیں قرآن مجید میں پڑھا جاتا تھا۔ [مسلم، کتاب الرضاع، باب التحریم بخمس رضعات : ۱۴۵۲]

یاد رہے کہ یہ دودھ پلانا اسی وقت معتبر ہوگا جب دودھ پلانے کی مدت یعنی دو سال کے اندر ہو۔

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ : یعنی بیوی کی دوسرے خاوند سے جو لڑکی ہو وہ بھی حرام ہے، بشرطیکہ اپنی بیوی (یعنی اس لڑکی کی ماں) سے جماع کر لیا ہو۔ اگر قبل از جماع طلاق دے دے تو عورت کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ میری بہن، ابوسفیان کی بیٹی عزہ سے نکاح کر لیں، آپ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو؟'' انھوں نے عرض کی، جی ہاں، مگر میں (پہلے بھی) اکیلی نہیں (بلکہ آپ کی اور بیویاں بھی تو ہیں) دراصل میں اس بات کو پسند کرتی ہوں کہ خیر و بھلائی میں میرے ساتھ جو شریک ہو وہ میری بہن ہو۔ آپ نے فرمایا: ''مگر یہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔'' انھوں نے کہا کہ یہ میں نے اس لیے کہا تھا کہ ہم نے سنا تھا کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی (دُرہ) سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ام سلمہ کی بیٹی (درہ) سے؟'' عرض کی، جی ہاں! فرمایا: ''اگر وہ میری زیر پرورش ربیبہ نہ ہوتی تو پھر بھی میرے لیے حلال نہ تھی، کیونکہ یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، لہٰذا اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو میرے نکاح کے لیے پیش نہ کیا کرو۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب ﴿و أمهتكم التي أرضعنكم﴾ : ۵۱۰۱۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الربيبة و أخت المرأة : ۱۴۴۹]

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ : یعنی دو بہنوں کو صلبی ہوں یا رضاعی ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، قرآن میں صرف دو بہنوں کو جمع کرنا منع ہے۔ مگر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھوپھی اور بھتیجی، اور خالہ اور بھانجی کو (ایک نکاح میں) جمع نہ کیا جائے۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب لا تنكح المرأة على عمتها : ۵۱۰۹۔ مسلم، کتاب النکاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها : ۱۴۰۸]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی پر نکاح کیا جائے، یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی پر نکاح کیا جائے، یا کسی عورت سے اس کی خالہ پر نکاح کیا جائے، یا خالہ سے اس کی بھانجی پر نکاح کیا جائے (یعنی) نہ بڑی پر چھوٹی سے نکاح کیا جائے، نہ چھوٹی پر بڑی سے نکاح کیا جائے۔ [ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها : ۱۱۲۶۔ أبو داوٗد، کتاب النکاح، باب ما يكره أن يجمع بينهن من النساء : ۲۰۶۵]

سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میری دو بیویاں تھیں اور وہ آپس میں بہنیں تھیں۔ نبی ﷺ نے مجھے حکم دیا: ''ان میں سے کسی ایک کو، جس کو تم چاہو، طلاق دے دو۔'' [مسند أحمد : ۲۳۲/۴، ح : ۱۸۰۶۳۔ ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی الرجل یسلم وعندہ أختان : ۱۱۲۹]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کے علاوہ سنت بھی شریعت کا مستقل ماخذ ہے۔ قرآن میں صرف دو بہنوں کو جمع کرنا منع آیا ہے، حدیث میں پھوپھی، بھتیجی یا خالہ، بھانجی کو جمع کرنا بھی منع وارد ہوا ہے، یہ بھی ماننا پڑے گا۔

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

’’اور خاوند والی عورتیں (بھی حرام کی گئی ہیں) مگر وہ (لونڈیاں) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہوں، یہ تم پر اللہ کا لکھا ہوا ہے اور تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں جو ان کے سوا ہیں کہ اپنے مالوں کے بدلے طلب کرو، اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو، نہ کہ بدکاری کرنے والے۔ پھر وہ جن سے تم ان عورتوں میں سے فائدہ اٹھاؤ، پس انھیں ان کے مہر دو، جو مقرر شدہ ہوں اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جس پر تم مقرر کر لینے کے بعد آپس میں راضی ہو جاؤ، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

جو عورتیں شادی شدہ ہوں، ان سے اس وقت تک شادی حرام ہے، جب تک کہ ان کے پہلے شوہر انھیں طلاق نہ دے دیں، یا وہ فوت نہ ہو جائیں اور وہ عورتیں طلاق یا وفات کی عدت نہ گزار لیں، چاہے وہ عورتیں آزاد ہوں یا غلام اور چاہے مسلمان ہوں یا کتابیہ، تاکہ دو مردوں کا نطفہ مل کر بچے کا نسب ضائع نہ ہو جائے۔ لیکن اگر شادی شدہ عورتیں جہاد فی سبیل اللہ میں جنگی قیدی یعنی لونڈیاں بن کر مسلمانوں کے پاس آ جائیں، تو اگرچہ ان کے شوہر زندہ ہوں، لیکن چونکہ اب ان کا تعلق شوہر اور خاندان سے ختم ہو گیا ہے اور وہ لونڈیاں بن گئی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے ان کے مسلمان مالکوں کو ایک ماہواری گزر جانے کے بعد ان کے ساتھ ہم بستری کرنے کی اجازت دی ہے۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ : یعنی وہ لونڈیاں جو میدانِ جنگ میں قید کر لی جائیں اور اسلامی ضابطہ کے تحت کسی مسلمان کی ملکیت میں آ جائیں تو اب وہ مسلمان اس لونڈی سے صحبت کر سکتا ہے، یا آزاد کر کے اس سے نکاح کر سکتا ہے، باوجود اس کے کہ اس کا کافر شوہر دار الحرب میں موجود ہو۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن اوطاس کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا۔ ان کا مقابلہ دشمن سے ہوا تو انھوں نے ان سے مقابلہ کیا اور فتح پائی۔ بہت سے قیدی ان کے ہاتھ آئے۔ (تقسیم کے بعد جو لونڈیاں حصہ میں آئیں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان قیدی عورتوں سے صحبت کرنے کو گناہ سمجھا، اس لیے کہ ان کے مشرک شوہر موجود تھے، چنانچہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾ [النساء : ۲٤] یعنی عدت کے بعد وہ تمھارے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔ [مسلم، كتاب الرضاع، باب جواز وطء المسبية بعد الاستبراء ...... الخ : ۱٤٥٦]

اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ : یعنی جن عورتوں سے شادی کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، ان کے علاوہ عورتوں سے ایک مسلمان مرد عقدِ زواج کی قیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیک وقت ایک سے چار تک شادیاں کر سکتا ہے، مگر چار شرطوں کے ساتھ، پہلی یہ کہ طلب کرو یعنی دونوں طرف سے ایجاب و قبول ہو۔ دوسری یہ کہ مال یعنی مہر دینا قبول کرو، تیسری یہ کہ ان عورتوں کو قید (دائمی قبضہ) میں لانا غرض ہو صرف اپنی خواہش پوری کرنے کی غرض نہ ہو (جیسے زنا میں ہوتا ہے)، یعنی وہ عورت اس مرد کی ہمیشہ کیلیے ہو جائے، چھوڑے بغیر نہ چھوٹے یعنی کسی مہینے یا برس (مدت) کا ذکر نہ آئے۔ چوتھی یہ کہ خفیہ یاری نہ ہو یعنی لوگ نکاح کے شاہد ہوں۔ یہی چار شرطیں اس آیت سے سمجھ میں آ رہی ہیں۔

فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِيۡضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا تَرٰضَيۡتُمۡ بِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡفَرِيۡضَةِ : یعنی جس طرح تم ان سے فائدہ حاصل کرتے ہو، اسی طرح ان کے مقرر کردہ مہر بھی ادا کرو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَكَيۡفَ تَاۡخُذُوۡنَهٗ وَقَدۡ اَفۡضٰى بَعۡضُكُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ﴾ [النساء : ۲۱] ”اور تم اسے کیسے لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے صحبت کر چکے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً﴾ [النساء : ٤] ”اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دو۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَـكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ شَيۡـئًا﴾ [البقرۃ : ۲۲۹] ”اور تمھارے لیے حلال نہیں کہ اس میں سے جو تم نے انھیں دیا ہے کچھ بھی لو۔“

”فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ“ کے الفاظ سے شیعہ حضرات نکاح متعہ کا اثبات کرتے ہیں، حالانکہ اس سے مراد نکاح کے بعد صحبت و مباشرت کا استمتاع ہے۔ البتہ متعہ ابتدائے اسلام میں جائز رہا ہے، لیکن اس کا جواز اس آیت کی بنیاد پر نہیں تھا، بلکہ اس رواج کی بنیاد پر تھا جو اسلام سے قبل چلا آ رہا تھا۔ پھر نبی ﷺ نے نہایت واضح الفاظ میں اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن نکاحِ متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع کر دیا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر : ٤٢١٦۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب تحریم أکل لحم الحمر الإنسیة : ١٤٠٧]

سیدنا سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ نے اس موقع پر فرمایا: ”لوگو! میں نے تمھیں عورتوں سے متعہ کی اجازت دی تھی، مگر اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت کے دن تک کے لیے حرام قرار دے دیا ہے، سو اب جن کے پاس متعہ والی عورتیں ہوں وہ انھیں چھوڑ دیں اور جو مال تم نے انھیں دیا ہے وہ ان سے واپس نہ لو۔“ [مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة وبیان أنه أبیح ...... الخ : ١٤٠٦/٢١]

وَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ مِنۡكُمۡ طَوۡلًا اَنۡ يَّنۡكِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ فَمِنۡ مَّا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ

مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَ اَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع ۱

’’اور تم میں سے جو مالی لحاظ سے طاقت نہ رکھے کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے تو ان میں سے جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہوں، تمھاری مومن لونڈیوں سے (نکاح کرلے) اور اللہ تمھارے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے، تمھارا بعض بعض سے ہے۔ تو ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو اور انھیں ان کے مہر اچھے طریقے سے دو، جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یار بنانے والی، پھر جب وہ نکاح میں لائی جاچکیں تو اگر کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔ یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے اور یہ کہ تم صبر کرو تمھارے لیے بہتر ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

جو لوگ غربت اور محتاجی کی وجہ سے آزاد مسلمان عورتوں سے شادی نہیں کر سکتے اور انھیں ڈر ہو کہ کہیں زنا کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں، انھیں اللہ تعالیٰ نے مسلمان لونڈی سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ لونڈی کا ولی اس کا مالک ہوتا ہے۔ لونڈی کا بھی مہر مقرر ہو، نیز شرعی نکاح کی دیگر تمام شروط ملحوظ ہوں اور اعلانیہ یا چھپا کر اس سے زنا کرنا مقصود نہ ہو۔ چونکہ ایمان دوسرے تمام امتیازات کو مٹا دیتا ہے، اس لیے اگرچہ وہ لونڈی ہے لیکن کوئی حرج نہیں کہ اس کے مالک کی اجازت سے مہر مقرر کر کے اس سے شرعی شادی کی جائے، بشرطیکہ اعلانیہ یا چھپا کر اس کے ساتھ زنا کرنے کی نیت نہ ہو۔ اگر لونڈیاں زنا کر لیں تو ان پر آزاد غیر شادی شدہ عورت سے نصف حد لگے گی، یعنی پچاس کوڑے مارے جائیں گے اور چونکہ رجم کو آدھا نہیں کیا جا سکتا، اس لیے لونڈیوں سے رجم ساقط ہو جائے گا۔

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ : یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مالک اپنی لونڈی کا ولی ہے۔ لہٰذا اس کی اجازت کے بغیر اس کی لونڈی سے نکاح نہ کیا جائے۔ اسی طرح وہ اپنے غلام کا بھی ولی ہے، لہٰذا اس کے غلام کو چاہیے کہ وہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے، وہ بدکار ہے۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب النکاح، باب فی نکاح العبد بغیر إذن موالیه : ۲۰۷۸۔ ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی نکاح العبد بغیر إذن سیده : ۱۱۱۱]

اگر مالک کوئی عورت ہے تو وہ ولی نہیں بن سکتی، اس صورت میں اس لونڈی کا ولی وہ مرد ہوگا جو اس عورت کا ولی ہے جو اس کی مالک ہے، کیونکہ عورت کا نکاح عورت نہیں کر سکتی، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ”عورت، عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت اپنا نکاح خود کرے، کیونکہ جو عورت اپنا نکاح خود کرے وہ عورت بدکار ہے۔“ [ابن ماجه، كتاب النكاح، باب لا نكاح إلا بولي : ۱۸۸۲]

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ : آزاد غیر شادی شدہ عورتوں کی سزا سو کوڑے ہے، لہٰذا لونڈی اگر بدکاری کر بیٹھے تو اس کی سزا پچاس کوڑے ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴾ [النور : ۲] ”جو زنا کرنے والی عورت ہے اور جو زنا کرنے والا مرد ہے، سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لونڈی نے زنا کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے کوڑے لگاؤں، میں نے اسے دیکھا تو وہ حالت نفاس میں تھی، میں ڈر گیا کہ کہیں میں اسے کوڑے لگا کر قتل نہ کر دوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو نے اچھا کیا (کہ اسے ابھی کوڑے نہیں لگائے)۔“ [مسلم، كتاب الحدود، باب تأخير الحد عن النفساء : ۱۷۰۵/۳٤ ـ مسند أحمد : ۱۵٦/۱، ح : ۱۳٤٤]

سیدنا عبد اللہ بن عیاش مخزومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اور قریش کے چند نوجوانوں کو حکم دیا تو ہم نے (حکم کی تعمیل کرتے ہوئے) سرکاری لونڈیوں میں سے کچھ لونڈیوں کو زنا کرنے کی وجہ سے پچاس پچاس کوڑے لگائے۔ [موطأ إمام مالك، كتاب الحدود، باب جامع ما جاء في حد الزنا : ١٦]

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾

”اللہ چاہتا ہے کہ تمھارے لیے کھول کر بیان کرے اور تمھیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت دے جو تم سے پہلے تھے اور تم پر مہربانی فرمائے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے احکام اس لیے بیان فرما رہا ہے کہ تم کو حلال و حرام کا پتا چل جائے اور پہلے لوگوں کے عمدہ طریق کی ہدایت ہو جائے۔ ”پہلے لوگوں“ سے مراد انبیاء اور ان کی امتوں کے نیک لوگ ہیں۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ : اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے احکام کو تمھارے لیے وضاحت کے ساتھ بیان کر دے، تاکہ تمھیں ان کو سمجھنے میں کوئی الجھن نہ ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الحديد : ١٧] ”بلاشبہ ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، تاکہ تم سمجھو۔“ اور فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٠٣] ”اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ؁ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ يُبَشِّرَ

الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴾ [الکھف : ۱، ۲] ’’سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔ بالکل سیدھی، تاکہ وہ اس کی جانب سے آنے والے سخت عذاب سے ڈرائے اور ان مومنوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، خوش خبری دے کہ بے شک ان کے لیے اچھا اجر ہے۔‘‘

وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾

’’اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (سیدھے راستے سے) ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مسلمان فسق و فساد کے بجائے پاکیزگی اپنائیں، لیکن خواہشاتِ نفس کی اتباع کرنے والے زنا کار، یہود و نصاریٰ اور دین کی راہ سے ہٹ جانے والے چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی انھی کی طرح دنیاوی لذتوں اور خواہشات میں ڈوب جائیں۔ لہٰذا تم شہوت پرستوں (یہود، نصاریٰ، مجوسی اور کمیونسٹ) کے کہنے میں نہ آؤ، جو حرام رشتوں سے بھی نکاح جائز سمجھتے ہیں، بلکہ بعض تو سرے سے نکاح کا طریقہ ہی ختم کر چکے ہیں اور بغیر نکاح کے کئی کئی سال تک ازدواجی تعلقات قائم کیے رکھتے ہیں حتیٰ کہ کچھ ممالک تو قوم لوط کے عمل کو قانوناً جائز کر چکے ہیں۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

’’اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (بوجھ) ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ کو انسان کی کمزوری کا خوب علم ہے، اس لیے احکامِ شریعت میں اس کی سہولت کا خیال رکھا گیا ہے اور دین میں سختی نہیں برتی گئی۔

يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ : یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے لیے آسانیاں پیدا کرنا چاہتا ہے، تم پر سختیاں نہیں کرنا چاہتا۔ لونڈی سے نکاح کی اجازت دینا یہ اللہ کی طرف سے ایک آسانی ہے۔ اس نے دین کو سخت نہیں بنایا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج : ۷۸] ’’اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖؗ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ﴾ [المزمل : ۲۰] ’’اس نے جان لیا کہ تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھو گے، سو اس نے تم پر مہربانی فرمائی تو قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو۔ اس نے جان لیا کہ یقیناً تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ دوسرے زمین میں سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے اور دوسرے اللہ کی راہ میں لڑیں گے، پس اس میں سے جو میسر ہو پڑھو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ

الْعُسْرَ﴾ [البقرة : ۱۸۵] ''اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔'' اور فرمایا:
﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة : ۲۸۶] ''اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق۔''
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک دین آسان ہے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب الدين يسر : ۳۹]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے، جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق پوچھا جو حرام نہیں تھی، لیکن اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ حرام کر دی گئی۔'' [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من كثرة السؤال ...... الخ : ۷۲۸۹]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ١ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ١ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝۲۹ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ١ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضا مندی سے تجارت کی کوئی صورت ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے۔ اور جو زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں جھونکیں گے اور یہ اللہ پر ہمیشہ سے بہت آسان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم لوگ ایک دوسرے کا مال چوری، دھوکا دہی، جوا، سود اور دیگر حرام طریقوں سے نہ کھایا کرو۔ ہاں، جو مال تمھیں آپس کی رضا مندی سے تجارت کے ذریعے ملے وہ حلال ہے اور اے مسلمانو! تم لوگ نہ خود کشی کرو اور نہ ایک دوسرے کو قتل کرو، کیونکہ جو کوئی کسی مسلمان کو جان بوجھ کر ناحق قتل کر دے گا اللہ اسے جہنم میں ڈال دے گا اور اللہ کے لیے ایسا کرنا بہت آسان ہے۔

لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ : کمائی کے جتنے نا جائز طریقے ہیں سب "بِالْبَاطِلِ" میں آ جاتے ہیں، حتیٰ کہ ''حیلہ سازی'' کے ساتھ کسی کا مال کھانا بھی حرام ہے اور اپنے مال کو غلط طریقے سے خرچ کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، البتہ ان دونوں کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں، جس نے اس کام کو چھوڑ دیا جس میں گناہ کا شبہ ہے تو وہ اس کام کو زیادہ چھوڑنے والا ہو گا جس کا حرام ہونا واضح ہے اور جس نے اس کام میں جرأت کی جس میں گناہ کا شبہ ہے تو قریب ہے کہ وہ اس کام میں جا پڑے جس کا حرام ہونا واضح ہے۔ گناہ اللہ کی چراگاہ ہیں، جو شخص چراگاہ کے اردگرد (ریوڑ) چراتا ہے ممکن ہے کہ وہ چراگاہ میں بھی جا پڑے۔'' [بخاري، كتاب البيوع، باب الحلال بين والحرام بين و بينهما مشتبهات : ۲۰۵۱]

کتے، بلی، شراب، مردار، سور اور دیگر حرام چیزوں کی خرید و فروخت اور ان کی قیمت کھانا بھی حرام ہے، ابو زبیر کہتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کتے اور بلی کی قیمت لینے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر زجر و توبیخ فرمائی ہے۔ [مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب : ۱۵۶۹]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی مزدوری اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔ [بخاری، كتاب البيوع، باب ثمن الكلب : ۲۲۳۷۔ مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب : ۱۵۶۷]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔“ آپ سے دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول! مردار کی چربی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں، ہم اسے کشتیوں پر لگاتے ہیں، چمڑوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے چراغ بھی جلاتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں! وہ بھی حرام ہے۔“ [بخاری، كتاب البيوع، باب بيع الميتة والأصنام : ۲۲۳۶۔ مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم بيع الخمر و الميتة والخنزير والأصنام : ۱۵۸۱]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین آدمی وہ ہیں، جن سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک ہی فرمائے گا، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔“ آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، یہ لوگ نامراد ہو گئے اور نقصان میں رہے، اے اللہ کے رسول! وہ لوگ ہیں کون؟ فرمایا: ”کپڑا لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار : ۱۰۶]

اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ : یعنی وہ تجارت اور لین دین مثلاً صنعت و حرفت وغیرہ کہ جس میں حقیقی باہمی رضا مندی ہو، اس کے ذریعے کماؤ اور کھاؤ۔ آپس کی رضا مندی میں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شرع کے خلاف نہ ہو، کیونکہ وہ حقیقی رضا مندی ہوتی ہی نہیں، مجبوری کی رضا مندی ہوتی ہے، مثلاً رشوت اور سود میں بظاہر رضا مندی ہے مگر حقیقی نہیں، کیونکہ ایک فریق دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسی طرح جوئے اور لاٹری کا معاملہ ہے، چونکہ دونوں فریق نفع کی موہوم امید کے فریب میں آ کر یہ کام کر رہے ہیں، اس لیے اس فریب کو حقیقی رضا مندی نہیں کہا جا سکتا۔ رضا مندی میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ جب تک بیچنے والا اور خریدنے والا اس مجلس بیع سے الگ نہ ہوں، اس وقت تک دونوں کو ایک دوسرے کی بیع رد کرنے کا حق ہے۔ خیارِ مجلس آپس کی رضامندی کی تکمیل ہی کے لیے ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خرید و فروخت کرنے والوں میں سے ہر ایک کو (بیع فسخ کرنے کا) اس وقت تک اختیار ہے، جب تک کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں، سوائے اس تجارت

کے جس میں یہ اختیار باقی رکھا جائے۔‘‘ [بخاری، کتاب البیوع، باب البیعان بالخیار ما لم یتفرقا : ۲۱۱۱۔ مسلم، کتاب البیوع، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین : ۱۵۳۱]

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بیچنے والے اور خریدنے والے کو تجارت کے کالعدم کرنے کا اختیار اس وقت تک ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں، اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (اپنی اپنی چیز کی اچھائی و برائی) صحیح صحیح بیان کر دیں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت دی جائے گی اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو ان کی خرید و فروخت میں سے برکت سلب کر دی جائے گی۔‘‘ [بخاری، کتاب البیوع، باب البیعان بالخیار ما لم یتفرقا : ۲۱۱۰۔ مسلم، کتاب البیوع، باب الصدق فی البیع والبیان : ۱۵۳۲]

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا : اس کے تین معانی ہو سکتے ہیں اور تینوں مراد ہیں، پہلا یہ کہ شریعت کی مخالفت کرتے ہوئے حقیقی باہمی رضا مندی کے بغیر اگر لین دین کرو گے تو اس کا نتیجہ آپس میں قتل و غارت ہو گا، لہٰذا یہ کام مت کرو۔ دوسرا یہ کہ ایک دوسرے کو قتل مت کرو، کیونکہ یہ حقیقت میں اپنے آپ کو ہی قتل کرنا ہے۔ تیسرا یہ کہ خودکشی مت کرو۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ذات سلاسل کے سال بھیجا تو میں ایک ایسی رات میں جنبی ہو گیا جو شدید سرد تھی اور مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا، لہٰذا میں نے تیمم کر کے اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا، چنانچہ آپ نے فرمایا: ’’عمرو! تم نے اپنے ساتھیوں کو حالت جنابت ہی میں نماز پڑھا دی؟‘‘ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے شدید سرد رات میں احتلام ہوا تھا، سو خدشہ تھا کہ اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا اور اس موقع پر مجھے یہ ارشاد باری تعالیٰ یاد آیا: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴾ ’’اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے۔‘‘ تو میں نے تیمم کر کے نماز پڑھا دی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے اور آپ نے مزید کچھ نہ فرمایا۔ [مسند أحمد : ۲۰۳/۴، ۲۰۴، ح : ۱۷۸۲۹۔ أبو داوٗد، کتاب الطھارۃ ، باب إذا خاف الجنب البرد أیتیمم؟: ۳۳۴]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے چھری کے ساتھ اپنے آپ کو قتل کیا تو جہنم میں چھری اس کے ہاتھ میں ہو گی اور وہ اس کے ساتھ اپنے پیٹ کو پھاڑے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو زہر سے قتل کیا تو جہنم میں اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہو گا، جسے وہ تھوڑا تھوڑا کر کے پیے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہے گا اور جس نے پہاڑ سے گرا کر اپنے آپ کو قتل کر لیا تو وہ جہنم کی آگ میں گرتا رہے گا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان ، باب بیان غلظ تحریم قتل الإنسان نفسہ : ۱۰۹۔ بخاری، کتاب الطب ، باب شرب السم والدواء بہ : ۵۷۷۸]

﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴾ (۳۱)

''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمھیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تم سے تمھاری چھوٹی برائیاں دور کر دیں گے اور تمھیں باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔''

کبیرہ گناہ وہ ہیں جن کے متعلق قرآن یا حدیث میں صاف طور پر دوزخ کی وعید آئی ہو، یا اللہ تعالیٰ کے غصے کا اظہار ہوتا ہو، یا شریعت میں اس پر حد مقرر کی گئی ہو اور ''سیئات'' وہ گناہ ہیں جن سے صرف منع کیا گیا ہو اور ان پر وعید کا ذکر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا مومنوں سے وعدہ ہے کہ جو شخص کبیرہ گناہوں سے بچے گا اللہ اس کے صغیرہ گناہوں کو معاف کر دے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴾ [الشوریٰ : ۳۷] ''اور وہ لوگ جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب بھی غصے ہوتے ہیں وہ معاف کر دیتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ [النجم : ۳۲] ''وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر صغیرہ گناہ، یقیناً تیرا رب وسیع بخشش والا ہے۔'' قرآن مجید میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے بڑے گناہوں کا ذکر کیا ہے، فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ''بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (۳۰) حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ [الحج : ۳۰، ۳۱] ''یہ اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے اور تمھارے لیے مویشی حلال کر دیے گئے ہیں، سوائے ان کے جو تمھیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔ اس حال میں کہ اللہ کے لیے ایک طرف ہونے والے ہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (۱۱۶) مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل : ۱۱۶، ۱۱۷] ''اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تا کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔ بہت تھوڑا فائدہ ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٥١، ١٥٢] ”کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تمھیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔ اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہنچ جائے اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب بات کرو تو انصاف کرو خواہ رشتہ دار ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْــــُٔوْلًا ۝ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٣١ تا ٣٥] ”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔ اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔ اور اس جان کو قتل مت کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔ اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کا سوال ہوگا۔ اور ماپ کو پورا کرو، جب ماپو اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔ یہ بہترین ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت زیادہ اچھا ہے۔“

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور خوب پاکی حاصل کی، پھر جمعہ کے لیے چلا اور (مسجد میں) دو آدمیوں کے درمیان نہ گھسا اور جتنی اس کی قسمت میں نماز تھی اس نے پڑھی، پھر جب امام باہر آیا اور خطبہ شروع کیا تو وہ خاموش ہو گیا، تو اس کے اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک کے

تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔'' [بخاری، كتاب الجمعة ، باب لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة : ۹۱۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچوں نمازیں اور جمعہ (آئندہ) جمعہ تک اور رمضان (آئندہ) رمضان تک کفارہ بن جاتے ہیں ان گناہوں کا جو ان کے درمیانی عرصہ میں سرزد ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ شخص کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔'' [مسلم، كتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة ...... الخ : ۲۳۳/۱۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان سات قسم کے گناہوں سے بچو جو ہلاک کر دینے والے ہیں۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کون سے ہیں؟ فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اس نفس کو ناحق قتل کرنا جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنا اور پاک باز بھولی بھالی معصوم عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاری، كتاب الحدود، باب رمي المحصنات : ٦٨٥٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ۸۹]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا، یا آپ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی انسان کو ناحق قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا'' اور آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں یہ نہ بتاؤں کہ تمام کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟'' پھر فرمایا: ''وہ گناہ جھوٹی بات یا جھوٹی گواہی ہے۔'' [بخاری، كتاب الأدب ، باب عقوق الوالدين من الكبائر : ۵۹۷۷۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ۸۸]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے عظیم گناہ کون سا ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''پھر یہ کہ تم اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کرو کہ بعد ازاں وہ تمھارے ساتھ کھائے گا۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرو۔'' اور کہا کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تصدیق کے لیے نازل ہوئی ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ ﴾ [الفرقان : ٦٨ تا ٧٠] ''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ والذين لا يدعون مع الله إلها آخر ...... الخ ﴾: ٤٧٦١۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب : ٨٦]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا،

ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔" [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب الیمین الغموس : ٦٦٧٥]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ یہ (بھی) ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔" صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آدمی اپنے والدین پر لعنت کس طرح بھیج سکتا ہے؟ فرمایا: "وہ اس طرح کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ (دوسرا) اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔" [بخاری، کتاب الأدب، باب لا یسب الرجل والدیہ : ٥٩٧٣]

وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَ سْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

"اور اس چیز کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے، جو انھوں نے محنت سے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے، جو انھوں نے محنت سے کمایا اور اللہ سے اس کے فضل میں سے حصہ مانگو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے جو جسمانی قوت و طاقت اپنی حکمت و ارادہ کے مطابق عطا کی ہے اور جس کی بنیاد پر وہ جہاد بھی کرتے ہیں اور دیگر بیرونی کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ ان کے لیے اللہ کا خاص عطیہ ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو مردانہ صلاحیتوں کے کام کرنے کی آرزو نہیں کرنی چاہیے، البتہ اللہ کی اطاعت اور نیکی کے کاموں میں خوب حصہ لینا چاہیے اور اس میدان میں وہ جو کچھ کمائیں گی، مردوں کی طرح، ان کا پورا پورا صلہ انھیں ملے گا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرنا چاہیے، کیونکہ مرد اور عورت کے درمیان استعداد و صلاحیت اور قوت کار کا جو فرق ہے، وہ تو قدرت کا ایک اٹل فیصلہ ہے، جو محض آرزو سے تبدیل نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس کے فضل سے کسب و محنت میں رہ جانے والی کمی کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ نہ کہو، کاش یہ درجہ یا مال مجھے مل جائے، یہ تقدیر پر راضی نہ ہونے کی دلیل ہے اور اگر زوال نعمت کی سوچ رکھے تو یہ حسد ہے، جس کی احادیث میں بہت مذمت بیان ہوئی ہے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو اور نہ قطع تعلق کرو، بلکہ اللہ کے بندو! سب بھائی بھائی بن جاؤ" [بخاری، کتاب الأدب، باب الهجرة ......الخ : ٦٠٧٦، مسلم، کتاب البر والصلة: ٢٥٥٩]

یعنی اللہ کے ہاں تقرب نیک اعمال سے ہے، مرد کو محض مرد ہونے کی وجہ سے عورت پر عمل میں فضیلت نہیں ہے اور عورت محض عورت ہونے کی وجہ سے نیک عمل کے ثواب سے محروم نہیں ہے، لہٰذا تم بجائے حسد کے اللہ تعالیٰ کا فضل طلب کرو۔ البتہ رشک کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رشک کرنا جائز نہیں، سوائے دو آدمیوں پر، ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تو وہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اس کے ساتھ کھڑا نماز پڑھتا رہتا ہے اور ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو وہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اسے خرچ کرتا رہتا ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن : ۵۰۲۵۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین ، باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمه : ۸۱۵]

وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾

''اور ہم نے اس (ترکے) میں جو والدین اور زیادہ قرابت والے چھوڑ جائیں، ہر ایک کے وارث مقرر کر دیے ہیں اور جن لوگوں کو تمھارے عہد و پیمان نے باندھ رکھا ہے انھیں ان کا حصہ دو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر حاضر ہے۔''

اس آیت کریمہ کے پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ مرد ہو یا عورت ہر ایک کے ورثا اور رشتہ دار ہوتے ہیں، جو اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث بنتے ہیں۔ آیت کے دوسرے حصے: ﴿ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ تم نے جو حلف یا معاہدہ کسی کے ساتھ طے کیا ہے تو اس کا حصہ اسے دو۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب مہاجرین مدینہ آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ قائم کر دیا تھا۔ انصاری کا وارث اس کے رشتہ داروں کے بجائے مہاجر ہوتا تھا۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ﴾ تو وہ (وراثت جو مہاجرین اور انصار کے درمیان قائم کر دی گئی تھی) منسوخ ہو گئی۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ﴾ ''اور جن لوگوں کو تمھارے عہد و پیمان نے باندھ رکھا ہے انھیں ان کا حصہ دو'' سے مراد یہ ہے کہ نصرت، اعانت اور نصیحت کی صورت میں انھیں ان کا حصہ دو، کیونکہ میراث سے ان کا حصہ ختم ہو گیا ہے۔ ہاں، البتہ ان کے لیے وصیت کی جا سکتی ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولكل جعلنا موالي مما ترك الوالدٰن ﴾ : ۴۵۸۰]

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

”مرد عورتوں پر نگران ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اپنے مالوں سے خرچ کیا۔ پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہیں، اس لیے کہ اللہ نے (انھیں) محفوظ رکھا اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو، سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو، پھر اگر وہ تمھاری فرماں برداری کریں تو ان پر (زیادتی کا) کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت بلند، بہت بڑا ہے۔“

شریعت نے خانگی شیرازہ بندی کے لیے مرد کو گھر کا قوام (نگران) قرار دیا ہے اور عورت کو اس کے ماتحت رکھا ہے۔ قرآن نے اس کے دو سبب بیان کیے ہیں، ایک تو یہ کہ مرد کو طبعی طور پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ منتظم بنے اور دوسرے یہ کہ گھر کے سارے اخراجات بیوی کے نفقہ سمیت مرد کے ذمے ہیں۔ اس بنا پر گھر کا نگران بننے کا حق مرد کو ہے، عورت کو نہیں۔ اس کے بعد اللہ نے یہ بتایا کہ اگر بیوی نافرمانی کرے اور شوہر کے ساتھ بدسلوکی کرے، تو شوہر اسے اپنے حقوق یاد دلائے، اللہ کی ناراضی اور اس کے عذاب سے ڈرائے اور طلاق کی طرف بھی اشارہ کرے، اگر اچھی ہوگی تو یہی نصیحت کافی ہوگی، ورنہ اس سے بات کرنا اور ہم بستری بند کر دے اور صبر کرے، یہاں تک کہ وہ نافرمانی سے باز آجائے۔ اگر یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو تو اس کی پٹائی کرے لیکن یہ پٹائی ایسی نہ ہو جس سے جسم کا کوئی حصہ ٹوٹ جائے، یا کوئی عضو بدشکل ہو جائے۔ اگر وہ اصلاح کر لے تو پھر راستہ تلاش نہ کرو، یعنی مار پیٹ نہ کرو، تنگ نہ کرو، یا طلاق نہ دو۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ : مرد فی نفسہ عورت سے افضل ہے اور اسے اس پر فضل و شرف حاصل ہے، لہٰذا یہی مناسب تھا کہ مرد عورت پر حاکم ہوتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۲۸] ”اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔“

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جنھوں نے اپنا حاکم عورت کو بنا لیا۔“ [بخاري، كتاب الفتن، باب : ۷۰۹۹]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مرد اپنے اہل خانہ پر نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد پر نگران ہے، سو اس سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی۔“ [بخاري، كتاب النكاح، باب ﴿ قوا أنفسكم ...... الخ ﴾ : ۵۱۸۸۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل : ۱۸۲۹]

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ : یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے خاوندوں کو عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم دے کر ان کے حقوق محفوظ کر دیے ہیں، اس کے بدلے میں وہ خاوند کی غیر حاضری میں ان کے مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ بہترین بیوی کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ کہ جب آدمی اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، اسے حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اپنے نفس اور مال میں کوئی ایسا تصرف نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔'' [نسائی، کتاب النکاح، باب أی النساء خیر؟ : ۳۲۳۳۔ مستدرک حاکم : ۱۶۱/۲، ح :۲۶۸۲۔ السلسلة الصحيحة : ۱۸۳۸]

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ : عورت پر مرد کا بہت بڑا حق ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔'' [ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة : ۱۱۵۹۔ أبو داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق الزوج علی المرأة : ۲۱٤۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها : ۵۱۹۳]

ایسی مار سے منع کیا گیا ہے جس سے سخت چوٹ آئے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کی امان سے حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمہ کے ساتھ ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے، ان پر تمھارا یہ حق ہے کہ وہ تمھارے بستروں پر (یعنی گھروں میں) کسی ایسے آدمی کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو مارو، مگر یوں کہ انھیں سخت چوٹ نہ لگے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸]

سیدنا عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار! عورتوں کے متعلق نیکی کی وصیت قبول کرو، وہ تمھارے پاس صرف تمھارے لیے مخصوص ہیں۔ اس کے علاوہ تم ان کے کچھ بھی مالک نہیں، سوائے اس صورت کے کہ اگر وہ کھلی بے حیائی کریں تو ان کو بستروں سے علیحدہ کر دو اور ان کو اس طرح مارو کہ سخت چوٹ نہ آئے۔'' [ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها : ۱۱۶۳]

عورت نافرمانی کا رویہ اختیار کرے تو خاوند کو حالات کے مطابق تین چیزوں کا اختیار ہے، نصیحت کرنا ان کے بستر الگ کر دینا اور انھیں مارنا، سیدنا حکیم بن معاویہ قرشی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’(بیوی کے) چہرے پر نہ مارو، اسے برا بھلا نہ کہو اور اسے چھوڑو نہیں مگر صرف گھر میں۔‘‘ [أبو داؤد، کتاب النکاح، باب في حق المرأة علی زوجها : ۲۱۴۲]

سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم میں سے کوئی بھی اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارے جس طرح غلام کو مارتے ہیں، پھر دن کے آخر میں اس سے جماع کرے۔‘‘ [بخاري، کتاب النکاح، باب ما یکره من ضرب النساء : ۵۲۰۴]

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَاۤ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

’’اور اگر ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں سے اور ایک منصف عورت کے گھر والوں سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔‘‘

یعنی اگر شوہر اور بیوی کے درمیان اختلاف کی خلیج حائل ہو جائے، ناچاقی اس قدر بڑھ جائے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں تو ایسی صورت میں بیوی اور خاوند دونوں کے رشتہ دار اپنی طرف سے ایک ایک ’’حکم‘‘ یعنی فیصلہ کرنے والا بھیجیں اور وہ دونوں شوہر اور بیوی سے مل کر قضیہ کو سمجھیں، اختلاف کے اسباب کو جاننے کی کوشش کریں اور ان کے درمیان مصالحت کی کوشش کریں۔ اگر صلح کی تمام مخلصانہ کوششیں ناکام ہو جائیں تو شوہر اور بیوی کی منظوری لینے کے بعد دونوں میں جدائی کر دیں۔

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿۳۶﴾

’’اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر (کے ساتھ) اور (ان کے ساتھ بھی) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا، شیخی مارنے والا ہو۔‘‘

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا : اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت کی جائے، کیونکہ وہی خالق ہے، رازق ہے، منعم ہے اور تمام اوقات و حالات میں اپنی مخلوق پر فضل و کرم فرمانے والا ہے۔ لہٰذا وہی

اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے بندے صرف اسی کی وحدانیت کا اقرار کریں اور مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ﴾ [بنی إسرائیل : ۲۳] ''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ٤٨] ''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔'' اور فرمایا: ﴿ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ٦٥] ''بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔''

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟'' انھوں نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ (پھر آپ نے دریافت فرمایا) کیا تم جانتے ہو کہ جب بندے ایسا کریں تو پھر بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟'' انھوں نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''یہ کہ وہ انھیں عذاب نہ دے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء في دعاء النبي ﷺ أمته إلى توحید الله تبارك وتعالى : ۷۳۷۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة : ۳۰]

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا : والدین سے حسن سلوک کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے دنیا میں آنے کا ذریعہ بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر جہاں اپنی عبادت کا حکم فرمایا ہے وہاں ساتھ ہی والدین سے حسن سلوک کا بھی حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [الأنعام : ١٥١] ''کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ [لقمان : ١٤] ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

وَ بِذِي الْقُرْبٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ ﴾ [بنی إسرائیل : ٢٦] ''اور رشتہ دار کو اس کا حق دے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ [النساء : ٨] ''اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی

بات کہو۔"

سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسکین پر صدقہ صرف صدقہ ہے، جبکہ رشتہ دار پر صدقہ، صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔" [ترمذی، کتاب الزکاة، باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة : ٦٥٨۔ نسائی، کتاب الزکاة ، باب الصدقة علی الأقارب : ٢٥٨٣]

وَالْیَتٰمٰی :ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤی اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا ﴾ [النساء : ٢] "اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور گندی چیز کو اچھی چیز کے عوض بدل کر نہ لو اور نہ ان کے اموال اپنے مالوں سے ملا کر کھاؤ، یقیناً یہ ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ وَكَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ﴾ [النساء : ٦] "اور یتیموں کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان سے کچھ سمجھداری معلوم کرو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے انھیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ اور جو غنی ہو تو وہ بہت بچے اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھالے، پھر جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ﴾ [بنی إسرائیل : ٣٤] "اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔" آپ نے اپنی دو انگلیوں یعنی انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی کو ملا کر بتایا۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب فضل من یعول یتیمًا : ٦٠٠٥۔ مسلم، کتاب الزھد، باب فضل الإحسان إلی الأرملة والمسکین والیتیم : ٢٩٨٣]

وَالْمَسٰكِیْنِ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ﴾ [البقرة : ٢١٥] "کہہ دے تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو سو وہ ماں باپ اور زیادہ قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ﴾ [بنی إسرائیل : ٢٦] "اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو۔"

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ مال بڑا سرسبز و شیریں ہے، تو اس مسلمان

کا مال کتنا اچھا ہے جس میں سے وہ مسکین، یتیم اور مسافر کو عطا کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الزکوة، باب الصدقة علی الیتامی : ۱٤٦٥۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب التحذیر من الاغترار بزینة الدنیا وما یبسط منها : ۱۰۵۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے ہاں چکر کاٹتا رہتا ہے اور ایک یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں لے کر واپس چلا جاتا ہے، بلکہ مسکین تو وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا جو اسے مستغنی کر دے اور اور نہ کسی کو اس کا حال معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اسے صدقہ دے اور نہ وہ کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الزکوة، باب قول اللہ تعالی: ﴿ لا یسئلون الناس إلحافا ﴾ : ۱٤۷۹۔ مسلم ، کتاب الزکوة، باب المسکین الذی لا یجد غنًی : ۱۰۳۹]

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ : ''قرابت والے ہمسائے'' سے مراد رشتہ دار ہمسایہ ہے اور ''اجنبی ہمسائے'' سے مراد غیر رشتہ دار ہمسایہ ہے۔ ہمسائیگی کے حقوق کی نگہداشت میں متعدد احادیث وارد ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو (اسے چاہیے کہ) اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب الوصاة بالنساء : ۵۱۸۵۔ مسلم، کتاب الإیمان ، باب الحث علی إکرام الجار : ٤۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جبریل مجھے ہمیشہ پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو وارث بھی قرار دے دیں گے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب الوصاة بالجار : ٦۰۱۵۔ مسلم، کتاب البر والصلة ، باب الوصیة بالجار والإحسان إلیه : ۲٦۲۵]

سیدنا ابو شریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کون شخص؟ فرمایا: ''وہ شخص جس کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب إثم من لا یأمن جاره بوائقه : ٦۰۱٦]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوستوں میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے دوست کے لیے بہتر ہو اور پڑوسیوں میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہو۔'' [مسند أحمد : ۱٦۷/۲، ۱٦۸، ح : ٦۵۷٤۔ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی حق الجوار : ۱۹٤٤]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو ذر! جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ کر لیا کرو اور یوں اپنے پڑوسیوں کا بھی خیال رکھا کرو۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصیة بالجار : ۲٦۲۵/۱٤۲]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟

فرمایا: ”تو اپنے بچے کو اس خدشے سے قتل کر دے کہ وہ تمھارے ساتھ کھائے گا۔“ میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ”یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ والذين لا يدعون مع الله إلها آخر ﴾ : ٤٧٦١۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الشرك أقبح الذنوب : ٨٦]

وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ : پہلو کے ساتھی سے ہم نشین دوست، سفر کا ساتھی، بیوی، علم سیکھنے کے لیے آنے والے یا کاروباری سلسلے میں پاس آ بیٹھنے والے سب مراد ہیں۔

وَابْنِ السَّبِيْلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ﴾ [بنی إسرائیل : ٢٦] ”اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [الأنفال : ٤١] ”اور جان لو کہ بے شک تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٦٠] ”صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر میں (خرچ کرنے کے لیے ہیں)۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کے پاس فاضل سواری ہو اسے چاہیے کہ وہ فاضل سواری اسے دے دے جو سواری سے محروم ہے اور جس کے پاس کھانا ہو اسے چاہیے کہ وہ فاضل کھانا اسے دے دے جسے کھانا میسر نہیں ہے۔“ [مسلم، کتاب اللقطة، باب استحباب المؤاساة بفضول المال : ١٧٢٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ نظر (رحمت) کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا، بلکہ ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا...... (ان میں سے) ایک وہ شخص جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو پھر بھی وہ مسافر کو پانی نہ دے۔“ [بخاری، کتاب المساقاة، باب إثم من منع ابن السبيل من الماء : ٢٣٥٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، وہ سفر کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت کیجیے۔ آپ نے فرمایا: ”میں تمھیں اللہ سے ڈرنے اور ہر بلند مقام پر چڑھتے ہوئے تکبیر کہنے کی وصیت کرتا ہوں۔“ [مستدرك حاكم : ١/ ٤٤٥، ٤٤٦، ح : ١٦٣٣]

﴿ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾ : سے مراد غلام لونڈیاں ہیں، کیونکہ وہ ملکیت میں ہونے کی وجہ سے بالکل ہی بے بس ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں اپنی امت کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ''نماز، نماز اور اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔'' [أبو داوٗد، كتاب الأدب ، باب في حق المملوك : ٥١٥٦۔ ابن ماجه، كتاب الوصايا ، باب و هل أوصى رسول الله ﷺ : ٢٦٩٨]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میرے اور ایک شخص کے درمیان (جو غلام تھا) کچھ سخت کلامی ہوئی، اس کی ماں عجمی تھی، میں نے اسے برا بھلا کہا اور اس کو اس کی ماں کی بنیاد پر عار دلائی، تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''کیا تم نے اسے برا بھلا کہا ہے؟'' میں نے عرض کی، ہاں! آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے اس کو اس کی ماں کی بنیاد پر عار دلائی ہے؟'' میں نے کہا، ہاں! آپ نے فرمایا: ''تم ایسے آدمی ہو کہ تم میں (ابھی تک) جاہلیت موجود ہے۔'' میں نے کہا، اتنی عمر ہو جانے کے بعد کیا اب بھی (مجھ میں جاہلیت موجود ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! وہ (یعنی تمھارے غلام) تمھارے بھائی ہیں۔ اللہ نے ان کو تمھارے ماتحت کر دیا ہے تو اللہ جس شخص کے ماتحت اس کے کسی بھائی کو کر دے تو اسے چاہیے کہ جو وہ خود کھائے وہی غلام کو کھلائے، جو خود پہنے وہی اسے پہنائے اور اسے ایسے کام کی تکلیف نہ دے جو اسے مغلوب کر دے۔ اگر کبھی (ناچار) اسے ایسے کام کی تکلیف دے ڈالے جو اسے مغلوب کر دے تو پھر اس کام میں اس کی مدد بھی کرے۔'' [بخاري، كتاب الأدب ، باب ما ينهى من السباب واللعن : ٦٠٥٠]

آج کل اگرچہ کفار نے زنا پھیلانے اور دوسرے مذموم مقاصد کے لیے غلامی کو ختم کر دیا ہے، مگر اس آیت پر عمل کرنے کے لیے اپنے ماتحت سے، جو اگرچہ غلام نہیں ہیں، حسن سلوک والا معاملہ کرنا چاہیے، مثلاً گھر، دکان، کارخانوں کے ملازم اور نوکر چاکر وغیرہ، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اپنے خزانچی سے دریافت کیا، کیا غلاموں کو کھانا دے دیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، تو فرمایا، جاؤ اور انھیں کھانا دو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''آدمی کے لیے بس یہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے غلام کا کھانا روک لے۔'' [مسلم، كتاب الزكاة ، باب فضل النفقة على العيال والمملوك : ٩٩٦]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا لے کر آئے تو اگر وہ اسے اپنے ساتھ نہ بٹھا سکے تو اسے کم از کم ایک یا دو لقمے ضرور کھلا دے، کیونکہ اس نے کھانا تیار کرتے وقت گرمی برداشت کی ہے۔'' [بخاري، كتاب الأطعمة ، باب الأكل مع الخادم : ٥٤٦٠۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب إطعام المملوك مما يأكل : ١٦٦٣]

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴾ : یعنی جو اپنے بارے میں بڑائی اور برتری کے احساس میں مبتلا ہو اور لوگوں کو حقیر سمجھنے والا اور ان پر تکبر، فخر اور غرور کرنے والا ہو اور اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھنے والا ہو، ایسا شخص خود کو

اگرچہ بہت بڑا سمجھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر اور لوگوں کی نگاہوں میں انتہائی قابلِ نفرت ہوتا ہے۔ سیدنا جابر ابن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت فرمائیے، تو آپ نے (چند اہم امور کا تذکرہ کرنے کے بعد) فرمایا: ''تہ بند کو نیچے نہ لٹکاؤ، کیونکہ تہ بند کا (ٹخنوں سے) نیچے لٹکانا تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٦٤، ح : ٢٠٦٦٣۔ السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الزینة : ٩٦٩١، ٩٦٩٩]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو۔'' ایک شخص نے کہا، آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانه : ٩١]

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝۳۷

''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور اسے چھپاتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو اپنے مال کے بارے میں بخل سے کام لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی پڑوسیوں، اجنبی ہمسایوں، رفقائے پہلو، مسافروں اور غلاموں پر خرچ نہیں کرتے اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حق کو خود ادا نہیں کرتے، بلکہ دوسروں کو بھی بخل سے کام لینے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ نے انھیں جو نعمت مال دی ہے اسے چھپاتے ہیں، ان پر نعمت کا اثر ظاہر ہی نہیں ہوتا۔

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ : سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حرص و بخل سے بچو، کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ حرص و بخل نے انھیں قطع رحمی پر آمادہ کیا تو انھوں نے قطع رحمی شروع کر دی اور اس نے ان کو گناہوں پر ابھارا تو وہ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے۔'' [مسند أحمد : ٢/ ١٩٥، ح : ٦٨٤٩۔ أبو داوٗد، کتاب الزکاة، باب فی الشح : ١٦٩٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو اس وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو (خرچ کرنے کے عوض) اور مال دے اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! بخل کرنے والے کا مال تلف کر دے۔'' [بخاری، کتاب الزکوة، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿فأما من أعطی و اتقی ...... الخ﴾ : ١٤٤٢۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فی المنفق والممسك : ١٠١٠]

وَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ : سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو نعمت سے نوازے تو وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ بندے پر اپنی نعمت کے آثار بھی دیکھے۔'' [أبو داوٗد، كتاب اللباس، باب في الخلقان وفي غسل الثوب : ٤٠٦٣ـ المعجم الكبير للطبراني : ١٣٥/١٨]

وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ۝۳۸

''اور وہ لوگ جو اپنے اموال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر، اور وہ شخص کہ شیطان اس کا ساتھی ہو تو وہ برا ساتھی ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں منافقین کا حال بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگوں کو دکھلاوے کے لیے مال خرچ کرتے ہیں، ان کا ساتھی شیطان ہوتا ہے، جو انھیں کفر پر اکساتا ہے۔ اس لیے وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اللہ کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ صرف اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ لوگ ان کی مذمت نہ بیان کریں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ٢٦٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقے احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے برباد مت کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زوردار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں پائیں گے جو انھوں نے کمایا اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افراد کا ذکر کیا جن کا قیامت کے دن سب سے پہلے فیصلہ ہوگا، وہ عالم، غازی اور سخی ہوں گے، جنھوں نے محض ریاکاری کے لیے اپنے اعمال سرانجام دیے ہوں گے۔ تو وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال سے نوازا تھا وہ کہے گا، میں نے ہر اس جگہ اپنا مال خرچ کیا جہاں خرچ کرنا تجھے پسند تھا، لیکن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو جھوٹ کہتا ہے، کیونکہ تیرا ارادہ تو یہ تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں سخی ہے اور وہ کہہ دیا گیا۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار : ١٩٠٥]

وَ مَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝۳۹

’’اور ان پر کیا آفت آ جاتی اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لے آتے اور اس میں سے خرچ کرتے جو انھیں اللہ نے دیا ہے اور اللہ ہمیشہ سے انھیں خوب جاننے والا ہے۔‘‘

اس میں بھی منافقین کے رویہ کی نکیر کی گئی ہے اور انھیں ایک طرح کی ڈانٹ پلائی گئی ہے کہ اگر وہ لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لے آتے اور اللہ کی مرضی کے لیے اپنا مال خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان ہوتا، آفت تو خرچ نہ کرنے سے آتی ہے، خرچ نہ کرنا مصیبت کو دعوت دیتا ہے، معاش کی تنگی بھی اسی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ۱۸۰] ’’اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پورا باخبر ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ؀ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ [الحدید : ۲۳، ۲۴] ’’تاکہ تم نہ اس پر غم کرو جو تمھارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر پھول جاؤ جو وہ تمھیں عطا فرمائے اور اللہ کسی تکبر کرنے والے، بہت فخر کرنے والے سے محبت نہیں رکھتا۔ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو منہ موڑ جائے تو یقیناً اللہ ہی ہے جو بڑا بے پروا ہے، بہت تعریفوں والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾ [واللیل : ۸ تا ۱۰] ’’اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔‘‘

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۴۰

’’بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔‘‘

بخل اور ریاکاری کی مذمت کے بعد ایمان واطاعت اور صدقہ وخیرات کی ترغیب دلائی تو موقع ومناسبت کا تقاضا تھا کہ خیر وشر کی جزا وسزا کا بھی ذکر ہو۔ اسی لیے اس آیتِ کریمہ میں اللہ نے بندوں کو خبر دی ہے کہ وہ قیامت کے دن حساب کے وقت کسی پر ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرے گا، بلکہ ایک ایک نیکی کو کئی کئی گنا بڑھائے گا اور ایسے لوگوں کو

اپنے پاس سے بھی اجر عظیم دے گا۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ﴾ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت سے متعلق طویل حدیث میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان پاؤ، اسے جہنم سے نکال لاؤ۔'' [بخاری، کتاب التوحید ، باب قول اللہ تعالی : ﴿ وجوه يومئذ ناضرة ...... الخ ﴾ : ۷۴۳۹]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرمائیں گے، تم جاؤ اور جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی خیر (یعنی ایمان) کو پاؤ اسے بھی جہنم سے نکال لاؤ، چنانچہ وہ بہت سی مخلوق کو نکال لائیں گے۔'' یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابو سعید رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم مجھے اس حدیث کے بارے میں سچا نہ جانو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ ''بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ۱۸۳]

﴿ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۶۰] ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَ هُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴾ [سبا : ۳۷] ''اور نہ تمھارے مال ایسے ہیں اور نہ تمھاری اولاد جو تمھیں ہمارے ہاں قرب میں نزدیک کر دیں، مگر جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے دوگنا بدلہ ہے، اس کے عوض جو انھوں نے عمل کیا اور وہ بالا خانوں میں بے خوف ہوں گے۔''

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾

''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔''

اس آیت میں گزشتہ آیت کے مضمون کی مناسبت سے قیامت کی ہولناکیوں اور اس دن کی پریشانیوں کا ذکر ہوا کہ اہل کفر اور اہل شر و فساد کا اس دن کیسا حال ہوگا، جب ہر امت میں سے اس کے رسول کو بلایا جائے گا جو گواہی دے گا کہ میں نے پیغام پہنچا دیا تھا، لیکن انھوں نے کفر و سرکشی کا ارتکاب کیا، تاکہ اس شہادت کے مطابق ان کا حساب ہو اور پھر ان سب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کی حیثیت سے بلایا جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں ذکر کردہ قصص الانبیاء کی روشنی میں گواہی دیں گے کہ انھوں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا اور جو امانت ان کے سپرد کی گئی تھی اسے بے کم و کاست ادا کر دیا تھا۔

قرآن مجید میں گواہوں کا ذکر اللہ نے کئی جگہ کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٩] ''اور زمین اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن ہو جائے گی اور لکھا ہوا (سامنے) رکھا جائے گا اور نبی اور گواہ لائے جائیں گے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَیَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴾ [النحل : ٨٤] ''اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے، پھر ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، نہ اجازت دی جائے گی اور نہ ان سے معافی کی درخواست لی جائے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا عَلَیْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِیْدًا عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴾ [النحل : ٨٩] ''اور جس دن ہم ہر امت میں ان پر انھی میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا میں پڑھ کر سناؤں، حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کسی دوسرے سے بھی قرآن سنوں۔'' چنانچہ میں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کر دی اور جب میں اس آیت پر پہنچا: ﴿ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے'' تو آپ نے فرمایا: ''اب بس کرو۔'' میں نے دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فکیف إذا جئنا...... الخ ﴾ : ٤٥٨٢]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے اے میرے رب! میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے، ہاں! پھر ان کی امت سے کہا جائے گا، کیا انھوں نے تمھیں تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے، ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ (نوح سے) فرمائے گا، تمھارا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ پھر اس امت کے لوگ گواہی دیں گے کہ بے شک انھوں نے تبلیغ کی تھی، پھر تم پر تمھارا رسول گواہ ہوگا، یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ﴾ [البقرة : ١٤٣] ''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے ہو جاؤ اور رسول تم پر شہادت دینے والا ہو۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ و كذلك جعلنكم أمة وسطا...... الخ ﴾ : ٤٤٨٧]

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝۴۲

’’اس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، چاہیں گے کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے اور وہ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔‘‘

یہاں قیامت کی ہولناکی کی ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ اس دن اہل کفر اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش انھیں مٹی بنا کر زمین میں ملا دیا جاتا، تاکہ حساب نہ دینا پڑتا اور جہنم میں نہ ڈالے جاتے اور اس دن ان کا حال یہ ہو گا کہ وہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپا پائیں گے۔ ان کا انگ انگ بولے گا اور ان کے خلاف گواہی دے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝۴۳

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نماز کے قریب نہ جاؤ، اس حال میں کہ تم نشے میں ہو، یہاں تک کہ تم جانو جو کچھ کہتے ہو اور نہ اس حال میں کہ جنبی ہو، مگر راستہ عبور کرنے والے، یہاں تک کہ غسل کر لو۔ اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر پر، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو، پس اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر ملو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔‘‘

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الأشربة، باب بیان أن کل مسکر خمر و أن کل خمر حرام : ۲۰۰۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر خطبہ میں فرمایا، (اے لوگو!) جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس وقت یہ پانچ چیزوں انگور، کھجور، گندم، جو اور شہد سے تیار کی جاتی تھی، (یاد رکھو کہ) شراب ہر وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔ [بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فی أن الخمر ما خامر العقل من الشراب : ۵۵۸۸۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی نزول تحریم الخمر : ۳۰۳۲]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’شراب پر دس وجوہ سے لعنت ہے، شراب

بذات خود ملعون ہے، اس کا پینے والا، پلانے والا، بیچنے والا، خریدنے والا، نچوڑنے والا، جس کے لیے نچوڑی جائے، اٹھانے والا، جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والا، (یہ سب کے سب ملعون ہیں)۔" [مسند أحمد : ۲/ ۲۵، ح : ۴۷۸۶۔ أبو داوٗد، کتاب الأشربة ، باب العصیر للخمر : ۳۶۷۴]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص دنیا میں شراب پیے اور پھر اس سے توبہ نہ کرے تو وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔" [بخاری، کتاب الأشربة، باب قول اللہ تعالی : ﴿ إنما الخمر والمیسر ...... الخ ﴾ : ۵۵۷۵۔ مسلم، کتاب الأشربة ، باب بیان أن کل مسکر خمر ...... الخ : ۲۰۰۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے کھانا پکایا، پھر ہمیں بلایا اور ہمیں شراب پلائی، شراب نے ہمیں مدہوش کر دیا، اتنے میں نماز کا وقت آ گیا، انھوں نے مجھے امام بنا دیا، میں نے پڑھا: "قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ، وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ" (کہہ دیجیے اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں جس کی تم عبادت کرتے ہو) تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی : ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ﴾ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء : ۳۰۲۶]

حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو اسے چاہیے کہ نماز چھوڑ کر سو جائے اور نماز اس وقت پڑھے جب اسے یہ معلوم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حالت نیند میں نماز ادا کرتے ہوئے وہ مغفرت کی دعا کرنے کے بجائے، اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔" [بخاری، کتاب الوضوء ، باب الوضوء من النوم ومن لم یر من النعسة : ۲۱۲]

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا : یعنی جنبی یا حائضہ کے لیے مسجد سے گزرنا جائز ہے ٹھہرنا جائز نہیں، کیونکہ بہت سے صحابہ کے گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے، ان کے لیے غسل کر کے گزرنا مشکل تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، مگر آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دریچے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دریچے بند کروا دیے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو بکر کے دریچے کے سوا مسجد میں کھلنے والے ہر دریچے کو بند کر دو۔" [بخاری، کتاب الصلوة، باب الخوخة الممر فی المسجد : ۴۶۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا: "مجھے مسجد سے چٹائی پکڑا دو۔" میں نے عرض کی، میں حالت حیض میں ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا: "حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔" [مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها : ۲۹۸]

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ ...... صَعِيْدًا طَيِّبًا : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر (غزوۂ بنی مصطلق) پر تھے، جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پہنچے تو میرا ہار جو میں نے اسماء سے عاریتاً لیا تھا، ٹوٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاش کے لیے وہیں پڑاؤ فرما لیا۔ تب صحابہ کے پاس پانی تھا اور نہ وہ پانی کے مقام پر تھے، لوگوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ان سے کہا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے کیا کیا؟ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اور دیگر لوگوں کو ایسے مقام پر ٹھہرا دیا جہاں پانی میسر نہیں ہے اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ (یہ سن کر) ابوبکر رضی اللہ عنہ (میرے) پاس آئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھ کر سو رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ پر خفگی کا اظہار کیا اور جو کچھ اللہ نے چاہا انھوں نے کہا۔ انھوں نے اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچوکے لگائے۔ مجھے حرکت سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ الغرض جب رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت بیدار ہوئے اور پانی کہیں نہیں تھا، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرما دی۔ چنانچہ سب لوگوں نے تیمم کیا (اور نماز ادا کی)۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا، اے آل ابی بکر! یہ پہلی برکت نہیں جو تمھاری بدولت ہمیں حاصل ہوئی ہے (بلکہ تمھاری بدولت ہم پہلے بھی کئی آسانیوں سے فیض یاب ہو چکے ہیں)۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، پھر ہم نے اس اونٹ کو جس پر میں سوار تھی، اٹھایا تو اس کے نیچے سے وہ ہار بھی مل گیا۔ [بخاری، کتاب التیمم، باب قول اللہ تعالٰی: ﴿ فلم تجدوا مآء ...... الخ ﴾: ۳۳۴۔ مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم : ۳۶۷]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا، ایک شخص الگ تھلگ بیٹھا ہے اور اس نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا نہیں کی، آپ نے فرمایا: ''اے فلاں! تو نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟'' اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں حالت جنابت میں ہوں اور یہاں پانی میسر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''مٹی استعمال کر لو، تمھارے لیے یہی کافی ہے۔'' [بخاری، کتاب التیمم، بابٌ : ۳۴۸۔ مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلٰوة الفائتة : ۶۸۲]

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمیں تین باتوں کے باعث لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے: ① ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں۔ ② ہمارے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے اور ③ جب ہمیں پانی نہ ملے تو مٹی ہی کو ہمارے لیے پاکی کے حصول کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلٰوة : ۵۲۲]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً پاک مٹی مسلمان کے لیے طہارت کا ذریعہ ہے، خواہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے اور جب پانی پا لے تو اسے اپنے جسم پر استعمال کرے، یہ اس کے لیے بہتر ہے۔'' [ترمذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی التیمم للجنب إذا لم یجد الماء : ۱۲۴۔ أبو داوٗد، کتاب الطهارة، باب الجنب یتیمم : ۳۳۲]

فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَ اَيۡدِيۡكُمۡ : عبد الرحمن بن ابزیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ان سے عرض کی کہ کیا کروں، حالت جنابت میں ہوں، لیکن پانی میسر نہیں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نماز نہ پڑھو، اس پر سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کی، امیر المومنین! یاد نہیں کہ جب میں اور آپ ایک سریہ میں تھے، تب ہمیں حالت جنابت لاحق ہوگئی تھی اور ہمارے پاس پانی نہیں تھا تو آپ نے نماز نہیں پڑھی تھی اور میں نے زمین میں اچھی طرح لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھ لی تھی اور واپس آ کر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''تمھیں اتنا ہی کافی تھا۔'' چنانچہ آپ نے اپنے دست مبارک کو زمین پر مارا تھا اور پھر اس میں پھونک مار کر اس کے ساتھ اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کو مل لیا تھا۔ [بخاری، کتاب التیمم ، باب المتیمم هل ینفخ فیهما ؟ : ۳۳۸۔ مسند أحمد : ۲٦٥/٤، ح : ۱۸۳٦۲]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں: ① ایک مہینے کی مسافت سے دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ ② میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور ذریعۂ طہارت قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا میری امت کے آدمی پر جہاں نماز کا وقت آئے، وہ اسی جگہ نماز ادا کر لے، اس کے پاس مسجد بھی ہے اور طہارت کا سامان بھی۔ ③ میرے لیے غنیمتوں کو حلال قرار دیا گیا ہے، جنھیں مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی حلال قرار نہیں دیا گیا تھا۔ ④ مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ ⑤ اور ہر نبی کو اپنی قوم ہی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، تاہم مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التیمم، باب : ۳۳۵۔ مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ : ٥۲۱]

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يَشۡتَرُوۡنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِيۡلَ ﴿۴۴﴾ وَ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآىِٕكُمۡ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ٝ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيۡرًا ﴿۴۵﴾

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ گمراہی کو خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم راستے سے بھٹک جاؤ۔ اور اللہ تمھارے دشمنوں کو زیادہ جاننے والا ہے اور اللہ کافی دوست ہے اور اللہ کافی مددگار ہے۔''

اللہ تعالیٰ یہودیوں کے بارے میں بتا رہا ہے کہ یہ ظالم ہدایت کے بجائے گمراہی کو خریدتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر جو نازل فرمایا ہے اسی سے اعراض کرتے ہیں اور سابقہ انبیاء کی طرف سے ان کے پاس سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے بارے میں جو علم ہے، اسے چھپاتے ہیں، تاکہ دنیا کے سامان میں سے تھوڑا سا حاصل کر سکیں اور چاہتے ہیں کہ مومنو! کاش! تم بھی اس چیز کے ساتھ کفر کرو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے اور تم بھی اس ہدایت اور علم نافع کو ترک

کر دو جس سے تم کو نوازا گیا ہے۔ اللہ مسلمانوں کو ان دشمنوں سے بچنے کی تلقین فرماتا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ﴾: اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں ان کی گمراہی اور ایمان والوں کو گمراہ کرنے کے لیے ان کی ایک چال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴾ [النساء : ۵۱] ”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ بتوں اور باطل معبود پر ایمان لاتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ان سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں جو ایمان لائے ہیں۔“ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہر اور پوشیدہ مختلف سازشوں کا ذکر کیا ہے، جن کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کو بہکا کر اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتے تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [البقرة : ۱۱۱] ”اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۷۲] ”اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا تم دن کے شروع میں اس چیز پر ایمان لاؤ جو ان لوگوں پر نازل کی گئی ہے جو ایمان لائے ہیں اور اس کے آخر میں انکار کر دو، تاکہ وہ واپس لوٹ آئیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۰۰] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان میں سے کچھ لوگوں کا کہنا مانو گے، جنھیں کتاب دی گئی ہے، تو وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں گے۔“

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

”وہ لوگ جو یہودی بن گئے، ان میں سے کچھ لوگ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا (ہم نے سنا اور نہیں مانا) اور اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ (سن اس حال میں کہ تجھے نہ سنایا جائے) اور رَاعِنَا (ہماری رعایت کر) (یہ الفاظ) اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے (کہتے ہیں) اور اگر بے شک وہ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا (ہم نے سنا اور مانا) اور اِسْمَعْ وَ انْظُرْنَا (سن اور ہماری طرف دیکھ) کہتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر اور زیادہ درست ہوتا

اور لیکن اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی، پس وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔“

جو یہود رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آیا کرتے تھے ان کی تین طرح کی حرکتوں کا ان آیات میں ذکر ہوا ہے، ایک یہ کہ جب وہ کوئی حکم الٰہی سنتے تو بلند آواز سے ”سَمِعْنَا“ کہتے مگر آہستہ آواز سے یا دل میں ”عَصَيْنَا“ (یعنی ہم نہیں مانیں گے) کہہ دیتے، یا ”اَطَعْنَا“ کا لفظ زبان کو مروڑ کر یوں ادا کرتے کہ وہ ”اَطَعْنَا“ کی بجائے ”عَصَيْنَا“ ہی سمجھ میں آتا۔ دوسری حرکت یہ کہ جب کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی اور کچھ پوچھنا درکار ہوتا تو ”اِسْمَعْ“ کہتے اور ساتھ ہی ”غَيْرَ مُسْمَعٍ“ بھی دل میں کہہ دیتے (یعنی تم سن ہی نہ سکو یا بہرے ہو جاؤ) اور تیسری حرکت یہ تھی کہ کبھی ”اِسْمَعْ“ کی بجائے ”رَاعِنَا“ کہتے اور زبان کو مروڑ کر اس لفظ کو ”رَاعِیْنَا“ بنا دیتے، یعنی ہمارے چرواہے! پھر آپس میں یہ بھی کہا کرتے کہ اگر یہ فی الواقع نبی ہوتا تو اسے ہماری ان باتوں پر اطلاع ہو جانا یقینی تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی ایسی شرارتوں اور خباثتوں سے مطلع کر دیا اور ساتھ ہی یہ بتا دیا کہ جو لوگ اپنی ضلالت میں اس درجہ پختہ ہو چکے اور ہٹ دھرم بن چکے ہیں ان سے ایمان لانے کی توقع عبث ہے۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ : اس قسم کے یہودیوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ بھی کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۷۵] ”تو کیا تم طمع رکھتے ہو کہ وہ تمھارے لیے ایمان لے آئیں گے، حالانکہ یقیناً ان میں سے کچھ لوگ ہمیشہ ایسے چلے آئے ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں، پھر اسے بدل ڈالتے ہیں، اس کے بعد کہ اسے سمجھ چکے ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔“

وَرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ : یعنی گفتگو کے وقت زبان کو مروڑ کر نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا ﴾ [البقرة : ۱۰۴] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ”رَاعِنَا“ (ہماری رعایت کر) مت کہو اور ”اُنْظُرْنَا“ (ہماری طرف دیکھ) کہو۔“

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ : اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو آدابِ رسول کی تعلیم دی ہے اور ایسا نہ کرنے پر لعنت اور عذاب الٰہی کی وعید سنائی اور مومنوں پر تو آدابِ رسول کو فرض کر دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۱۰۴] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ”رَاعِنَا“ (ہماری رعایت کر) مت کہو اور ”اُنْظُرْنَا“ (ہماری طرف دیکھ) کہو اور سنو۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ

وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰٓ أَدْبَارِهَآ أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ أَصْحٰبَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ﴿٤٧﴾

''اے لوگو جنھیں کتاب دی گئی ہے! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر انھیں ان کی پیٹھوں پر پھیر دیں، یا ان پر لعنت کریں، جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہمیشہ (پورا) کیا ہوا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں یہودِ مدینہ کو ان کے پاس جو علم تھا، اس کا حوالہ دے کر کہا گیا ہے کہ تم لوگ اس قرآن پر ایمان لے آؤ جو تمھاری کتاب کی تصدیق کرتا ہے، قبل اس کے کہ تمھیں ہمارا عذاب آ گھیرے اور ہم تمھاری آنکھ، ناک اور منہ کو غائب کر کے تمھارے چہروں کو بگاڑ دیں، اور انھیں تمھاری پیٹھ کی طرف کر دیں، یا ان پر لعنت بھیج کر چہروں کو مکمل طور پر بدل دیں، جیسا کہ ہم نے ہفتہ کے دن والوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس وعید کا تعلق یا تو قیامت کے دن سے ہے یا دنیا میں چہروں کو مسخ کر دینا مراد ہے اور ''اصحاب سبت'' جیسی لعنت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح ان کو بندر و خنزیر بنا دیا تھا، تو اس بات سے ڈرو کہ کہیں تمھیں بھی ویسا ہی نہ بنا دیا جائے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے (انسانوں کی) صورتیں بدلیں گی، وہ زمین میں دھنسیں گے اور ان پر پتھر برسیں گے۔'' [ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الخسوف : ٤٠٥٩]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کے آخر میں (یعنی قیامت کے نزدیک) زمین میں دھنسنے، صورتیں بگڑ جانے اور پتھر برسنے کے واقعات ہوں گے۔'' [ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الخسوف : ٤٠٦٠]

كَمَا لَعَنَّآ أَصْحٰبَ السَّبْتِ : ہفتہ والوں سے مراد بنی اسرائیل کی ایک جماعت ہے جن کو ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار سے منع کر دیا گیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ [النساء : ١٥٤] ''اور ہم نے ان پر پہاڑ کو ان کا پختہ عہد لینے کے ساتھ اٹھا کھڑا کیا اور ہم نے ان سے کہا دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں زیادتی مت کرو اور ہم نے ان سے ایک مضبوط عہد لیا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٦٦] ''پھر جب وہ اس بات میں حد سے بڑھ گئے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۚ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۚ أُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴾ [المائدة : ٦٠] ''کہہ دے کیا میں تمھیں اللہ کے نزدیک جزا کے اعتبار سے اس سے زیادہ برے لوگ بتاؤں، وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور جن پر غصے ہوا اور جن میں سے بندر اور خنزیر بنا دیے اور جنھوں نے طاغوت کی عبادت کی۔ یہ لوگ

درجے میں زیادہ برے اور سیدھے راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔“

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا : یعنی اللہ تعالیٰ جس کام کا فیصلہ کر لیتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اور جب اللہ کا عذاب آ جائے گا تو اس وقت ایمان لانا ان کے لیے مفید نہ ہوگا اور وہ خائب و خاسر ہو کر رہ جائیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۸۴، ۸۵] ”پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ [الم تنزیل : ۲۹] ”کہہ دے فیصلے کے دن ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا نہ ان کا ایمان لانا نفع دے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝۴۸

”بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔“

یہود کو وعید اور ڈانٹ سنانے کے بعد اب اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ یہ وعید ایمان نہ لانے اور کفر و شرک کی وجہ سے ہے، ورنہ دوسرے گناہ تو قابل معافی ہیں۔ جسے اللہ چاہے گا معاف فرما دے گا اور جسے چاہے گا سزا دے کر چھوڑ دے گا۔ مگر شرک کی معافی نہیں، کیونکہ مشرک پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے۔

یہود و نصاریٰ کی طرح نام نہاد مسلمان جو شرک میں گرفتار ہیں، مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارتے، اٹھتے بیٹھتے ان کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں، ان کے نام کا روزہ رکھتے، ان کی قبروں کو پوجتے، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے اور ان کی منتیں مانگتے ہیں، وہ بھی مشرکوں کے حکم میں آتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ : شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کی برائی بے حد و حساب ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ [الحج : ۳۱] ”اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ”بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“ اور

فرمایا: ﴿ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [الأنعام : ۸۸] ''اور اگر یہ لوگ شریک بناتے تو یقیناً ان سے ضائع ہو جاتا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ [الزمر : ٦٥] ''بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہوا فوت ہو جائے وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الجنائز ، باب ومن کان آخر کلامه لا إله إلا الله : ۱۲۳۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرك بالله شیئًا : ۹۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سب سے کم عذاب والے جہنمی سے کہے گا کہ اگر زمین کی تمام چیزیں تیرے پاس ہوتیں تو کیا تو اس عذاب سے نجات پانے کے لیے ان سب کو دے دیتا ؟ وہ عرض کرے گا، ہاں ! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تجھ سے اس کی نسبت کہیں زیادہ آسان چیز کا سوال کیا تھا اور تو اس وقت صلب آدم میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا، لیکن تو نے شرک ہی کا ارتکاب کیا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم وذریته : ۳۳۳٤۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین ، باب طلب الکافر الفداء : ۲۸۰۵]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ کا شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔'' [بخاری، کتاب الحدود، باب إثم الزناة : ٦٨١١۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الشرك أقبح الذنوب : ۸٦]

وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! تو جب تک میری بندگی کرتا رہے گا اور مجھ سے امید قائم رکھے گا تو میں بھی تجھے معاف کرتا رہوں گا، خواہ تیرے جو بھی گناہ ہوں، اے میرے بندے! اگر تو زمین بھر گناہ لے کر میرے پاس آ جائے اور ان میں شرک نہ ہو تو میں تیرے پاس اتنی ہی بخشش لے کر آؤں گا۔'' [مسند أحمد : ١٥٤/٥، ح : ۲۱٤۲٦۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الذکر والدعاء : ۲٦۸۷]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''جو شخص ''لا الٰہ الا اللہ'' کہے اور اسی پر فوت ہو جائے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: ''خواہ اس نے زنا کیا ہو اور خواہ اس نے چوری کی ہو۔'' میں نے عرض کی، خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: ''خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔'' یہ جملہ آپ نے تین بار ارشاد فرمایا، پھر چوتھی بار ساتھ یہ بھی فرمایا: ''خواہ ابوذر کی ناک خاک آلودہ ہو جائے، وہ جنت میں ضرور

جائے گا۔'' سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے نکلے تو وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے جا رہے تھے، خواہ ابوذر کی ناک ہی کیوں نہ خاک آلودہ ہو، بعد میں بھی ابوذر رضی اللہ عنہ جب اس حدیث کو بیان کرتے تو یہ ضرور کہتے، خواہ ابوذر کی ناک ہی کیوں نہ خاک آلودہ ہو۔ [مسند أحمد : ۵/ ۱۶۶، ح : ۲۱۵۲۲۔ بخاری، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض : ۵۸۲۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرک باللہ شیئًا دخل الجنۃ : ۹۴/۱۵۴]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۴۹

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاک کہتے ہیں، بلکہ اللہ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

اس آیت کریمہ میں یہود و نصاریٰ کی مذمت کی گئی ہے، جو ہمیشہ اپنی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں، وہ اپنے آپ کو مقدس و معصوم سمجھتے اور اللہ کے بیٹے اور محبوب ہونے کا دعویٰ کرتے، ان کی تردید فرمائی کہ کسی کو پاک باز انسان قرار دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے، پہلے اسے ایمان و عمل صالح کی توفیق دیتا ہے، پھر اس کے نتیجے میں اس کا تزکیہ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے کی تعریف سے بھی خصوصاً جب سامنے ہو یا مبالغہ کے ساتھ ہو، منع فرمایا، جیسا کہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا تو ایک آدمی نے اس کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔'' (ایسا آپ نے تین مرتبہ فرمایا، پھر کہا) ''اگر کسی کے لیے اپنے بھائی کی تعریف کرنا ضروری ہی ہو تو یوں کہے، میں اسے ایسا سمجھتا ہوں، اگر واقعی ان میں وہ خوبیاں پاتا ہو، اس کا حساب کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب ما یکرہ من التمادح : ۶۰۶۱۔ مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن المدح ...... الخ : ۳۰۰۰]

منہ پر تعریف کرنے والوں کا مقصد عام طور پر اپنے ممدوح کی مبالغہ آمیز ناجائز تعریف اور خوشامد وغیرہ کر کے ان سے ناجائز طور پر مالی فائدہ حاصل کرنا یا ان کی نظر میں بلند مقام حاصل کرنا ہوتا ہے، یہ عمل اخلاقی طور پر غلط ہے۔ سیدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تعریف کرنے والوں کے چہروں پر خاک ڈالیں۔ [مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن المدح ...... الخ : ۳۰۰۲]

چہروں پر خاک ڈالنے کا مطلب بالکل واضح ہے کہ تعریف کرنے والے شخص کے منہ پر مٹی ڈال دی جائے۔ جس طرح کہ راوی حدیث، صحابیٔ رسول سیدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حاکم وقت کی ان کے منہ پر تعریف کرنے والے شخص کے چہرے پر مٹی پھینکی تھی، پھر ان کے پوچھنے پر فرمایا تھا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشامد کرنے والوں کے منہ پر اسی طرح مٹی پھینکنے کا حکم دیا ہے۔ [مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن المدح ...... الخ : ۳۰۰۲]

یہ بات یاد رہے کہ اس ممنوع تعریف سے مراد وہ تعریف ہے جو مبنی بر خوشامد اور مبالغہ آمیز ہو، نیز ایسی تعریف جس

سے ممدوح شخص کے عُجب، خود پسندی اور ریا کاری میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص واقعی قابل تعریف ہو اور اپنی تعریف سن کر اس شخص کے کسی قسم کے فتنے وغیرہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور نہ تعریف کرنے والے کا مقصد ہی ناجائز فوائد حاصل کرنا ہو، تو ایسی تعریف کرنا جائز ہے، جس طرح کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کی تعریف ان کی موجودگی میں فرمائی۔ واللہ اعلم !

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾

''دیکھ وہ اللہ پر کس طرح جھوٹ باندھتے ہیں اور صریح گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔''

یہاں حیرت و استعجاب کے طور پر کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے بارے میں جھوٹی باتیں بیان کرنے میں کتنے جری ہیں اور اس سے بڑا اور کھلا گناہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور کے کام آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب قبح الکذب......الخ : ۱۰۵ / ۲٦۰۷۔ بخاری، کتاب الأدب، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ یأیھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ ...... الخ ﴾ : ٦۰۹٤]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ بتوں اور باطل معبود پر ایمان لاتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ان سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کرے پھر تو کوئی اس کی مدد کرنے والا ہرگز نہ پائے گا۔''

یہودیوں کی رسول اللہ ﷺ سے مخالفت ہوئی تو انھوں نے مشرکین مکہ سے رابطہ قائم کر لیا اور ان سے کہنے لگے کہ تمھارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے۔ یہ سب کچھ اس حسد کی وجہ سے تھا کہ نبوت اور رسالت ہمارے سوا دوسروں کو کیوں مل گئی؟ نیز یہ بات اس لیے بھی کہی کہ مشرکین مکہ ان کا ساتھ دیں۔ چنانچہ بظاہر ان کی سازش کامیاب رہی اور مکہ اور اطراف و جوانب کے کفار مسلمانوں کے خلاف جمع ہو کر ٹوٹ پڑے اور مسلمانوں اور شہر مدینہ کو اتنا بڑا خطرہ لاحق ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو کافروں سے بچاؤ کے لیے مدینہ منورہ کے ارد گرد خندق کھودنا پڑی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حفاظت فرمائی اور ان کے دشمنوں کو ناکام و نامراد واپس لوٹا دیا۔

<u>يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ</u> : سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''جبت'' سے مراد جادو اور ''طاغوت'' سے

مراد شیطان ہے۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ و إن کنتم مرضی أو علی سفرٍ ﴾، قبل الحدیث :۴۵۸۳، معلقًا]

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝۵۳

’’یا ان کے پاس سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟ تو اس وقت تو وہ لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کے نقطہ کے برابر نہ دیں گے۔‘‘

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بخل کا حال بیان کیا ہے کہ اگر ان کے پاس حکومت ہوتی تو شدتِ بخل کی وجہ سے وہ کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے برابر بھی کوئی چیز کسی کو نہ دیتے۔ یہ آیت کریمہ اس آیتِ کریمہ کی طرح ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۰۰] ’’کہہ دے اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس وقت تم خرچ ہو جانے کے ڈر سے ضرور روک لیتے۔‘‘

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝۵۴ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝۵۵

’’یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، تو ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے انھیں بہت بڑی سلطنت عطا فرمائی۔ پھر ان میں سے کوئی وہ ہے جو اس پر ایمان لے آیا اور کوئی وہ ہے جو اس سے منہ موڑ گیا اور جلانے کے لیے جہنم ہی کافی ہے۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں مدتِ دراز تک نبوت اور بادشاہی رہی ہے اور سیدنا داؤد علیہ السلام، سیدنا سلیمان علیہ السلام اور دوسرے اولوالعزم پیغمبر ہو گزرے ہیں، اب بنو اسماعیل میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرما دیا گیا ہے، تو یہ کیوں حسد کر رہے ہیں؟

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ : یعنی اہل کتاب میں سب ہی برے نہیں، بعض وہ ہیں جو اس کتاب پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور بعض ایمان سے رکے ہوئے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۱۳، ۱۱۴] ’’وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ صالحین سے ہیں۔‘‘

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾

’’بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انھیں عنقریب ایک سخت آگ میں جھونکیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انھیں ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے، تاکہ وہ عذاب چکھیں، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ہم انھیں عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں ہمیشہ، ان کے لیے ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انھیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔‘‘

کافر جہنمیوں کو آگ میں اس طرح عذاب دیا جائے گا کہ جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو اللہ ان کی کھالوں کو بدل دے گا۔ اگلی آیت میں نیک بخت لوگوں کے انجام کا ذکر ہے کہ جو لوگ محمد ﷺ، قرآن کریم اور جملہ آسمانی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لے آئیں گے اور عمل صالح کریں گے تو اللہ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں انھیں پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور وہ گھنی چھاؤں کے نیچے آرام کریں گے۔

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا : اہل جہنم کے عذاب کی سختی بیان کرنا مقصود ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اتنی دیر آگ میں ان کے چمڑے ایک ایک لمحے میں کتنی بار جل کر دوبارہ تبدیل ہوں گے۔ البتہ یہ تو صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جہنمیوں کا جسم بہت بڑھا دیا جائے گا، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کافر کے کان کی لو اور کندھے کے درمیان سات سو سال کا فاصلہ ہوگا۔‘‘ [مسند أحمد : ۲/ ۲٦، ح : ٤٧٩٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کافر کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی جلد کی موٹائی تین دن کا فاصلہ ہوگا۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء : ۲۸٥۱]

اور اس طرح ان کو دائمی عذاب ہوتا رہے گا۔

سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا : نہروں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ﴾ [محمد : ۱۵] ''اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں۔''

لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴾ [الرحمٰن : ۷۰ تا ۷۴] ''ان میں کئی خوب سیرت، خوبصورت عورتیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں، جو خیموں میں روکی ہوئی ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان سے پہلے نہ کسی انسان نے انھیں ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔''

وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا : سے مراد نہایت درجہ کی راحت ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۞ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۞ وَ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۞ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴾ [الواقعة : ۲۷ تا ۳۰] ''اور دائیں ہاتھ والے، کیا (ہی اچھے) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایسی بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں۔ اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴾ [یٰس : ۵۶] ''وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ایسا ہو گا کہ سوار یقیناً اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا، پھر بھی وہ اس کو طے نہ کر پائے گا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة : ۳۲۵۱۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب أن فی الجنة شجرة ...... الخ : ۲۸۲۶]

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۞

''بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تمھیں یہ بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

یہود کی عادت بد تھی کہ امانت میں خیانت کرتے اور فیصلہ کرتے وقت رشوت لے کر غلط فیصلہ کرتے، تو مسلمانوں کو

ان باتوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں امانت سے مراد گو ہر قسم کی امانت ہے، اس کا تعلق مذہب سے ہو یا دنیاوی معاملات سے، لیکن یہود کتمانِ حق کر کے امانت علمی میں خیانت کے مرتکب تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ وہ امانتوں کی سختی سے حفاظت کریں اور ان کی ادائیگی میں ذرا بھی کوتاہی نہ کریں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کی تعریف فرمائی اور کہا کہ یہ بڑی اچھی چیز ہے جس کے برتنے کی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تلقین کر رہا ہے۔ چاہے وہ حکام ہوں یا رعایا۔ اس لیے کہ پرامن اور شریفانہ زندگی کا دارومدار اسی پر ہے کہ مسلم معاشرے میں انصاف کا چلن اور عدل کا دور دورہ ہو۔

<u>اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ لْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ﴾ [البقرۃ : ۲۸۳] ”پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے وہ اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے، جو اس کا رب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۸] ”اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں “

امانت میں خیانت کرنا مسلمان کی شان نہیں، یہ تو منافق کی علامت ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب امانتدار بنایا جائے تو خیانت کرے، (ایسا آدمی منافق ہی ہوگا) اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور دعویٰ کرے کہ وہ مسلمان ہے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۱۰۷، ۱۱۰/ ۵۹]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ چار باتیں جس شخص میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک صفت ہوگی: ① جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے۔ ② جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ ③ جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے۔ ④ اور جب لڑائی کرے تو گالی بکے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۴۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان خصال المنافق : ۵۸]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”امانت لوگوں کے دلوں کے اندر نازل کی گئی، پھر لوگوں نے اسے قرآن سے سیکھا، پھر سنت سے سیکھا۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کے اٹھ جانے سے متعلق ارشاد فرمایا: ”آدمی ایک دفعہ سوئے گا تو امانت اس کے دل سے نکال لی جائے گی۔ تب محض ایک دھبے کے مانند اس کا نشان رہ جائے گا۔ وہ شخص پھر ایک دفعہ سوئے گا تو باقی امانت بھی نکال لی جائے گی اور آبلے جیسا ایک نشان باقی رہ جائے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے تم کوئی انگارا اپنے پاؤں پر لڑھکاؤ اور وہ جل کر پھول جائے اور تمھیں ابھرا ہوا نظر آئے،

حالانکہ اس میں کچھ بھی نہ ہو۔ (ایسے زمانے میں) لوگ خرید و فروخت کریں گے، لیکن امانت ادا کرنے والا کوئی نہیں ہو گا، لوگ (تعجب سے) کہیں گے، فلاں قبیلہ میں فلاں شخص امانت دار ہے اور کیسا عقلمند، کیسا ظریف اور کتنا قوی و صابر ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہو گا۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب رفع الأمانة : ٦٤٩٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب رفع الأمانة : ١٤٣]

وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ١ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا١۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا١ۚ وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾ [النساء : ١٣٥] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے، اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ، خواہ تمھاری ذاتوں یا والدین اور زیادہ قرابت والوں کے خلاف ہو، اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو اللہ ان دونوں پر زیادہ حق رکھنے والا ہے۔ پس اس میں خواہش کی پیروی نہ کرو کہ عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو، یا پہلو بچاؤ تو بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ١ٞ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا١ؕ اِعْدِلُوْا١۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى١ٞ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ٨] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ١ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ٩٠] ''بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا١ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ١ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا١ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ [الحجرات : ٩] ''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک انصاف کرنے والے جو اپنے فیصلہ میں، اپنے اہل و عیال میں اور رعایا میں انصاف کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں

گے، جو رحمٰن عزوجل کے دائیں طرف ہوں گے اور (واضح رہے کہ) رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہی ہیں۔'' [مسلم، كتاب الإمارة ، باب فضيلة الأمير العادل : ۱۸۲۷]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ قاضی اور حاکم کے ساتھ ہوتا ہے، جب تک وہ ظلم نہ کرے اور جب وہ ظلم کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب الأحكام ، باب التغليظ في الحيف والرشوة : ۲۳۱۲]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔''

اس آیت میں اللہ نے رعایا کو اپنی، اپنے رسول اور حکام و امرا کی اطاعت کا حکم دیا ہے، الا یہ کہ حکام اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں، تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ اس لیے کہ جہاں خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو، وہاں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ آگے فرمایا کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ اللہ اور آخرت پر ایمان کا یہی تقاضا ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی عمل بہتر ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آیت ﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ عبد اللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، اس وقت کہ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ بھیجا تھا۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿أطيعوا الله و أطيعوا الرسول﴾ : ۴۵۸۴۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية : ۱۸۳۴]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور ایک انصاری شخص کو اس کا قائد مقرر فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں، پھر امیر کسی وجہ سے لوگوں سے ناراض ہو گیا، تو اس نے کہا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ لوگوں نے کہا، کیوں نہیں، اس نے کہا، تو پھر میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تم لکڑیاں جمع کرو، انھیں آگ لگا دو اور پھر ان میں کود پڑو۔ لوگوں نے لکڑیاں جمع کیں، انھیں آگ لگائی اور جب اس میں کودنے لگے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آگ سے بچنے ہی کے لیے تو کی تھی، کیا پھر ہم (خود ہی) اس میں داخل ہو جائیں؟ وہ اس شش و پنج میں تھے کہ آگ ٹھنڈی ہو گئی

اور امیر کا غصہ بھی جاتا رہا۔ پھر انھوں نے (واپس آ کر) رسول اللہ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر اس سے کبھی نہ نکلتے، (یاد رکھو!) اطاعت صرف نیکی ہی کے امور میں ہے۔'' [بخاری، کتاب الأحکام ، باب السمع والطاعة للإمام ما لم تکن معصیة : ۷۱۴۵۔ مسلم، کتاب الإمارة ، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة ...... الخ : ۱۸۴۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر کام میں، خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند، سمع و طاعت بجا لائے، بشرطیکہ اسے کسی معصیت کے کام کا حکم نہ دیا گیا ہو اور اگر اسے معصیت کے کام کا حکم دیا گیا ہو تو پھر اس میں سمع و طاعت نہیں ہے۔'' [بخاری، کتاب الأحکام، باب السمع والطاعة للإمام : ۷۱۴۴۔ مسلم، کتاب الإمارة ، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة ...... الخ : ۱۸۳۹]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی کہ ہم خوشی و ناخوشی، تنگی و آسانی اور یہاں تک کہ اپنے اوپر ترجیح دیے جانے کی صورت میں بھی سمع و طاعت بجا لائیں گے اور کسی حق والے سے حکومت کے لینے کے ضمن میں جھگڑا نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سوائے اس کے کہ تم کھلم کھلا کفر دیکھو، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے پاس کوئی دلیل موجود ہو۔'' [بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ : سترون أمورًا تنکرونها : ۷۰۵۵۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة ...... الخ : ۱۷۰۹/۴۲، قبل الحدیث : ۱۸۴۱]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سنو اور اطاعت بجا لاؤ، خواہ تمھارا امیر کوئی ایسا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کہ جس کا سر منقے کے مشابہ ہو۔'' [بخاری، کتاب الأحکام ، باب السمع والطاعة للإمام ما لم تکن معصیة : ۷۱۴۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو تحقیق اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی تو یقیناً اس نے میری نافرمانی کی۔'' [بخاری، کتاب الأحکام، باب قول اللہ تعالی: ﴿ أطیعوا اللہ و أطیعوا الرسول ﴾ : ۷۱۳۷۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة ...... الخ ۱۸۳۵]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو امیر کی کوئی بات ناگوار گزرے تو اسے صبر کرنا چاہیے، کیونکہ جو شخص بالشت بھر بھی امیر (کی اطاعت) سے باہر ہو گیا اور اسی حالت پر فوت ہوا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔'' [مسلم، کتاب الإمارة ، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفتن : ۱۸۴۹۔ بخاری، کتاب الفتن ، باب قول النبی ﷺ : سترون بعدی أمورًا تنکرونها : ۷۰۵۴]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد عنقریب تم دیکھو گے (کہ

دوسروں کو تم پر) ترجیح دی جائے گی اور تم ایسی باتیں دیکھو گے جن کو تم برا سمجھو گے۔" صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "ان کا حق ان کو دو اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔" [بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ : سترون بعدی أمورًا تنكرونها : ۷۰۵۲۔ مسلم، كتاب الإمارة ، باب وجوب الوفاء ببيعة الخليفة : ۱۸۴۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "امام (رعایا کے لیے) ڈھال ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے جنگ کی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ سے (دشمن، انتشار، بدنظمی اور بداعمالی وغیرہ سے) بچا جاتا ہے، تو اگر وہ اللہ عزوجل کے تقویٰ کا حکم دے گا اور عدل کرے گا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ اس کے علاوہ کسی اور کام کا حکم دے گا تو اس کا وبال خود اسی پر ہوگا۔" [بخاری، کتاب الجهاد، باب يقاتل من وراء الإمام : ۲۹۵۷۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب الإمام جنة : ۱۸۴۱]

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمھارے بہترین امیر وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور تم ان کے حق میں دعائیں کرتے ہو اور وہ تمھارے لیے دعائیں کرتے ہیں اور تمھارے بدترین امیر وہ ہیں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو اور وہ تم سے دشمنی رکھتے ہیں اور تم ان پر لعنت کرتے ہو اور وہ تم پر لعنت کرتے ہیں۔" (راوی نے کہا) ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم ایسے حکمرانوں کو تلوار کے ذریعہ سے ہٹا نہ دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، جب تک کہ وہ تم میں اقامتِ صلاۃ کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔ نہیں، جب تک وہ تم میں اقامتِ صلاۃ کے فریضے پر کاربند رہیں۔ خبردار! جس شخص پر کوئی امیر بنایا گیا، اس نے امیر کو دیکھا کہ وہ کسی حد تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ اس کی نافرمانی کرنے کو کراہت سے دیکھے، لیکن اپنا ہاتھ اس کی اطاعت سے نہ کھینچے۔" [مسلم، كتاب الإمارة، باب خيار الأئمة و شرارهم : ۶۵، ۱۸۵۵/۶۶]

ام حصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "اگرچہ تم پر کوئی غلام ہی کیوں نہ امیر مقرر کر دیا گیا ہو، جو کتاب اللہ کے ساتھ تمھاری قیادت کرتا ہو تو تم اس کی بات سنو اور اطاعت بھی کرو۔" ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: "خواہ وہ ہاتھ پاؤں کٹا ہوا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔" [مسلم، كتاب الإمارة ، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ...... الخ : ۱۸۳۸]

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ : مقصود قرآن وسنت ہے۔ آیت کے اس حصہ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کی طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیث بھی اسلامی قانون کا مستقل ماخذ ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ یا تابعین یا ائمہ میں اگر کسی مسئلہ پر نزاع ہو تو کسی کا قول بھی حجت نہیں، بلکہ وہاں صرف قرآن وحدیث ہی پر عمل ہوگا۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَ قَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ؕ وَ یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۶۰﴾

’’کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا۔ چاہتے یہ ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں، حالانکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کر دے، بہت دور گمراہ کرنا۔‘‘

اوپر کی تمام آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے، اب یہاں فرمایا کہ منافق ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں اور کبھی آپ ﷺ کے فیصلے اور حکم پر راضی نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی مشرک سردار یا یہودی یا نصرانی عدالت یا کسی کاہن سے فیصلہ کروایا جائے، حالانکہ اسلام ان سب کے انکار کا حکم دیتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر عمل نہ کرنے والی ہر عدالت کو طاغوت قرار دیتا ہے۔

افسوس کہ اس وقت اکثر مسلمان ملکوں کی عدالتوں میں قرآن و سنت کا نظام عدل نافذ ہی نہیں، بلکہ کفار کے بنائے ہوئے قانون نافذ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک قرآن و سنت کا کوئی متبع حکمران کفار کے اس نظام کو بزور بازو نکال باہر نہیں کرتا، اس وقت تک عدالتوں میں قرآن و سنت کا نفاذ مشکل ہے۔

وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوۡلِ رَاَیۡتَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا ﴿ۚ۶۱﴾

’’اور جب ان سے کہا جائے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو تو منافقوں کو دیکھے گا کہ تجھ سے منہ موڑ لیتے ہیں، صاف منہ موڑنا۔‘‘

منافقوں کا حال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ لِیَحۡكُمَ بَیۡنَهُمۡ اِذَا فَرِیۡقٌ مِّنۡهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴾ [النور : ۴۸] ’’اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے کچھ لوگ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔‘‘ اس کے برخلاف مومنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوۡلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ لِیَحۡكُمَ بَیۡنَهُمۡ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴾ [النور : ۵۱] ’’ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور

یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔‘‘ اور مشرکین کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ﴾ [لقمان : ۲۱] ’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔‘‘

فَكَیْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ یَحْلِفُوْنَ ۖۗ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِیْقًا ۝۶۲ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ وَ قُلْ لَّهُمْ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِیْغًا ۝۶۳

’’پھر کیسے گزرتی ہے اس وقت جب انھیں کوئی مصیبت اس کی وجہ سے پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، پھر تیرے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو بھلائی اور آپس میں ملانے کے سوا کچھ نہیں چاہا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، سو تو ان سے دھیان ہٹا لے اور انھیں نصیحت کر اور ان سے ایسی بات کہہ جو ان کے دلوں میں بہت اثر کرنے والی ہو۔‘‘

یعنی جب اپنے کرتوتوں کے سبب عتابِ الٰہی کا شکار ہو کر مصیبتوں میں پھنستے ہیں تو پھر آ کر کہتے ہیں کہ کسی دوسری جگہ جانے سے مقصد یہ نہیں تھا کہ وہاں سے ہم فیصلہ کروائیں گے، یا آپ سے زیادہ ہمیں وہاں سے انصاف ملے گا، بلکہ مقصد صلح اور ملاپ کرانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ ہم ان کے دلوں کے تمام بھیدوں سے واقف ہیں (جس پر ہم انھیں جزا دیں گے) لیکن اے پیغمبر! آپ ان کے ظاہر کو سامنے رکھتے ہوئے درگزر ہی فرمایے اور وعظ و نصیحت اور قول بلیغ کے ذریعے سے ان کی اصلاح کی کوشش جاری رکھیے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ دشمنوں کی سازش کو عفو و درگزر، وعظ و نصیحت اور قول بلیغ کے ذریعے سے بھی ناکام بنانے کی سعی کی جانی چاہیے۔ یاد رہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب منافق مغلوب تھے، اسلام اور اس کے احکام اور عدالتیں غالب تھیں اور منافق دوسرے لوگوں سے فیصلہ کرانے پر پشیمان ہو کر عذر پیش کرتے تھے۔

ثُمَّ جَآءُوْكَ یَحْلِفُوْنَ ۖۗ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِیْقًا : یعنی آپ کے پاس آ کر معذرت کرتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم اوروں کے پاس جو گئے اور ان سے جو فیصلے کرائے تو اس سے ہمارا مقصود بھلائی اور موافقت تھا، یہ نہیں کہ ہم ان کے فیصلے کو صحیح سمجھتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِیْبَنَا دَآىِٕرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ ﴾ [المائدۃ : ۵۲] ’’پس تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں ایک بیماری ہے کہ وہ دوڑ کر ان میں جاتے ہیں، کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہمیں کوئی چکر آ پہنچے، تو

قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے، یا اپنے پاس سے کوئی اور معاملہ تو وہ اس پر جو انھوں نے اپنے دلوں میں چھپایا تھا، پشیمان ہو جائیں۔"

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

"اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے اور اگر واقعی یہ لوگ، جب انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آتے، پھر اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا تو اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان پاتے۔"

گزشتہ آیتوں میں منافقین کا ایک بڑا جرم بیان کرنے کے بعد کہ رسول اللہ ﷺ کے بجائے کاہنوں کے پاس فیصلہ کے لیے گئے، یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی مزید تاکید فرمائی۔ معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت فرض ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔ آگے اللہ نے نافرمانوں اور گناہ گاروں کی رہنمائی فرمائی ہے کہ جب ان سے کوئی غلطی یا نافرمانی ہو جائے تو انھیں چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے پاس اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آپ سے بھی درخواست کریں کہ آپ ان کی معافی کے لیے دعا کریں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول فرما لے گا، ان پر رحم فرمائے گا اور انھیں معاف فرما دے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴾ [النساء : ۸۰] "جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔" [بخاري، كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى : ﴿ أطيعوا الله و أطيعوا الرسول ﴾ : ۷۱۳۷۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ...... الخ : ۱۸۳۵]

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

"پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک اپنے تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کو فیصل نہیں مان لیتا۔ اس لیے کہ آپ کا فیصلہ وہ ربانی فیصلہ ہے جس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا ضروری ہے اور عمل کے ذریعے سے بھی اس پر ایمان رکھنے کا ثبوت فراہم کرنا بھی ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ نے اس کے بعد فرمایا، یہ ضروری ہے کہ لوگوں کا ظاہر و باطن اسے تسلیم کر لے اور اس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں شبہ تک باقی نہ رہے۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر مومن ہونے کی تین شرطیں بیان کی ہیں، پہلی یہ کہ کسی بھی جھگڑے کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہ لے جایا جائے، دوسری یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر دل میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کی جائے اور تیسری یہ کہ صاف اعلان کر کے اس فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کیا جائے۔

یہ آیت منکرین حدیث کے علاوہ ان لوگوں کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے جن کے امام یا پیر کے خلاف کوئی آیت یا حدیث آ جائے تو وہ صرف دل میں ہی تنگی محسوس نہیں کرتے، بلکہ ماننے سے بھی صاف انکار کر دیتے ہیں کہ کیا ہمارے امام کو اس آیت و حدیث کا علم نہ تھا؟ یا پھر اس کی تاویل کرنے، اسے ضعیف بنانے یا اسے منسوخ قرار دینے کے لیے اپنی ساری قوت صرف کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آیت کے صریح الفاظ کے مطابق نبی ﷺ کے فیصلہ کے خلاف دل میں ذرہ بھر تنگی یا ناپسندیدگی محسوس کی جائے تو یہ ایمان کے منافی ہے۔ مومنوں کی شان بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [النور : ٥١] ”ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب : ٣٦] ”اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔“

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص کا رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں مقام حرہ کی ایک نالی کے پانی کے بارے میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہو گیا، جس سے وہ کھجور کے درختوں کو پانی دیتے تھے۔ انصاری نے کہا، پانی کو چھوڑ دو، بہتا رہنے دو (روکو نہیں)۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ پھر دونوں نے مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے زبیر سے فرمایا: ”اے زبیر! تم (اپنی کھیتی کو) پانی دے لیا کرو، پھر پانی اپنے پڑوسی کی

طرف بہا دیا کرو۔'' یہ سن کر وہ انصاری ناراض ہو گیا اور کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے یہ فیصلہ اس لیے فرمایا ہے کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: ''زبیر! اپنی کھیتی کو پانی دو، پھر پانی روک لو، یہاں تک کہ پانی منڈیروں تک آ جائے تو پھر اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑنا۔'' اس طرح انصاری کے نبی ﷺ کو ناراض کرنے کے بعد آپ نے اپنے صریح حکم کے مطابق سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو اختیار دیا کہ وہ اپنا حق پورا پورا وصول کر لیں، حالانکہ اس سے پہلے آپ نے جو صورت پیش فرمائی تھی، اس میں دونوں کے لیے سہولت تھی۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾ اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔ [مسلم، کتاب الفضائل ، باب وجوب اتباعه ﷺ : ۲۳۵۷۔ بخاری، کتاب التفسیر ، باب ﴿ فلا و ربك لا یؤمنون ...... الخ ﴾ : ۴۵۸۵]

زبیر بن عربی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے استلام کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا، میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے اس کا استلام کیا اور اسے بوسہ دیا۔ اس آدمی نے کہا، آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں ازدحام میں پھنس جاؤں (تو کیا پھر بھی میں استلام کروں؟) اور آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر لوگ مجھ پر غالب آ جائیں (تو کیا پھر بھی مجھے استلام کرنا ہو گا؟) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ ''آپ کا کیا خیال ہے'' اسے یمن میں چھوڑ آؤ، میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے اس کا استلام کیا اور اسے بوسہ دیا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب تقبیل الحجر : ۱۶۱۱]

سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تمھاری خواتین تم سے مساجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو تم انھیں مساجد میں جانے سے منع نہ کیا کرو۔'' یہ حدیث سن کر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے بلال بن عبداللہ کہنے لگے، اللہ کی قسم! ہم تو انھیں ضرور منع کریں گے۔ تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں شدید برا بھلا کہا، اتنا برا بھلا کہ میں نے آج تک انھیں کسی کو اتنا برا بھلا کہتے ہوئے نہیں دیکھا اور انھوں نے فرمایا، میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو، اللہ کی قسم! ہم انھیں ضرور منع کریں گے۔ [مسلم، کتاب الصلوة، باب خروج النساء إلى المساجد ...... الخ : ۴۴۲/۱۳۵]

عبداللہ بن بریدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شخص (رشتہ دار) کو دیکھا کہ وہ پتھر یا کنکریاں اٹھا اٹھا کر پھینک رہا ہے تو انھوں نے کہا، ایسا مت کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے، یا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اسے ناپسند فرماتے تھے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اس سے نہ شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے دشمن کا خون بہایا جا سکتا ہے، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کسی کا دانت توڑ دیں اور کسی کی آنکھ پھوڑ دیں۔'' اس کے

بعد سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اسی آدمی کو پھر دیکھا کہ وہ اسی طرح کنکریاں یا پتھر اٹھا اٹھا کر پھینک رہا ہے تو وہ کہنے لگے، میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں کہ آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے، یا اسے ناپسند کیا ہے اور تم پھر بھی اسی طرح کنکریاں پھینک رہے ہو! میں تم سے اتنا عرصہ بات نہیں کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا، میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الخذف والبندقة : ٥٤٧٩۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب إباحة ما یستعان به علی الاصطیاد والعدو و کراهة الخذف : ١٩٥٤]

وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۙ﴿۶۶﴾

’’اور اگر ہم واقعی ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو، یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو وہ ایسا نہ کرتے مگر ان میں سے تھوڑے اور اگر وہ واقعی اس پر عمل کرتے جو انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ ان کے لیے بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔‘‘

اس آیت کا تعلق بھی منافقین سے ہے اور اس میں ان کو اخلاص اور ترکِ نفاق کی ترغیب دی گئی ہے، یعنی چاہیے تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں جان و مال کی بالکل پروا نہ کی جائے۔ مگر یہ ایسے ہیں کہ اگر کہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنی جانیں ہلاک کر ڈالنے، یا اپنے گھر چھوڑ دینے کا حکم دے دیتا تو یہ اس کو کب بجا لانے والے تھے۔ جو حکم ہم نے انھیں دیے ہیں وہ نہایت آسان اور ان کی خیر خواہی کے لیے ہیں۔ نصیحت مانیں اور ان احکام پر چلیں تو نفاق جاتا رہے گا، ایمان کامل نصیب ہوگا، اس امر کو غنیمت سمجھیں۔

وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ﴿۶۷﴾ وَّ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾

’’اور اس وقت ہم یقیناً انھیں اپنے پاس سے بہت بڑا اجر دیتے۔ اور یقیناً ہم انھیں سیدھے راستے پر چلاتے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ منافقین رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے تو ہم انھیں جنت جیسی نعمت دیتے اور دنیا میں دینِ اسلام پر ثبات عطا کرتے۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىِٕكَ رَفِيْقًا ؕ﴿۶۹﴾

’’اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔‘‘

یعنی جس نے وہ عمل کیا جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا اور اسے ترک کر دیا جس سے اللہ اور اس کے رسول

نے منع فرمایا تو اللہ تعالیٰ اسے عزت کے گھر میں بسائے گا اور انبیائے کرام کا ساتھ عطا فرمائے گا اور ان کے بعد رتبے والوں، یعنی صدیقین، پھر شہداء، پھر عام مومنوں، یعنی صالحین کا بھی ساتھ عطا فرمائے گا اور صالحین وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا ظاہر و باطن درست ہو اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرماتے ہوئے سنا: ''جب بھی کوئی نبی بیمار ہوتا ہے تو اسے دنیا و آخرت میں سے ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔'' چنانچہ مرض الموت میں جب آپ کی طبیعت انتہائی ناساز تھی تو میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا: ﴿ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾ [النساء : ۶۹] چنانچہ مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کو بھی اس وقت دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿ فأولئك مع الذين أنعم الله ﴾ : ۴۵۸۶۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة ، باب فی فضائل عائشة أم المؤمنين : ۲۴۴۴/۸۶]

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا و آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا شوق حد سے زیادہ تھا۔ جیسا کہ ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات بسر کیا کرتا تھا اور آپ کے لیے وضو کا پانی اور دیگر ضروریات کا اہتمام کر دیا کرتا تھا، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' کچھ مانگ لو۔'' میں نے عرض کی، (اے اللہ کے رسول!) میری درخواست یہی ہے کہ مجھے جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: ''کوئی اور سوال؟'' میں نے عرض کی کہ دوبارہ بھی یہی التماس ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر کثرت سجود کے ساتھ اپنے معاملہ میں میری مدد کرو۔'' [مسلم، کتاب الصلوٰة، باب فضل السجود والحث عليه : ۴۸۹]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت میں اخلاص اور اطاعت کی یہ برکت ہے کہ اگر عمل میں کچھ کمی بھی ہوئی تب بھی اخلاص و اطاعت کی وجہ سے اتنے اونچے لوگوں کا ساتھ مل جائے گا۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت رکھتا ہے مگر ابھی تک (اعمال میں) ان سے نہیں مل سکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس سے اسے محبت ہو گی۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب علامة الحب فی الله عزوجل : ۶۱۶۹]

حقیقت یہ ہے کہ اطاعت اور محبت لازم و ملزوم ہیں، وہ محبت جس میں اطاعت نہ ہو جھوٹی ہے اور وہ اطاعت جس کی بنیاد محبت نہ ہو دکھلاوا ہے۔ ہاں محبت و اخلاص کے ساتھ عمل و اطاعت میں کچھ کمی ہو گی تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے پورا کر دے گا۔ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین سے زیادہ اچھا ساتھی کوئی نہیں اور اللہ کے فضل سے بڑی نعمت کوئی نہیں اور وہ لوگوں کے دلوں کے حالات خوب جانتا ہے کہ کسے کس کے ساتھ رکھنا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بھی محبت ہے، لہٰذا مجھے یہی

امید ہے کہ ان کے ساتھ محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کے ساتھ ہی اٹھائے گا، گو کہ میں ان جیسے عمل نہیں کر سکا۔

[بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب : ۳۶۸۸۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحب : ۲۶۳۹/۱۶۳]

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِیْمًا ۝۷۰

”یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے سب کچھ جاننے والا۔“

اس آیتِ کریمہ میں اللہ نے فرمایا ہے کہ جنت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت اللہ کے فضل و کرم سے ملے گی، عبادت کی وجہ سے نہیں، عبادتیں تو ایک بہانہ ہوں گی۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اللہ سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا ۝۷۱

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے بچاؤ کا سامان پکڑو، پھر دستوں کی صورت میں نکلو، یا اکٹھے ہو کر نکلو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا جو سب سے مشکل اطاعت ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلے کی تیاری رکھیں اور یہ حکم اس بات کو مستلزم ہے کہ دشمن کے مقابلے کے لیے اسلحہ بھی تیار رکھا جائے اور ہر طرح کا ساز و سامان بھی، اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تیار بھی کیا جائے۔

وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِیْدًا ۝۷۲ وَ لَىِٕنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَیَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهٗ مَوَدَّةٌ یّٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝۷۳

”اور بے شک تم میں سے یقیناً کوئی ایسا بھی ہے جو ہر صورت دیر لگا دے گا، پھر اگر تمھیں کوئی مصیبت آ پہنچی تو کہے گا بے شک اللہ نے مجھ پر انعام فرمایا، جب کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ اور اگر بے شک تمھیں اللہ کی طرف سے کوئی فضل حاصل ہو گیا تو یقیناً وہ ضرور کہے گا، جیسے تمھارے درمیان اور اس کے درمیان کوئی دوستی نہ تھی، اے کاش کہ میں ان کے ساتھ ہوتا تو بہت بڑی کامیابی حاصل کرتا۔“

یہ خطاب منافقوں کے لیے ہے اور جنگ کے دوران میں ان کے کردار کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو دیدہ و دانستہ اور حیلوں بہانوں سے جہاد پر نکلنے میں دیر کرتے ہیں اور پیچھے رہ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر اگر اس سفر جہاد میں مسلمانوں کو کچھ تکلیف پہنچے تو بڑے خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ میں پیچھے رہ گیا، ورنہ مجھے بھی وہی دکھ اٹھانا پڑتا جو دوسرے مسلمانوں نے اٹھایا ہے، اور اگر مسلمانوں کو فتح و خوشی نصیب ہو اور

غنیمت کا مال ہاتھ لگے تو حسرت سے کہتے ہیں کہ اگر ہم بھی ان میں شامل ہوتے تو ہمارا بھی کام بن جاتا اور یہ جملہ وہ اس انداز سے ادا کرتے ہیں جیسے پہلے ان کا اور مسلمانوں کا کوئی تعلق تھا ہی نہیں اور ان دونوں صورتوں میں انھیں محض دنیوی تکلیف اور دنیوی مفادات ہی کا احساس ہوتا ہے۔ اخروی زندگی یا رضائے الٰہی سے انھیں کبھی غرض نہیں ہوتی اور یہی ان کے منافق ہونے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے کی دلیل ہے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

”پس لازم ہے کہ اللہ کے راستے میں وہ لوگ لڑیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے بیچتے ہیں اور جو شخص اللہ کے راستے میں لڑے، پھر قتل کر دیا جائے، یا غالب آجائے تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔“

دشمن سے چوکنا رہنے اور جہاد کی تیاری کرنے کے بعد، اب مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دلائی جا رہی ہے کہ جو لوگ دنیا دے کر آخرت خریدنا چاہتے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو چاہے شہید ہو جائیں یا غلبہ حاصل کر کے گھر کو لوٹیں، دونوں ہی حالتوں میں اللہ انھیں اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ : سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا، کوئی آدمی مال غنیمت کے لیے لڑتا ہے، کوئی شہرت اور ناموری کے لیے لڑتا ہے اور کوئی اپنی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے، تو ان میں سے کون ہے جو اللہ کے راستے میں لڑنے والا متصور ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، بس وہی اللہ کے راستہ میں لڑتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا : ۲۸۱۰۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا : ۱۹۰۴]

وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے ایک شخص کا گزر ایک گھاٹی سے ہوا، جہاں ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ بہتا تھا، اس نے سوچا کیوں نہ میں لوگوں سے الگ تھلگ یہاں ٹھہر جاؤں اور اللہ کی عبادت کروں؟ پھر سوچا لیکن میں یہ کام اس وقت تک نہیں کروں گا، جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لوں۔ سو اس نے سارا ماجرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایسا نہ کرنا، بے شک تم میں سے کسی کا جہاد فی سبیل اللہ میں کھڑے ہونا گھر کی ستر سال کی نمازوں سے بہتر ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں بخش دے اور جنت میں داخل کرے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، جو آدمی اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ جتنا بھی اللہ کے راستہ میں لڑا، اس پر جنت واجب ہو گئی۔“ [ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في الغدو والرواح في سبيل الله : ۱۶۵۰۔ مستدرك حاكم : ۶۸/۲، ح : ۲۳۸۲]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے کہ جو شخص میرے راستہ میں نکلے، اس حال میں کہ اسے میرے راستہ میں جہاد کرنے، مجھ پر ایمان لانے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرنے کے علاوہ کسی اور چیز نے نہ نکالا ہو وہ شخص میری حفاظت میں ہے یا تو میں اس شخص کو جنت میں داخل کروں گا، یا میں اسے اس کے گھر میں واپس لوٹا دوں گا ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے، لیکن میں اتنی گنجائش نہیں پاتا کہ میں ہر ایک کو سواری دے سکوں اور نہ وہ مسلمان اتنی وسعت کے مالک ہیں (کہ خود سواری کا انتظام کر سکیں) اور مسلمانوں پر یہ چیز دشوار گزرتی ہے کہ (میں تو میدان جنگ میں جاؤں) اور وہ میرے پیچھے (گھروں میں) رہ جائیں اور اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میری تو خواہش یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں، پھر (زندہ کیا جاؤں اور) جہاد کروں اور شہید کر دیا جاؤں، پھر (زندہ کیا جاؤں اور) قتال کروں اور قتل کر دیا جاؤں۔“ [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج فی سبيل الله : ۱۸۷٦]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا، یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے، یہ مجاہد اس شخص کی مانند ہے جو (دن کو) روزہ رکھے اور (رات کو) نماز پڑھتا رہے۔“ [بخاری، كتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله : ۲۷۸۷]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیا ہے، ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔“ [بخاری، كتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين فی سبيل الله : ۲۷۹۰۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان ما أعده الله تعالى للمجاهد : ۱۸۸٤]

سیدنا ابوعبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس بندے کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو جائیں تو پھر ایسا نہیں ہو سکتا کہ اسے آگ بھی چھوئے۔“ [بخاری، كتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه فی سبيل الله : ۲۸۱۱]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جان لو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔“ [بخاری، كتاب الجهاد، باب الجنة تحت بارقة السيوف : ۲۸۱۸]

وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾

''اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مدد گار بنا۔''

اس کا تعلق بھی ترغیب جہاد سے ہے، یعنی دو وجوہ کی بنا پر تمھارا کفار سے لڑنا ضروری ہے۔ اول اعلائے کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے، دوم ان مظلوم مسلمانوں کو نجات دلانے کے لیے جو کفار کے چنگل میں بے بس پڑے ہیں۔

مکہ معظمہ میں بہت سے لوگ ایسے رہ گئے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے تھے اور ان کے اقارب جو ایمان نہیں لائے تھے ان پر تشدد کرنے لگے تھے، تاکہ اسلام سے پھیر کر ان کو کافر بنا لیں۔ پس ﴿ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ﴾ سے مکہ مراد ہے اور مشرک ہونے کی وجہ سے یا مظلوم مسلمانوں کو ستانے کی وجہ سے اس کے باشندوں کو ظالم کہا، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور میری والدہ ''مُسْتَضْعَفِيْنَ'' یعنی کمزور اور بے بس لوگوں میں سے تھے۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وما لكم لا تقاتلون في سبيل الله ﴾ ...... الخ : ٤٥٨٧]

مدینہ میں رسول اللہ ﷺ ان ''مُسْتَضْعَفِيْنَ'' کے حق میں نام لے کر دعا فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز ادا فرماتے ہوئے جب '' سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ '' کہا تو سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا کی: « اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ! اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ » ''اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور مومنوں کو نجات عطا فرما، اے اللہ! خاندان مضر کے لوگوں پر اپنی گرفت کو اور مضبوط کر دے اور اے اللہ! انھیں اس طرح قحط سالی میں مبتلا کر دے جس طرح یوسف علیہ السلام کے دور میں قحط پڑا تھا۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب یهوی بالتكبير حين يسجد : ٨٠٤، ٤٥٩٨]

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان کی دنیا کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی آخرت کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور فرما دے گا۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن : ٢٦٩٩]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم

کرتا ہے، نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے۔'' [بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم : ۲۴۴۲۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۰]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''باہمی محبت ومودت، لطف وکرم اور رحم و ہمدردی میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کے کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا بدن بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم وتعاضدهم : ۲۵۸۶۔ بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ۶۰۱۱]

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾

''وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وہ باطل معبود کے راستے میں لڑتے ہیں۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑو، بے شک شیطان کی چال ہمیشہ نہایت کمزور رہی ہے۔''

جہاد کی فرضیت اور ترغیب کے بعد اس آیت میں بتایا کہ جہاد کی ظاہری صورت کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ جہاد اپنے مقصد کے اعتبار سے جہاد ہے۔ مومن اللہ کے لیے لڑتا ہے، محض طلب دنیا یا ہوس ملک گیری کی خاطر نہیں، جبکہ کافر کا مقصد یہی دنیا اور اس کے مفادات ہوتے ہیں۔ آگے مومنوں کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ طاغوتی مقاصد کے لیے حیلے اور مکر کمزور ہوتے ہیں۔ ان کے ظاہری اسباب کی فراوانی اور کثرتِ تعداد سے مت ڈرو، تمھاری ایمانی قوت اور عزمِ جہاد کے مقابلے میں شیطان کے یہ حیلے نہیں ٹھہر سکتے۔

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا : ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الأنفال : ۱۸] ''بات یہ ہے! اور یہ کہ یقیناً اللہ کافروں کی خفیہ تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴾ [المؤمن : ۲۵] ''اور نہیں کافروں کی چال مگر سراسر ناکام۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴾ [الطور : ۴۲] ''یا وہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں۔''

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب ان

پر لڑنا لکھا گیا اچانک ان میں سے کچھ لوگ، لوگوں سے ڈرنے لگے، جیسے اللہ سے ڈرنا ہو، یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! تو نے ہم پر لڑنا کیوں لکھ دیا، تو نے ہمیں ایک قریب وقت تک مہلت کیوں نہ دی۔ کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

مکہ میں مسلمان چونکہ تعداد اور وسائل کے اعتبار سے لڑنے کے قابل نہیں تھے، اس لیے مسلمانوں کی خواہش کے باوجود انھیں قتال سے روکے رکھا گیا اور دو باتوں کی تاکید کی جاتی رہی، ایک یہ کہ کافروں کے ظالمانہ رویے کو صبر اور حوصلے سے برداشت کریں اور عفو و درگزر سے کام لیں، دوسرے یہ کہ نماز، زکوۃ اور دیگر عبادات پر عمل کا اہتمام کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ سے ربط و تعلق مضبوط بنیادوں پر استوار ہو جائے۔ لیکن ہجرت کے بعد جب مدینہ میں مسلمانوں کی طاقت مجتمع ہوئی تو پھر انھیں قتال کی اجازت دے دی گئی اور جب اجازت دے دی گئی تو بعض لوگوں نے کمزوری اور پست ہمتی کا مظاہرہ کیا۔ اس آیت میں انھیں مکی دور کی ان کی آرزو یاد دلا کر کہا جا رہا ہے کہ اب یہ مسلمان حکم جہاد سن کر خوف زدہ کیوں ہو رہے ہیں، جب کہ یہ حکم جہاد خود ان کی اپنی خواہش کے مطابق ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ ...... خَشْيَةً : سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! جب ہم مشرک تھے تو عزت کے ساتھ رہ رہے تھے اور اب جب کہ ایمان لے آئے ہیں تو ہم ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے عفو و درگزر کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا تم ان لوگوں سے ابھی جنگ نہ کرو۔'' پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مدینہ پہنچا کر جہاد کا حکم دیا تب کچھ لوگ جہاد سے رک گئے، چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ﴾ [السنن الکبری للنسائی، کتاب التفسیر، باب قوله تعالی: ﴿ ألم تر إلی الذين ...... الخ ﴾ : ۱۱۱۲۔ السنن الکبری للبیهقی : ۹/۱۱، ح : ۱۷۷٤۱۔ مستدرك حاكم : ۲/۳۰۷، ح : ۳۲۰۰]

وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ ...... فَتِيْلًا : اللہ تعالیٰ نے حالات کے سازگار ہونے پر سب سے پہلے مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت دی، ارشاد فرمایا: ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴾ [الحج : ۳۹] ''ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔'' جہاد فی سبیل اللہ کو فرض کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ

لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۱۶] ''تم پر لڑنا لکھ دیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمھیں ناپسند ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' منافقین کی بزدلی کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴾ [محمد : ۲۰] ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر کیا جاتا ہے تو تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں بیماری ہے، وہ تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے اس شخص کا دیکھنا ہوتا ہے جس پر موت کی غشی ڈالی گئی ہو۔ پس ان کے لیے بہتر ہے۔''

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ : لڑائی سے ہچکچانے والوں، کمزور ایمان والوں اور منافقین کا حوصلہ بلند فرمایا ہے، پہلی بات تو یہ کہ دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کر کے جہاد کی ترغیب دی ہے۔ دوسری یہ کہ دنیا جتنی بھی ہو فانی اور انتہائی قلیل ہے اور فانی اور باقی رہنے والی شے کا مقابلہ ہی کیا؟

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور دنیا کی مثال ایک مسافر کی ہے، جو ایک درخت کے سائے میں آرام کرتا ہے اور پھر اس درخت کو چھوڑ کر روانہ ہو جاتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب [حدیث «ما الدنیا إلا کراکب استظل»] : ۲۳۷۷]

سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا آخرت کے مقابلے میں اتنی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ کتنا (پانی) لے کر لوٹی ہے؟ (سمندر سے مراد آخرت کی زندگی اور انگلی کے ساتھ جو پانی آیا ہے اس سے مراد دنیا کی زندگی ہے)۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب منه حدیث : ما الدنیا فی الآخرۃ ...... الخ : ۲۳۲۳]

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾

''تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پا لے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔ اور اگر انھیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے

ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انھیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے۔ کہہ دے سب اللہ کی طرف سے ہے، پھر ان لوگوں کو کیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں۔ جو کوئی بھلائی تجھے پہنچے سو اللہ کی طرف سے ہے اور جو کوئی برائی تجھے پہنچے سو تیرے نفس کی طرف سے ہے اور ہم نے تجھے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی گواہ ہے۔"

اس آیتِ کریمہ میں اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ موت جس کے ڈر سے تم جہاد سے کترا رہے ہو جب اس کا وقت آ جائے گا تو وہ کہیں بھی تمھیں آ دبوچے گی۔ اس کے بعد اللہ نے منافقین کی ایک اور صفت بیان کی کہ جب ان کے مال و اولاد میں برکت ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور ہمیں اچھا جان کر ہی یہ سب کچھ دیا گیا ہے اور اگر قحط سالی اور مال و اولاد میں کمی ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ اے محمد! یہ سب تمھاری وجہ سے ہوا ہے، تم جب سے مدینہ میں آئے ہو یہ دن دیکھنا پڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ ان کے زعمِ باطل کی تردید کرتے ہوئے آپ کہیے کہ اے منافقو! نعمت کا تعلق اللہ سے ہے اور قحط سالی وغیرہ کا تعلق تمھارے اعمالِ بد سے ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ تم جہالت و عناد میں مبتلا ہو، تمھیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ : یعنی ایک دن تم یقینی طور پر موت سے دوچار ہو گے کہ موت سے تم میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴾ [الرحمٰن : ٢٦] "ہر ایک جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ [آل عمران : ١٨٥] "ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔"

وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ : یعنی جب ان منافقوں کو کوئی گزند پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ہمیں اس لیے پہنچا ہے کہ ہم نے آپ کی اقتدا کی ہے، یعنی نحوست کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ﴾ [الأعراف : ١٣١] "تو جب ان پر خوش حالی آتی تو کہتے یہ تو ہمارے ہی لیے ہے اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں کے ساتھ نحوست پکڑتے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ﴾ [الحج : ١١] "اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔"

اگلی آیت میں بھلائی اور برائی کا ایک قانون بیان فرما دیا ہے کہ بھلائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے، اس کا بھیجنے والا بھی گو اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے، مگر اس کا سبب تمھارے گناہ ہوتے ہیں۔ اس لیے سلف صالحین کا

عام طور پر یہ دستور تھا کہ جب کوئی اجتہادی رائے پیش کرتے تو کہتے اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسی کی توفیق سے ہے اور اگر غلط ہے تو ہماری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾

”جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول کی اہمیت بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کر کے اللہ کا فرماں بردار نہیں بن سکتا۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ آپ کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ آپ کی ذمہ داری تو صرف ہمارا پیغام ان تک پہنچا دینا تھا، وہ آپ نے کر دیا، اب جو شخص آپ کی اطاعت کرے گا وہ نیک بخت ہوگا اور جہنم سے نجات پائے گا اور جو روگردانی کرے گا وہ دنیا و آخرت میں خسارا پائے گا۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ : چونکہ نبی کریم ﷺ اللہ کے رسول اور مبلغ ہیں، اس لیے ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے شریعت کے احکام سب ایسے ہیں جن کو آپ ﷺ کی توضیح کے بغیر سمجھنا ممکن نہیں، لہٰذا قرآن کو سمجھنے کے لیے کوئی شخص سنت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [النور : ٥٤] ”کہہ دے اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر تم پھر جاؤ تو اس کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمھارے ذمے وہ جو تم پر بوجھ ڈالا گیا اور اگر اس کا حکم مانو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمے تو صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [النور : ٥٦] ”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کا حکم مانو، تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔“ [بخاري، كتاب الأحكام، باب قول الله تعالى: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول﴾ : ۷۱۳۷۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ...... الخ : ۱۸۳۵]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو اس نے اپنی درستی کا سامان کر لیا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو یقیناً وہ شر میں منہمک ہو گیا۔“ [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة والخطبة : ۸۷۰]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ فرشتے آئے اور آپ اس وقت سو رہے تھے، ان میں سے بعض فرشتوں نے کہا، یہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا، (نہیں صرف) آنکھ سو رہی ہے، دل جاگ رہا ہے۔ پھر ان فرشتوں نے کہا کہ تمھارے اس دوست کی ایک مثال ہے، تو تم وہ مثال بیان کرو۔ ان میں سے بعض فرشتوں نے کہا، یہ سو رہے ہیں اور بعض فرشتوں نے کہا، (نہیں ان کی صرف) آنکھ سوتی ہے، دل جاگتا رہتا ہے۔ پھر ان فرشتوں نے کہا، ان کی مثال ایسی ہے جیسی مثال اس شخص کی ہے جس نے مکان بنایا اور اس میں کھانے کا اہتمام کیا، پھر ایک بلانے والے کو بھیجا، سو جس نے بلانے والے کا کہنا مان لیا تو وہ اس مکان میں داخل ہو گیا اور کھانے سے کھا لیا، مگر جس نے بلانے والے کا کہنا نہ مانا تو وہ نہ مکان میں داخل ہوا اور نہ اس نے کھانے میں سے کچھ کھایا۔ پھر انھوں نے کہا، ان کے لیے اس کی تشریح کرو، تاکہ وہ بھی سمجھ لیں۔ ان میں سے بعض نے کہا، وہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا، آنکھ سو رہی ہے، دل جاگ رہا ہے۔ پھر انھوں نے کہا وہ مکان تو جنت ہے اور بلانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ کی نافرمانی کی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ۷۲۸۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں داخل ہو گی، سوائے اس کے جس نے (داخل ہونے سے) انکار کر دیا۔'' صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! ایسا کون ہے جو انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے یقیناً انکار کر دیا۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ۷۲۸۰]

وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا : یعنی جو آپ کی نافرمانی کرے گا وہ ناکام و نامراد ہو گا اور آپ سے اس کے بارے میں کوئی باز پرس نہیں ہو گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴾ [الغاشیة : ۲۱ تا ۲۶] ''پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔ مگر جس نے منہ موڑا اور انکار کیا۔ تو اسے اللہ عذاب دے گا، سب سے بڑا عذاب۔ یقیناً ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے۔ پھر بے شک ہمارے ہی ذمے ان کا حساب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [النحل : ۸۲] ''پھر اگر وہ پھر جائیں تو تیرے ذمے تو صرف واضح پیغام پہنچا دینا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ﴾ [الشوریٰ : ۴۸] ''پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔''

وَ يَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ؗ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَ اللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾

''اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس کے خلاف مشورے کرتا ہے جو وہ کہہ رہا تھا اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں۔ پس ان سے منہ موڑ لے اور اللہ پر بھروسا کر اور اللہ کافی وکیل ہے۔''

یہاں منافقین کی ایک اور مذموم خصلت بیان فرماتے ہوئے ان کو سرزنش کی ہے اور آپ ﷺ کو ان کی حرکاتِ شنیعہ سے چشم پوشی اور اللہ تعالیٰ پر توکل کا حکم فرمایا ہے، فرمایا یہ منافقین آپ ﷺ کی مجلس میں جو باتیں ظاہر کرتے ہیں راتوں کو ان کے برعکس باتیں کرتے اور سازشوں کے جال بنتے ہیں۔ آپ ﷺ ان سے اعراض کریں اور اللہ پر توکل کریں، ان کی باتیں اور سازشیں آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی، کیونکہ آپ کا وکیل اور کارساز اللہ تعالیٰ ہے۔

کافروں نے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کے خلاف سازشیں کیں، لیکن ان کی سازشیں سب ناکام ہوگئیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴾ [إبراهيم : ٤٦، ٤٧] ''اور بے شک انھوں نے تدبیر کی، اپنی تدبیر اور اللہ ہی کے پاس ان کی تدبیر ہے اور ان کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ پس تو ہرگز گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔''

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

''تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے، اور اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''

منافقین ہی کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ لوگ قرآن کریم کو غور سے سنتے، اس کے معانی و مضامین پر تدبر کرتے تو انھیں معرفتِ تام حاصل ہو جاتی کہ رسول اللہ ﷺ برحق ہیں اور جو دین لے کر آئے ہیں وہ بھی برحق ہے اور اس نفاق سے نجات مل جاتی جس نے ان کے دلوں کو فاسد اور ان کے افکار کو کفر سے آلودہ کر رکھا ہے۔ آگے فرمایا کہ اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں اختلاف و اضطراب اور تعارض ہوتا، اس لیے منافقین کو اپنا نفاق چھوڑ کر اس قرآن پر ایمان لے آنا چاہیے۔ لہٰذا یہاں آپ کے صدق نبوت پر قرآن کو بطور دلیل پیش کیا اور قرآن آپ کی صدق نبوت کی تین وجوہ سے دلیل بنتا ہے، اول اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے، دوم امور غیب کی خبروں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور سوم اختلاف و تناقض سے پاک اور مبرا ہونے کی بنا پر۔ یہاں اس تیسری چیز کو بیان فرمایا ہے۔

<u>اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴾ [محمد : ٢٤] ''تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا کچھ دلوں پر ان کے قفل پڑے ہوئے ہیں؟''

﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾ : قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اس جیسا کلام دنیا والے نہیں بنا سکتے، خواہ کتنی ہی کوشش کریں، پھر اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا۔ اب چونکہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اس لیے اختلافِ کثیر تو دور، سرے سے اختلاف ہے ہی نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۸] ''کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگرچہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مجلس میرے لیے اتنی گراں مایہ تھی کہ سرخ اونٹوں کی دولت بھی اس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ میں اور میرا بھائی جس وقت آئے تو اس وقت کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع تھے۔ ہم نے اس بات کو ناپسند کیا کہ ان کے درمیان گھس کر بیٹھیں۔ لہٰذا ہم ان سے ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ انھوں نے قرآن مجید کی ایک آیت کے بارے میں گفتگو شروع کی، یہاں تک کہ ایک دوسرے سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ان کی آوازیں بلند ہوتی گئیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے اور ناراضی کے باعث ان کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خاموش کراتے ہوئے فرمایا: ''لوگو! ٹھہر جاؤ، سابقہ امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوگئیں کہ انھوں نے اپنے انبیاء سے اختلاف کر ڈالا اور اپنی کتابوں کے بعض حصوں کو بعض سے متعارض سمجھنا شروع کر دیا۔ (سو سنو!) قرآن اس لیے نازل نہیں ہوا کہ اس کے بعض حصے بعض کی تکذیب کریں، بلکہ قرآن کے بعض حصے تو بعض کی تصدیق کرتے ہیں۔ تمھیں اس کتاب سے جو کچھ معلوم ہو، اس کے مطابق عمل کرو اور جو معلوم نہ کر سکو، اسے جاننے والے کی طرف لوٹا دو۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۱۸۱، ح : ٦٧١١]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمی ایک آیت کے بارے میں اختلاف کرنے لگے، حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں، اس پر آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلی امتیں اپنی کتاب میں اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئی تھیں۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۱۹۲، ح : ٦٨١٢۔ مسلم، کتاب العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن : ٢٦٦٦]

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور

اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔"

اس میں بھی منافقین ہی کا ذکر ہے کہ انھیں جب جہادی دستوں کے بارے میں غلبہ یا شکست کی کوئی خبر ملتی ہے تو لوگوں میں اسے بغیر تحقیق کیے فوراً پھیلانا شروع کر دیتے ہیں، جس سے مسلم معاشرے کو کئی طرح کے نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔ اس لیے کہ عام طور پر بغیر تحقیق شدہ خبروں میں بہت سی جھوٹی باتیں ملی ہوتی ہیں۔ اگر وہ خبریں مسلمانوں کے غلبے کے بارے میں ہوتیں اور مبالغہ سے کام لیا گیا ہوتا اور سچی نہ نکلتیں تو بہتوں کو رسول اللہ ﷺ کی صداقت میں شبہ ہونے لگتا۔ اس لیے کہ منافقین ان خبروں کی نسبت آپ ہی کی طرف کر کے بیان کرتے تھے اور اگر وہ خبریں مسلمانوں کی شکست کے بارے میں ہوتیں تو بہت سے کمزور ایمان کے مسلمان فتنہ میں پڑ جاتے۔ ان خبروں کا ایک نقصان یہ بھی ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی جنگی تیاریوں کی خبر بڑی تیزی کے ساتھ کافروں کو ہو جاتی تھی اور اگر خبر خوف و ہراس والی ہوتی تو کمزور مسلمان خائف ہو جاتے تھے۔ انھی خرابیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خبروں کی تشہیر سے منع فرمایا۔ آگے فرمایا کہ اگر یہ لوگ ان خبروں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ بصیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے کا انتظار کر لیتے تو انھیں حقیقت حال معلوم ہو جاتی اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کس خبر کو مشہور کرنا چاہیے اور کسے چھپانا چاہیے؟ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر نبی کریم ﷺ کی بعثت اور قرآن کے نزول کے ذریعے اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا، تو اے مسلمانو! سوائے چند دیدہ ور صحابہ کرام کے تم سبھی شیطان کے پیروکار بن جاتے اور ان جھوٹی خبروں کی تصدیق کرنے لگتے۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْھُمْ : ربطِ مضمون کے لحاظ سے اگرچہ اس آیت کی وہی تشریح مناسب معلوم ہوتی ہے جو اوپر کر دی گئی ہے، تاہم اس کا حکم عام ہے اور ہر موقع پر افواہوں کے بارے میں یہی رویہ اختیار کرنا چاہیے، چنانچہ حدیث میں اس آیت کا شان نزول بالکل الگ بیان کیا گیا ہے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب انھیں یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے تو وہ اپنے گھر سے مسجد آ گئے اور دیکھا کہ مسجد میں بھی لوگ یہی گفتگو کر رہے ہیں، ان سے برداشت نہ ہو سکا، حتیٰ کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا، اللہ اکبر! پھر انھوں نے باقی ساری حدیث بیان کی۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا : ۵۱۹۱]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، کیا آپ نے طلاق دے دی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نہیں۔" تب میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے

اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ﴾ ”اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکال لیتے ہیں۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس امر کی تحقیق کر لی تھی۔ [مسلم، كتاب الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النساء : ١٤٧٩]

گویا اس آیت میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ اگر امن یا خوف کی خبر وہ بلا تحقیق پھیلانے کی بجائے اللہ کے رسول اور مسلمانوں کے امرا کو پہنچاتے تو سب سے پہلے وہ غور و خوض اور تحقیق کر کے معلوم کرتے کہ خبر صحیح بھی ہے یا غلط، کیونکہ بلا تحقیق آگے بات کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ قرار دیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کر دے۔“ [مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع : ٥]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص میری طرف سے کوئی ایسی بات بیان کرتا ہے جسے وہ جھوٹی سمجھتا ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔“ [مسلم، المقدمة، باب وجوب الرواية عن الثقات وترك الكذابين......الخ : ١]

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴾ [الحجرات : ٦] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔“

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾

”پس اللہ کے راستے میں جنگ کر، تجھے تیری ذات کے سوا کسی کی تکلیف نہیں دی جاتی اور ایمان والوں کو رغبت دلا، اللہ قریب ہے کہ ان لوگوں کی لڑائی روک دے جنھوں نے کفر کیا اور اللہ بہت سخت لڑائی والا اور بہت سخت سزا دینے والا ہے۔“

اس آیت میں فرمایا کہ آپ منافقین کے ساتھ ہونے یا نہ ہونے کی پروا نہ کریں، آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ خود بھی جہاد کے لیے نکلیں اور دوسرے مومنوں کو بھی ترغیب دیں۔ جس کا اثر یہ ہو گا کہ دشمن آپ کی حرکات و سکنات دیکھ کر خود ہی لڑائی کے ارادہ سے رک جائیں گے اور اگر ایسا نہ ہوا اور انھوں نے حملہ کی ٹھان لی تو اللہ ان سے نمٹنے پر قادر ہے اور انھیں خوب سزا دے گا۔ بہر حال آپ کو جہاد کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہنا چاہیے۔

﴿فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ﴾ : ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جو شخص مشرکوں پر حملہ کرتا ہے تو کیا وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا، نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مبعوث کیا اور ان سے فرمایا: ﴿فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ﴾ اور (آپ جس آیت کا حوالہ دے رہے ہیں تو) اس کا تعلق اللہ کے راستہ میں خرچ (کرنے اور نہ کرنے) سے ہے۔ [مسند أحمد : ۲۸۱/۴، ح: ۱۸۵۰۶]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کام کریں گے تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے، مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿فإن تابوا و أقاموا الصلوة و اتوا الزکوة فخلوا سبیلهم﴾: ۲۵]

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع رحمہ اللہ کو لکھا، کیا لڑائی سے پہلے کافروں کو دین کی دعوت دینا ضروری ہے؟ انھوں نے جواب میں لکھا، یہ حکم شروع اسلام میں تھا (جب کافروں کو دین کی دعوت نہیں پہنچی تھی) بعد ازاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر شب خون مارا اور تب وہ غافل تھے اور ان کے جانور پانی پی رہے تھے، چنانچہ آپ نے مقابلہ کرنے والوں کو قتل کیا اور بچ جانے والوں کو قیدی بنایا اور اسی دن جویریہ بنت حارث کو پکڑا۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب جواز الإغارة علی الکفار : ۱۷۳۰]

﴿وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ میدان بدر کی طرف چلے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے وہاں پہنچ گئے، پھر مشرک بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف آگے نہ بڑھے۔'' جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس جنت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے۔'' (آپ کی یہ بات سن کر) عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا، بہت خوب، بہت خوب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم بہت خوب، بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو؟'' انھوں نے کہا اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے توقع ہے کہ میں بھی اس جنت والوں میں سے ہوں گا۔ آپ نے فرمایا: ''تم اس جنت والوں میں سے ہو۔'' اس کے بعد وہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر کچھ سوچ کر بولے، اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی یہ کھجوریں کھا لوں تو یہ زندگی لمبی ہو جائے گی، چنانچہ ان کے پاس جو کھجوریں تھیں انھوں نے وہ پھینک دیں، پھر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان

لائے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کر دے، خواہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے، یا اس زمین میں بیٹھ رہے جس میں وہ پیدا ہوا تھا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو، کیونکہ وہ جنت کا سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب ﴿ و كان عرشه على المآء ﴾ : ۷۴۲۳]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوسعید! جو شخص اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی ہو جائے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔'' ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس بات سے تعجب کیا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس بات کو دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے یہی بات دوبارہ دہرائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک اور چیز ہے جس کی بنا پر بندۂ مومن کو جنت میں سو درجوں تک رفعتوں سے ہمکنار کیا جاتا ہے، وہ کہ جن میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔'' ابوسعید نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان ما أعده الله تعالى للمجاهد في الجنة : ۱۸۸۴]

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا : آیت میں وعدہ کیا جا رہا ہے کہ عنقریب کفار کا زور ٹوٹ جائے گا اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوگا، نیز یہ کہ وہ دنیا و آخرت میں انھیں سزا دینے پر قادر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ ۛؕ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ﴾ [محمد : ۴] ''(بات) یہی ہے۔ اور اگر اللہ چاہے تو ضرور ان سے انتقام لے لے اور لیکن تاکہ تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائے۔'' کافروں کی پے در پے شکستوں اور ایمان والوں کی مسلسل فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَ لِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ۝ وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ وَ لَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴾ [الفتح : ۲۰ تا ۲۳] ''اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس نے تمھیں یہ جلدی عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تاکہ یہ ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنے اور (تاکہ) وہ تمھیں سیدھے راستے پر چلائے۔ اور کئی اور (غنیمتوں کا بھی)، جن پر تم قادر نہیں ہوئے۔ یقیناً اللہ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اللہ

ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور اگر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تم سے لڑتے تو یقیناً پیٹھ پھیر جاتے، پھر وہ نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ اللہ کے اس طریقے کے مطابق جو پہلے سے گزر چکا ہے اور تو اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔''

مومنوں کی فتوحات اور کافروں کی شکستوں کی پیش گوئی مندرجہ ذیل حدیث میں بھی ہے اور یہ حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے، سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں دو شخص آئے، ایک تنگیٔ معیشت کی شکایت کر رہا تھا اور دوسرا راہزنی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟'' میں نے عرض کی، نہیں، تاہم اس کے متعلق سنا ہے۔ فرمایا: ''اگر تمھاری عمر زیادہ ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے علاوہ کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔'' میں نے اپنے دل میں کہا، قبیلۂ طے کے ڈاکو، جنھوں نے شہروں میں آگ لگا رکھی ہے، کہاں چلے جائیں گے؟ پھر (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: ''اور (اے عدی!) اگر تمھاری عمر لمبی ہوئی تو تم ضرور کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے۔'' میں نے کہا، کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! کسریٰ بن ہرمز، اور (اے عدی!) اگر تمھاری عمر لمبی ہوئی تو ضرور ایسے شخص کو دیکھو گے جو مٹھی بھر کر سونا یا چاندی لے کر ایسے آدمی کی تلاش میں نکلے گا جو اسے قبول کر لے، لیکن ایسا کوئی آدمی نہیں ملے گا جو اسے قبول کر لے۔'' ...... سیدنا عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (دو باتیں تو میں دیکھ چکا) میں نے حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرنے والی عورت کو دیکھا، اسے سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں تھا اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ : ۳۵۹۵]

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

''جو کوئی سفارش کرے گا، اچھی سفارش، اس کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہوگا اور جو کوئی سفارش کرے گا، بری سفارش، اس کے لیے اس میں سے ایک بوجھ ہوگا اور اللہ ہمیشہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

مسلمانوں کو کافروں کے خلاف جہاد کی ترغیب دلانا، یہ اللہ کے نزدیک مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی اور شفاعت حسنہ ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں اچھی اور بری شفاعت کا بیان آیا ہے۔ اچھی شفاعت کی تعریف کی گئی ہے اور اللہ کے وعدے کا ذکر ہے کہ شفاعت کرنے والے کو بھی اللہ اچھا بدلہ دے گا اور بری شفاعت، یعنی حاکمِ وقت کے پاس جا کر لوگوں کی شکایتیں کرنے والے کو اس بدکرداری کا برا بدلہ ضرور ملے گا۔

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے بھائی کے لیے سفارش کرے، پھر

اسے اس سفارش کرنے کے سلسلہ میں کوئی ہدیہ دیا جائے اور وہ اسے قبول کر لے تو وہ سود کے دروازوں میں سے بڑے دروازے پر پہنچ گیا۔'' [أبو داؤد، کتاب البیوع، باب فی الھدیة لقضاء الحاجة : ٣٥٤١]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ضرورت مند آتا، تو آپ شرکائے مجلس کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: '' (اس کے لیے) سفارش کرو، تمھیں (بھی) اجر دیا جائے گا اور اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جو پسند فرماتا ہے فیصلہ فرما دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الزکوة، باب التحریض علی الصدقة : ١٤٣٢۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب الشفاعة فیما لیس بحرام : ٢٦٢٧]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بریرہ رضی اللہ عنہا اور اس کے خاوند مغیث رضی اللہ عنہ کے قصے میں منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے فرمایا: ''اگر تو اس (اپنے خاوند) سے رجوع کر لے (تو اچھا ہے)۔'' اس نے کہا، کیا آپ مجھے (رجوع کرنے کا) حکم فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، میں تو صرف سفارش کرتا ہوں۔'' اس نے کہا، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ [بخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعة النبی ﷺ فی زوج بریرة : ٥٢٨٣]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت کے سلسلہ میں، جس نے چوری کی تھی، قریش کو بہت فکر ہوئی، انھوں نے کہا، کون اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر سکتا ہے اور کون اس معاملہ میں آپ سے سفارش کی جرأت کر سکتا ہے سوائے اسامہ کے؟ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔ الغرض اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی، اس پر آپ نے فرمایا: ''کیا تم اللہ کی حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو۔'' [بخاری، کتاب الحدود، باب کراھیة الشفاعة فی الحد ...... الخ : ٦٧٨٨۔ مسلم، کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف : ١٦٨٨]

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا

''اور جب تمھیں سلامتی کی کوئی دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی سلامتی کی دعا دو، یا جواب میں وہی کہہ دو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کا پورا حساب کرنے والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب کوئی شخص سلام کرے تو اس کو سلام کا جواب ضرور دیا جائے اور وہ جواب سلام کرنے والے کے سلام سے بہتر ہو، یا کم از کم اس جیسا ہو، دونوں طرح جائز ہے۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، السلام علیکم! آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: ''اس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔'' پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا، السلام علیکم ورحمة اللہ۔ آپ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: ''اس کے لیے بیس نیکیاں ہیں۔'' پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے یوں کہا، السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا، وہ بیٹھ گیا تو

فرمایا: ”اس کے لیے تیس نیکیاں ہیں۔“ [مسند أحمد : ۴/ ۴۳۹، ۴۴۰، ح : ۱۹۹۷۰۔ أبو داؤد، کتاب الأدب، باب کیف السلام : ۵۱۹۵۔ ترمذی، کتاب الاستیذان، باب ما ذکر فی فضل السلام : ۲۶۸۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کو (الحمد للہ کہنے پر) جواب دینا۔“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز : ۱۲۴۰۔ مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام : ۲۱۶۲]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! ہماری یہ مجالس بہت ضروری ہیں، کیونکہ یہیں ہم آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم بیٹھے بغیر نہیں رہ سکتے تو راستے کا حق ادا کرو۔“ صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”آنکھیں نیچی رکھنا، (لوگوں کو) اذیت دینے سے باز رہنا، سلام کا جواب دینا، اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا۔“ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب قول اللہ تعالٰی: ﴿ یأیھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتًا ﴾ : ۶۲۲۹۔ مسلم، کتاب السلام، باب من حق الجلوس علی الطریق رد السلام : ۲۱۲۱، قبل الحدیث : ۲۱]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب یہودیوں میں سے کوئی تمھیں سلام کہتا ہے تو وہ بایں الفاظ کہتا ہے ” اَلسَّامُ عَلَيْكَ “ (تجھ پر موت وارد ہو) چنانچہ تم جواب میں یہ کہہ دیا کرو ” وَعَلَيْكَ “ (تجھی پر موت وارد ہو)۔“ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب کیف الرد علی أھل الذمۃ بالسلام : ۶۲۵۷۔ مسلم، کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء أھل الکتاب بالسلام : ۲۱۶۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہودیوں اور نصرانیوں کو پہلے سلام نہ کہو اور جب راستے میں ان میں سے کسی سے ملو تو ان کو تنگ رستے کی طرف مجبور کر دو۔“ [مسلم ، کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء أھل الکتاب بالسلام : ۲۱۶۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”چھوٹا بڑے کو سلام کہے، چلنے یا گزرنے والا بیٹھنے والوں کو سلام کہے، تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو کہیں اور سوار پیدل چلنے والے کو سلام کہے۔“ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب یسلم الصغیر علی الکبیر : ۶۲۳۴۔ مسلم ، کتاب السلام، باب یسلم الراکب علی الماشی : ۲۱۶۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لے آؤ اور اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا میں تمھیں ایک ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب اسے کرنے لگو گے تو آپس

میں محبت بھی کرنے لگ جاؤ گے؟ (اور وہ عمل یہ ہے کہ) آپس میں ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کہا کرو۔'' [أبو داؤد، کتاب الأدب، باب إفشاء السلام : ۵۱۹۳]

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾

''اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر صورت تمھیں قیامت کے دن کی طرف (لے جا کر) جمع کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے۔''

اس آیت میں اللہ نے خبر دی ہے کہ تمام مخلوقات کا معبود صرف اللہ ہے، اس کے بعد اللہ نے قسم کھا کر کہا ہے کہ قیامت کے دن وہ تمام بنی نوعِ انسان کو ضرور جمع کرے گا اور ان سب کا پورا پورا محاسبہ کیا جائے گا۔ نیز سچی بات یہ ہے کہ اسلام دشمن عناصر جتنی بھی کوششیں کر سکتے ہیں کر دیکھیں، نہ وہ اسلام کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ اللہ کے قانون کو بدل سکتے ہیں۔

تمام قسم کے لوگ یعنی منافقین بھی، مشرکین بھی اور مسلمان بھی سب اللہ کے حضور اکٹھے کر لیے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ۳۲] ''اور نہیں ہیں وہ سب مگر اکٹھے ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۙ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ [الواقعۃ : ۴۹، ۵۰] ''کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔''

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَ اللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

''پھر تمھیں کیا ہوا کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے، حالانکہ اللہ نے انھیں اس کی وجہ سے الٹا کر دیا جو انھوں نے کمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ اس شخص کو راستے پر لے آؤ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے کبھی کوئی راستہ نہ پائے گا۔''

ان منافقین سے مراد وہ ہیں جو احد کی جنگ میں مدینہ سے کچھ دور جا کر واپس آ گئے تھے کہ ہماری بات نہیں مانی گئی۔ ان منافقین کے بارے میں مسلمانوں کے دو گروہ بن گئے، ایک گروہ کا کہنا تھا کہ ہمیں ان منافقین سے بھی لڑنا چاہیے، جبکہ دوسرا گروہ اسے مصلحت کے خلاف سمجھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان منافقوں نے میدانِ جہاد سے واپس جا کر اپنی منافقت کا ثبوت مہیا کر دیا ہے، یعنی جس کفر و ضلالت سے نکلے تھے، اسی میں لوٹ گئے ہیں، اب تم یہ چاہتے ہو کہ ہمیں ان سے لڑائی نہیں کرنی چاہیے، شاید کہ وہ راہِ راست پر آ جائیں تو یہ بات تمھارے بس میں نہیں، اس لیے کہ جسے

گمراہ کر دے یعنی مسلسل کفر و عناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دے انھیں کوئی راہ یاب نہیں کر سکتا۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ : یعنی منافقین کے بارے میں مومنوں کی دو رائے نہیں ہونی چاہییں، سب کو اتفاق ان سے عداوت رکھنی چاہیے، منافقین کی حمایت ایمان والوں کی شان نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلۃ : ۲۲] ''تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۲۳] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ﴾ [الممتحنۃ : ۱] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے۔''

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ احد کے لیے نکلے تھے تو اس وقت آپ کے ساتھ نکلنے والوں میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے تھے۔ چنانچہ ان کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ کا کہنا تھا کہ ہمیں ان کو قتل کر دینا چاہیے، جبکہ دوسرے گروہ کی رائے یہ تھی کہ نہیں، انھیں قتل نہیں کرنا چاہیے۔ لہٰذا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ ﴾ ''پھر تمھیں کیا ہوا کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ شہر طیبہ ہے، یہ میل کچیل کو اسی طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ چاندی سے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فما لکم فی المنافقین فئتین ﴾ : ۴۵۸۹۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفات المنافقین : ۲۷۷۶]

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

’’وہ چاہتے ہیں کاش کہ تم کفر کرو جیسے انھوں نے کفر کیا، پھر تم برابر ہو جاؤ، تو ان میں سے کسی طرح کے دوست نہ بناؤ، یہاں تک کہ وہ اللہ کے راستے میں ہجرت کریں، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور انھیں قتل کرو جہاں انھیں پاؤ اور نہ ان سے کوئی دوست بناؤ اور نہ کوئی مددگار۔‘‘

منافقوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مدینہ کے اردگرد پھیلے ہوئے قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ لوگ مسلمانوں سے خیر خواہی اور محبت کا اظہار ضرور کرتے تھے مگر عملی طور پر اپنے ہم وطن کافروں کا ساتھ دیتے تھے، یا دینے پر مجبور تھے۔ ان کے لیے معیار یہ مقرر کیا گیا کہ اگر وہ ہجرت کر کے تمھارے پاس مدینہ آ جائیں اور تمھیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو اس صورت میں تم انھیں سچا بھی سمجھو اور ہمدرد بھی، لیکن اگر وہ منافقین ہجرت کرنے سے انکار کریں تو اگرچہ وہ اسلام کا اظہار کریں، پھر بھی ان سے کافروں جیسا سلوک کرو، کیونکہ دارالکفر چلے جانے کے بعد ان کا کفر کھل کر سامنے آ گیا۔ اس لیے انھیں گرفتار کرو اور حل و حرم جہاں پاؤ انھیں قتل کر دو اور انھیں اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

’’مگر وہ لوگ جو ان لوگوں سے جا ملتے ہیں کہ تمھارے درمیان اور ان کے درمیان عہد و پیمان ہے، یا وہ تمھارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے دل اس سے تنگ ہوں کہ وہ تم سے لڑیں، یا اپنی قوم سے لڑیں اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور انھیں تم پر مسلط کر دیتا، پھر یقیناً وہ تم سے لڑتے۔ تو اگر وہ تم سے الگ رہیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمھاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ نے تمھارے لیے ان پر زیادتی کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔‘‘

منافقین کے سلسلے میں جو اوپر حکم بیان ہوا اس سے دو قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مستثنیٰ کر دیا ہے اور کہا ہے کہ نہ انھیں قید کریں اور نہ ان سے قتال کریں۔ ایک تو وہ منافقین جو کسی ایسی قوم کے پاس جا کر پناہ لے لیں جن کے ساتھ مسلمانوں کا صلح اور امن کا معاہدہ ہو، کیونکہ وہ انھی کے حکم میں ہو جائیں گے، ورنہ جنگ چھڑ جائے گی اور

نقضِ میثاق ہو جائے گا، اور دوسرے وہ لوگ جو اپنی صلح جوئی کی وجہ سے نہ مسلمانوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں اور نہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اپنی قوم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ : یعنی جو ایسے لوگوں سے جا ملیں جن کا تم سے صلح یا ذمہ کا عہد ہو تو ان سے معاملہ بھی انھی کی طرح کرو، سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما صلح حدیبیہ کے قصے میں بیان کرتے ہیں کہ جس نے چاہا وہ قریش کے ساتھ صلح و عہد میں داخل ہو گیا اور جس نے چاہا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ صلح اور عہد میں داخل ہو گیا۔[مسند أحمد : ٤/ ٣٢٥، ح : ١٨٩٣٤]

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَ يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَ يُلْقُوْۤا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَ يَكُفُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ ع ۱۲/۹

’’عنقریب تم کچھ اور لوگ پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں، وہ جب بھی فتنے کی طرف لوٹائے جاتے ہیں اس میں الٹا دیے جاتے ہیں، تو اگر وہ نہ تم سے الگ رہیں اور نہ صلح کا پیغام بھیجیں اور نہ اپنے ہاتھ روکیں تو انھیں پکڑو اور انھیں قتل کرو جہاں انھیں پاؤ اور یہی لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمھارے لیے واضح دلیل بنا دی ہے۔‘‘

اس آیتِ کریمہ میں ایک تیسری قسم کے لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو بہت ہی بدترین قسم کے منافق ہیں۔ جو ڈھنڈورا تو اپنی امن پسندی کا پیٹیں، لیکن جب داؤ لگ جائے تو اسلام دشمنی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ ان کی امن پسندی کی تین ہی صورتیں ممکن ہیں، ایک یہ کہ مسلمانوں سے صلح کر لیں، دوسرے یہ کہ لشکر کفار میں شامل نہ ہوں اور تیسرے یہ کہ اگر انھیں مجبوراً شامل ہونا ہی پڑے تو پھر اپنے ہاتھ روکے رکھیں، یعنی عملاً لڑائی میں شامل نہ ہوں اور اگر یہ تینوں باتیں نہ پائی جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی نیتوں میں فتور ہے اور وہ امن پسندی کی آڑ میں دھوکا دے کر مسلمانوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ایسے منافقوں کا علاج یہ ہے کہ جب بھی موقع ملے سب سے پہلے انھیں قتل کر کے ختم کرو، دوسرے کافروں سے جنگ بعد میں کرو۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ

مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ؗ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

''اور کسی مومن کا کبھی یہ کام نہیں کہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو ایک مومن گردن آزاد کرنا اور دیت دینا ہے، جو اس کے گھر والوں کے حوالے کی گئی ہو، مگر یہ کہ وہ صدقہ (کرتے ہوئے معاف) کر دیں۔ پھر اگر وہ اس قوم میں سے ہو جو تمھاری دشمن ہے اور وہ مومن ہو تو ایک مومن گردن آزاد کرنا ہے، اور اگر اس قوم میں سے ہو کہ تمھارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی عہد و پیمان ہو تو اس کے گھر والوں کے حوالے کی گئی دیت ادا کرنا اور ایک مومن گردن آزاد کرنا ہے، پھر جو نہ پائے تو پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنا ہے۔ یہ بطور توبہ اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ ہمیشہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

کفار کے ساتھ جنگ کی اجازت نازل ہوئی تو یہ عین ممکن تھا کہ کسی شخص کو کافر حربی (جس سے جنگ ہو رہی ہو) سمجھ کر مسلمان قتل کر دیں اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ مسلمان تھا۔ اس لیے اس آیت میں قتل خطا کے احکام بیان ہوئے ہیں، قتل خطا کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً تیر یا پتھر مارا تو شکار کو تھا لیکن وہ کسی مسلمان کو لگ گیا اور وہ مر گیا، دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی چیز ماری تو عمداً ہی تھی مگر مارنے والے کو ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ وہ اس ہلکی سی ضرب سے مر ہی جائے گا، تیسری یہ کہ لڑائی وغیرہ یا کسی ہنگامے میں کسی مسلمان کو غلطی سے کافر سمجھ کر مار ڈالے، جیسا کہ غزوۂ احد میں مسلمانوں نے بدحواسی کے عالم میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے والد کو کافر سمجھ کر شہید کر ڈالا تھا اور چوتھی صورت جو آج کل بہت عام ہے کہ کوئی ٹریفک کے حادثہ میں کسی گاڑی کے نیچے آ کر، یا اس کی ضرب سے مارا جائے۔ قتل خطا کے احکام اور اس کے کفارہ کی صورتیں یہ ہیں کہ اگر مقتول کے وارث مسلمان ہیں تو ایک غلام مومن (خواہ مرد ہو یا عورت) آزاد کرنا ہوگا اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا بھی ادا کرنا ہوگا۔ خون بہا یا دیت سو اونٹ یا ان کی قیمت کے برابر رقم ہے، جو قاتل کے وارث مقتول کے وارثوں کو ادا کریں گے اور اگر قاتل کو (آزاد کرنے کے لیے) غلام میسر نہ آئے تو وہ متواتر دو ماہ کے روزے بھی رکھے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مقتول مومن ہو مگر دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہو تو اس کا کفارہ صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہے اور اگر میسر نہ آئے تو دو ماہ کے متواتر روزے ہیں اور اس کی دیت نہیں ہوگی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مومن مقتول کا تعلق کسی معاہد قوم سے ہو تو اس کے وہی احکام ہیں جو پہلی صورت کے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا : یعنی کسی مومن کا یہ کام نہیں کہ کسی مومن کو قصداً قتل کر دے، مومن کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم پر ایک دوسرے کے خون، مال اور آبرو (ناحق) اسی طرح حرام کر دی ہیں، جس طرح اس دن (یوم النحر) کی حرمت تمھارے

اس مہینا (ذوالحجہ) اور اس شہر (مکہ) میں ہے۔“ [بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة أيام منى : ١٧٤٢۔ مسلم، کتاب القسامة ، باب تغليظ تحريم الدماء : ١٦٧٩]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی بندہ جب زنا کرتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا، کوئی بندہ جب چوری کرتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا اور کوئی بندہ جب شراب پیتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا اور نہ کوئی شخص (ناحق) قتل کرتا ہے، اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔“ [بخاری، کتاب الحدود، باب إثم الزناة : ٦٨٠٩]

اِلَّا خَطَـًٔا : یعنی کسی حالت میں مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر غلطی سے مارا جائے تو قاتل پر کفارہ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی مسلمان آدمی کا خون، جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، تین میں سے کسی ایک صورت کے سوا حلال نہیں ہے: ① جان کے بدلے جان۔ ② شادی شدہ بدکار اور ③ اسلام کو چھوڑنے والا (مرتد)، جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا۔“ [بخاری، کتاب الديات، باب قول الله تعالى: ﴿ إن النفس بالنفس والعين بالعين ﴾ : ٦٨٧٨۔ مسلم، کتاب القسامة والمحاربين، باب ما يباح به دم المسلم : ١٦٧٦]

ابوظبیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حرقہ قبیلے کی طرف بھیجا، ہم نے صبح سویرے ان پر حملہ کیا، ان کو شکست دی اور ایسا ہوا کہ میرا اور ایک انصاری آدمی کا حرقہ کے ایک شخص سے سامنا ہو گیا۔ جب ہم نے اس کو گھیر لیا تو وہ ”لا الٰہ الا اللہ“ کہنے لگا۔ یہ سنتے ہی انصاری نے تو اپنا ہاتھ کھینچ لیا، لیکن میں نے برچھا مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ پھر جب ہم اس جنگ سے واپس پلٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملے کی خبر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسامہ! تو نے یہ کیا کیا کہ ”لا الٰہ الا اللہ“ کہنے کے بعد اس کو مار ڈالا؟“ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اس نے تو اپنے بچاؤ کے لیے یہ کہا تھا۔ لیکن آپ بار بار وہی فرماتے رہے، حتیٰ کہ میں نے یہ آرزو کی کہ کاش! میں اس دن سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم أسامة بن زيد ...... الخ : ٤٢٦٩۔ مسلم ، کتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر ...... الخ : ٩٦]

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ : یعنی جب اس طرح کوئی مسلمان غلطی سے مارا جائے تو اس کے دو حکم ہیں، ایک کفارہ اور دوسرے دیت (خون بہا)۔ کفارہ تو یہ ہے کہ مسلمان غلام (مرد ہو یا عورت) آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کرے۔

معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی، جو احد اور جوانیہ (ایک مقام کا نام ہے) کی طرف بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن میں جو وہاں آ نکلا تو دیکھا کہ بھیڑیا ایک بکری کو لے گیا ہے۔ آخر میں بھی آدمی ہوں، مجھے غصہ آ گیا، جیسے دوسروں کو غصہ آتا ہے، سو میں نے اس کو ایک طمانچہ جڑ دیا، پھر جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو

رسول اللہ ﷺ نے میرا یہ فعل بہت برا قرار دیا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ! کیا میں اس لونڈی کو آزاد نہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''اس کو میرے پاس لے آ۔'' چنانچہ میں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: ''اللہ کہاں ہے؟'' اس نے کہا، آسمان پر۔ آپ نے فرمایا: ''میں کون ہوں؟'' اس نے کہا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تب آپ نے فرمایا: ''تو اس کو آزاد کر دے، یہ مومنہ ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ : ٥٣٧]

فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خاندان ہذیل کی دو عورتیں لڑ پڑیں تو ایک نے دوسری کو پتھر مار کر اسے اور اس کے پیٹ کے بچے کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ جھگڑا پیش ہوا، چنانچہ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ پیٹ کے بچے کا خون بہا ایک غلام یا لونڈی دینا ہوگی اور عورت کے خون بہا کو قاتل عورت کے عاقلہ (عورت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار یعنی عصبہ) کے ذمہ واجب قرار دیا۔'' [بخاری، کتاب الدیات، باب جنین المرأۃ : ٦٩١٠۔ مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین ، باب دیۃ الجنین : ١٦٨١/٣٥]

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

''اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے اور اللہ اس پر غصے ہو گیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔''

قتل خطا کا حکم بیان کرنے کے بعد اب اس آیت میں قتل عمد کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیتا ہے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہوگی اور قیامت کے دن اللہ نے اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اتنی سخت سزائیں یکجا ذکر کرنے سے اس گناہ کی شدت کا اندازہ ہوتا ہے اور بظاہر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مومن کو قصداً قتل کرنے والا ابدی جہنمی ہے اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں، مگر سورۃ الفرقان آیت (٦٨) میں قاتل عمد کی توبہ قبول ہونے کا ذکر ہے، کیونکہ شرک باللہ سے بڑا کوئی گناہ نہیں، وہ توبہ سے معاف ہو سکتا ہے تو یہ بھی معاف ہو سکتا ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل کا مسلمان جس نے سو آدمی قتل کیے تھے، اس کا واقعہ بھی قتل عمد کی توبہ کے قبول ہو سکنے کی دلیل ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا : قتل عمد اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ نے متعدد آیات میں اسے شرک باللہ کے ساتھ بیان کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ [الفرقان : ٦٨] ''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا

اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۱] ''کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تمھیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا۔'' [بخاري، كتاب الديات، باب قول الله تعالى : ﴿ ومن أحياها ﴾ : ٦٨٧١]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب دو مسلمان تلوار لے کر ایک دوسرے سے لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔'' سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! قاتل (کا جانا تو سمجھ میں آتا ہے) لیکن مقتول کا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنے پر حریص تھا۔'' [بخاري، كتاب الديات، باب قول الله تعالى : ﴿ ومن أحياها ﴾ : ٦٨٧٥ـ مسلم، كتاب الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسيفيهما : ٢٨٨٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے خونوں ہی کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔'' [بخاري، كتاب الديات، باب قول الله تعالى : ﴿ ومن يقتل مؤمنًا متعمدًا فجزاؤه جهنم ﴾ : ٦٨٦٤ـ مسلم، كتاب القسامة ، باب المجازاة بالدماء في الآخرة : ١٦٧٨]

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی بھی گناہ (جو آدمی کرتا ہے) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے، سوائے اس شخص کے جو مشرک مرا اور وہ مومن جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا۔'' اور اسی حدیث میں ہے، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن آدمی اس وقت تک نیکی کے کاموں میں چست و مستعد رہتا ہے جب تک وہ کسی کو ناحق قتل نہ کرے اور جب وہ کسی کو ناحق قتل کرتا ہے تو وہ (نیکی کے کاموں میں) سست اور بے زار ہو جاتا ہے۔'' [أبو داوٗد، كتاب الفتن والملاحم ، باب في تعظيم قتل المؤمن : ٤٢٧٠]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غضب ناک ہوگا، حرم میں الحاد و بے دینی پھیلانے والا، اسلام لانے کے بعد جاہلیت کے طریقوں کو پسند کرنے والا اور کسی شخص کے خون کو ناحق بہانے کا طالب۔'' [بخاري، كتاب الديات ، باب من طلب دم امرئ بغير حق : ٦٨٨٢]

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا١ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا١ٞ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ١ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا١ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۹۴﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم اللہ کے راستے میں سفر کرو تو خوب تحقیق کر لو اور جو تمھیں سلام پیش کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں، اس سے پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان فرمایا۔ پس خوب تحقیق کر لو، بے شک اللہ ہمیشہ اس سے جو تم کرتے ہو، پورا باخبر ہے۔“

ابتدائے اسلام میں ”السلام علیکم“ کا لفظ مسلمانوں کے لیے شعار اور فریقین کے مسلمان ہونے کی علامت سمجھا جاتا تھا، کیونکہ اس دور میں عرب کے نو مسلموں اور کافروں کے درمیان لباس، زبان یا کسی دوسری چیز میں کوئی نمایاں امتیاز نہ تھا، جس کی بنا پر ایک مسلمان ظاہری طور پر دوسرے مسلمان کو پہچان سکتا۔ تو کافروں سے لڑائی کے دوران میں یہ مسئلہ پیش آ جاتا کہ جس قوم پر مسلمان حملہ آور ہوتے ان میں سے کوئی شخص ”السلام علیکم“ یا ”لا الٰہ الا اللہ“ کہنے لگتا۔ جس سے مسلمانوں کو مغالطہ ہوتا کہ وہ حقیقتاً مسلمان نہیں، بلکہ محض اپنی جان بچانے کے لیے یہ کلمہ زبان سے ادا کر رہا ہے تو وہ اپنے اسی گمان کی بنیاد پر اسے قتل کر دیتے اور اس کا مال لوٹ لیتے۔ چونکہ ایسا گمان شرعی طور پر غلط تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے واقعہ کی پوری طرح چھان بین کا حکم دیا۔ تحقیق کے بغیر چھوڑ دینے میں اگر یہ امکان ہے کہ ایک کافر جھوٹ بول کر اپنی جان بچا لے تو قتل کرنے میں اس بات کا امکان ہے کہ ایک بے گناہ مومن تمھارے ہاتھ سے مارا جائے اور ہمارا ایک کافر کو چھوڑ دینے میں غلطی کرنا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ تم ایک مومن کو قتل کرنے میں غلطی کرو۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا١ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی بکریوں کے پاس تھا کہ چند مسلمان اس کے پاس پہنچے، اس نے کہا، السلام علیکم۔ (مسلمانوں نے اس کے مومن ہونے کا یقین نہ کیا) اسے پکڑا اور اسے قتل کر دیا اور اس کی بکریوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا١ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ”اور جو تمھیں سلام پیش کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو۔“ [مسلم، كتاب التفسير، باب في تفسير آيات متفرقة : ۳۰۲۵ ـ بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلم ﴾ : ۴۵۹۱]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو سُلیم کا ایک شخص صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا، جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا، اس نے انھیں سلام کہا، تو انھوں نے سمجھا کہ اس نے ہم سے بچنے کے لیے سلام کہا ہے، لہٰذا اسے قتل

کر دیا اور اس کی بکریاں لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے، تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ [ترمذی، کتاب
تفسیر القرآن ، باب ومن سورة النساء : ۳۰۳۰۔ مسند أحمد : ۲۲۹/۱، ح : ۲۰۲۸ ، مسلم :۳۰۲۵]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقداد سے فرمایا تھا (جب انھوں نے ایک سر
میں ایک شخص کو کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا تھا) : "یہ شخص اپنی قوم کفار میں رہتے ہوئے اپنے ایمان کو مخفی رکھے ہو
تھا، مگر جب اس نے اپنے ایمان کو ظاہر کیا تو تو نے اسے قتل کر دیا، حالانکہ تو بھی اس سے پہلے مکہ میں اپنے ایمان
چھپائے ہوئے تھا۔" [بخاری، کتاب الدیات، باب قول الله تعالى : ﴿ ومن قتل مؤمنًا متعمدًا فجزاؤهٗ جهنم ﴾ : ٦٨٦٦

فَعِنۡدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيۡرَةٌ : یعنی اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں جو بالکل جائز طریقہ سے تمھیں ملنے والی ہیں، لہ
تم بس جائز غنیمتوں کے طلب گار رہو اور کسی کے مال پر ناجائز طریقے سے قبضہ کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ تو ا
نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور بہت سی غنیمتیں مومنوں کو عطا فرما دیں، ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدۡ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ
يُبَايِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيۡ قُلُوۡبِهِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّكِيۡنَةَ عَلَيۡهِمۡ وَاَثَابَهُمۡ فَتۡحًا قَرِيۡبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيۡرَةً يَّاۡخُذُوۡنَهَ
وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ﴾ [الفتح : ۱۸، ۱۹] "بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا، جب وہ اس درخت
نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں
بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔ اور بہت سی غنیمتیں، جنھیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب
کمال حکمت والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيۡرَةً تَاۡخُذُوۡنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمۡ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيۡدِيَ النَّاسِ عَنۡكُ
وَلِتَكُوۡنَ اٰيَةً لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَيَهۡدِيَكُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۝ وَّاُخۡرٰى لَمۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَيۡهَا قَدۡ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُ
شَيۡءٍ قَدِيۡرًا ﴾ [الفتح : ۲۰، ۲۱] "اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس
تمھیں یہ جلدی عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تا کہ یہ ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنے اور (تا
وہ تمھیں سیدھے راستے پر چلائے۔ اور کئی اور (غنیمتوں کا بھی)، جن پر تم قادر نہیں ہوئے۔ یقیناً اللہ نے ان کا احاط
رکھا ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔"

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا تھا: "اگر تمھاری عمر لمبی ہوئی تو (تمھا
زندگی ہی میں) کسریٰ کے خزانے فتح کیے جائیں گے۔" سیدنا عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (پھر وہ خزانے فتح ہوئے او
میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علام
النبوة : ۳۵۹۵]

لَا يَسۡتَوِى الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ غَيۡرُ اُولِى الضَّرَرِ وَ الۡمُجٰهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ ال
بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الۡمُجٰهِدِيۡنَ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ عَلَى الۡقٰعِدِيۡ

دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

’’ایمان والوں میں سے بیٹھ رہنے والے، جو کسی تکلیف والے نہیں اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اپنی طرف سے بہت سے درجوں کی اور بخشش اور رحمت کی۔ اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

جہاد کے فرض عین ہونے کی صورت میں تو کسی شخص کو بلا عذر گھر میں بیٹھے رہنے کی اجازت نہیں اور ایسی صورت میں جہاد میں شامل نہ ہونا صریح نفاق ہے۔ مگر جب نفیر عام (سب کے نکلنے) کا حکم عام نہ ہو اور امام کی طرف سے یہ اعلان کیا جائے کہ جو شخص جہاد کے لیے نکل سکتا ہو نکلے اور جو اپنے کام کی وجہ سے نہیں نکل سکتا اسے اپنے گھر میں بیٹھے رہنے کی اجازت ہے تو یہ جائز ہے، آیت میں اسی صورت حال کے پیش نظر فضیلت کا ذکر ہے کہ امام کی اجازت کے باوجود جو لوگ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور جو اپنی خوشی سے جہاد میں شریک ہوتے ہیں یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (یعنی آیت کا یہ حصہ): ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اسے یہ آیت لکھوائی۔ اتنے میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے، انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اگر مجھ میں استطاعت ہوتی تو میں ضرور جہاد کرتا، اور وہ نابینا تھے، چنانچہ اسی وقت اللہ نے اپنے رسول پر وحی نازل کی۔ تب آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی، وہ مجھ پر اتنی بھاری ہوگئی کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری ران ٹوٹ ہی نہ جائے۔ آخر یہ کیفیت ختم ہوئی اور اللہ نے یہ الفاظ نازل کیے: ﴿غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ﴾ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لا یستوی القعدون من المؤمنین ﴾ : ۴۵۹۲، ۴۵۹۳۔ مسلم، کتاب الإمارۃ ، باب سقوط فرض الجهاد عن المعذورین : ۱۸۹۸]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مروان بن حکم کو مسجد میں دیکھا تو میں ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انھیں خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آیت کے یہ الفاظ لکھوائے: « لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ » ’’مسلمانوں میں بیٹھ رہنے والے، اللہ کے راستے میں لڑنے والوں کے برابر نہیں ہو سکتے‘‘ اور آپ جس وقت لکھوا رہے تھے، اس وقت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے

اورعرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! اگر مجھ میں جہاد کرنے کی استطاعت ہوتی تو میں بھی ضرور جہاد کرتا۔ انھوں نے یہ اس لیے عرض کی تھی کہ وہ نابینا تھے۔ چنانچہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول شروع فرما دیا۔ اس وقت آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی، مجھے اس قدر بوجھ محسوس ہوا کہ میں ڈرنے لگا کہ کہیں میری ران ٹوٹ نہ جائے۔ جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی (تو معلوم ہوا کہ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ الفاظ بھی نازل فرما دیے ہیں: ﴿ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ ﴾ ''کوئی عذر نہ رکھنے والے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب قول الله تعالى: ﴿ لا يستوى القعدون من المؤمنين ﴾ : ۲۸۳۲]

معلوم ہوا کہ جس شخص کی نیت جہاد کی ہو مگر اسے کوئی تکلیف ہو اور وہ کسی عذر کی بنا پر جہاد میں شریک نہ ہو سکے تو اسے مجاہدین کے برابر ثواب ملتا ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ میں رہنے کے باوجود کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم نے جس قدر بھی سفر کیا اور جتنی وادیاں بھی طے کیں وہ تمھارے ساتھ تھے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ تو مدینہ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''(ہاں) اگرچہ وہ مدینہ میں ہیں لیکن انھیں کسی عذر نے جہاد میں شرکت سے روکا ہے۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب : ۴۴۲۳۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض أو ...... الخ : ۱۹۱۱]

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ۸۸، ۸۹] ''لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ہمراہ ایمان لائے، اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کہا گیا، اے اللہ کے رسول! لوگوں میں افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''(وہ) مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله في سبيل الله : ۲۷۸۶]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال، اور یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کے راستہ میں جہاد کرتا ہے، ایسی ہے جیسی روزے دار اور نماز قائم کرنے والے کی اور اللہ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کے لیے اس چیز کی ذمہ داری لے لی ہے کہ اگر اسے موت دے گا تو جنت میں داخل کرے گا، یا پھر اسے صحیح سالم اجر اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه و ماله في سبيل الله : ۲۷۸۷]

سیدنا ابو عبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی بندے کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوں اور پھر اسے آگ بھی چھوئے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه فى سبيل الله : ۲۸۱۱]

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى : یعنی جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو جو فضیلت حاصل ہو گی، جہاد میں حصہ نہ لینے والے اس سے محروم رہیں گے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے دونوں کے ساتھ ہی بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ عام حالات میں جہاد کے لیے نکلنا فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے، یعنی اگر بقدر ضرورت آدمی جہاد میں حصہ لے لیں تو اس علاقے کے دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی یہ فرض ادا شدہ سمجھا جائے گا، لیکن اگر بقدر ضرورت نہ نکلیں تو تمام گناہ گار ہوں گے۔

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے، خواہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے یا اپنی زمین پر جہاں وہ پیدا ہوا تھا، بیٹھا رہے۔'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سنا دیں؟ آپ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان۔'' [بخاری، كتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين فى سبيل الله : ۲۷۹۰۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان ما أعده الله للمجاهد : ۱۸۸٤]

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۙ﴿۹۷﴾

''بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سر زمین میں نہایت کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔''

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مکہ اور اس کے قرب و جوار میں مسلمان تو ہو چکے تھے لیکن انھوں نے اپنے آبائی علاقے اور خاندان چھوڑ کر ہجرت کرنے سے گریز کیا، جب کہ مسلمانوں کی قوت کو ایک جگہ مجتمع کرنے کے لیے ہجرت کا نہایت تاکیدی حکم مسلمانوں کو دیا جا چکا تھا، اس لیے جن لوگوں نے ہجرت کے حکم پر عمل نہیں کیا، ان کو یہاں ظالم قرار دیا گیا ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم بتلایا گیا ہے۔ فرشتے ایسے لوگوں کی روح قبض کرتے وقت

پوچھیں گے کہ تم لوگوں نے یہاں سے ہجرت کیوں نہیں کی؟ تو وہ لوگ یہ عذر پیش کریں گے کہ ہم کمزور تھے۔ فرشتے کہیں گے کہ کیا اللہ کی زمین میں تم لوگوں کے لیے کشادگی نہیں تھی، جہاں تم ہجرت کر کے چلے جاتے اور اللہ کی عبادت آزادی کے ساتھ کرتے؟

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، مسلمانوں میں سے بعض لوگ مشرکین کے ساتھ رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر مشرکین کی جماعت کی کثرت کا سبب بنے ہوئے تھے۔ تو جب تیر آتا تھا تو ان کو بھی لگ جاتا تھا اور وہ اس سے زخمی بھی ہوتے تھے، تلوار وغیرہ کی ضرب انھیں پہنچتی تو وہ قتل ہو جاتے تھے۔ تو ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ”بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ إن الذين توفهم الملائكة ظالمي أنفسهم ﴾ : ٤٥٩٦]

قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ : یعنی فرشتے ڈانٹ ڈپٹ کے انداز میں ان سے پوچھتے ہیں کہ تم مسلمان تھے یا کافر یا دار الکفر میں پڑے کیا کرتے رہے، مدینہ کی طرف ہجرت کیوں نہیں کی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ مسلمان ہونے کے باوجود بلا عذر ترک ہجرت کی بنا پر ظالم کی موت مرے ہیں۔

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۙ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

”مگر وہ نہایت کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں۔ تو یہ لوگ، اللہ قریب ہے کہ انھیں معاف کر دے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔“

اس آیت میں ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جو واقعی بے بس اور معذور تھے اور ہجرت کرنے کی کوئی راہ انھیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ مستضعفین یا کمزور سے مراد وہ لوگ ہیں جو فی الحقیقت معذور ہوں، جیسے بیمار، بچے، بوڑھے، عورتیں اور کافروں کی قید میں پڑے ہوئے مسلمان۔ وسائل محدود ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان کے پاس نہ تو کوئی سواری کا بندوبست ہو اور نہ وہ پیدل سفر کی مشقت اٹھانے کے قابل ہوں۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا گروہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور میری والدہ ” مُسْتَضْعَفِيْنَ “ یعنی کمزور اور بے بس لوگوں میں سے تھے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وما لكم لا تقاتلون فى سبيل الله ﴾ …… الخ : ٤٥٨٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا فرماتے ہوئے (آخری رکعت میں) جب ” سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ “ کہا تو سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا کی: « اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ ، وَسَلَمَةَ

ابْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اَللّٰهُمَّ! اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضـ
وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ ›› ”اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور کمـ
مومنوں کو نجات عطا فرما، اے اللہ! خاندان مضر کے لوگوں پر اپنی گرفت کو اور مضبوط کر دے اور اے اللہ! انھیں اس طـ
قحط سالی میں مبتلا کر دے جس طرح سیدنا یوسف علیہ السلام کے دور میں قحط پڑا تھا۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب یھوی بالتـ
حین یسجد : ٤٥٩٨،٨٠٤]

وَ مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّ سَعَةً ؕ وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْـ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ ا غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾

”اور وہ شخص جو اللہ کے راستے میں ہجرت کرے، وہ زمین میں پناہ کی بہت سی جگہ اور بڑی وسعت پائے گا اور جو اـ
گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے موت پا لے تو بے شک اس کا اجر اللـ
ثابت ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اس آیتِ کریمہ میں ہجرت کی ترغیب دلائی گئی ہے اور یہ بیان ہوا ہے کہ مومن جب اپنے گھر سے اپنے دیـ
حفاظت کی خاطر ہجرت کی نیت سے نکل پڑتا ہے تو اللہ کی سرزمین میں اسے سر چھپانے کی جگہ مل ہی جاتی ہے اور رـ
بھی ملتی ہے اور یہ کہ ہجرت کرتے ہوئے منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے اگر اس کی موت آ جاتی ہے تو اس کے لیے ہجـ
کا اجر و ثواب لکھ دیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ عمل کا دار و مدار نیت پر ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یقیناً تمام اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے اوـ
شخص کے لیے صرف وہی ہے جو وہ نیت کرے، جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اللـ
اس کے رسول ہی کے لیے ہے اور جس کی نیت دنیا کے حصول یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہو تو اس کی ہجـ
اسی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنیة والحسـ
٥٤ـ مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله إنما الأعمال بالنیات : ١٩٠٧]

سیدنا سبرہ بن الفاکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرـ
”شیطان انسان کے اسلام کے راستہ میں آ کر بیٹھ جاتا ہے اور یوں ورغلاتا ہے کہ تم اپنے اور اپنے آبا و اجداد کے دیـ
کیوں چھوڑ رہے ہو؟ مگر انسان اس کی ایک نہیں سنتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے۔ پھر شیطان اس کی ہجرت کے راستہ
آ بیٹھتا ہے اور یوں ورغلاتا ہے کہ تم اپنے گھر، وطن اور زمین و آسمان کو کیوں چھوڑے جا رہے ہو؟ انسان یہاں بھی اـ

ٹھوکر مار دیتا ہے۔ بالآخر جہاد کے راستے پر آ بیٹھتا ہے اور یوں ورغلاتا ہے کہ تم جہاد پر جا رہے ہو، یہ تو جان و مال کا تلف ہے، تم قتل کر دیے جاؤ گے، تمھاری بیوی سے کوئی دوسرا نکاح کرے گا، تمھارا مال لوٹ لیا جائے گا۔ مجاہد یہاں بھی شیطان کو ٹھوکر مار دیتا ہے اور میدان جہاد کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اتنا (عظیم الشان) کردار پیش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ضرور جنت میں داخل فرما دیتا ہے، خواہ وہ شہید ہو، یا پانی میں ڈوب جائے، یا آگ میں جل جائے، یا اسے درندے کھا جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔" [نسائی، کتاب الجهاد، باب لمن أسلم وهاجر و جاهد : ۳۱۳۶۔ مسند أحمد : ۴۸۳/۳، ح : ۱۵۹۶۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے ہاں کن لوگوں کو شہید شمار کرتے ہو؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے، وہ شہید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تب تو میری امت میں شہداء کم ہوں گے۔" انھوں نے پوچھا، تو پھر یا رسول اللہ! کون کون لوگ شہید ہیں؟ آپ نے فرمایا: "جو اللہ کے راستہ میں قتل کر دیا جائے وہ بھی شہید ہے، جو اللہ کے راستہ میں (طبعی موت) مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو طاعون کی بیماری کی وجہ سے مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو ڈوب کر مر جائے وہ بھی شہید ہے۔" [مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان الشهداء : ۱۹۱۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے، وہ آپ کو کھانا پیش کرتیں، ام حرام رضی اللہ عنہا سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، انھوں نے آپ کو کھانا کھلایا اور بعد ازاں آپ کے سر سے جوئیں دیکھنے لگیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ سو گئے، جب بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے، ام حرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا، یا رسول اللہ! آپ کس بات پر مسکرائے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "میرے سامنے میری امت کے کچھ لوگ پیش کیے گئے کہ وہ اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لیے دریا کے بیچ میں سوار اس طرح جا رہے ہیں جیسے تختوں پر بیٹھے بادشاہ ہیں، یا تختوں پر بیٹھے بادشاہوں کی طرح ہیں۔" میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے دعا فرما دی اور بعد ازاں آپ سو گئے۔ اب پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے پوچھا، آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا: "میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے، جو جہاد کے لیے اس طرح جا رہے تھے۔" اور آپ نے پہلے والی تفصیل بیان کی۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ! دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ فرمایا: "تو پہلے گروہ والوں میں سے ہے۔" پھر ام حرام رضی اللہ عنہا نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بحری سفر کیا اور جب سمندر سے باہر آئیں تو جانور سے گر کر شہید ہو گئیں۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء : ۲۷۸۸، ۲۷۸۹]

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ
اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾

''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کچھ کم کر لو، اگر ڈرو کہ تمھیں وہ لوگ فتنے میں ڈال دیں گے جنھوں نے کفر کیا۔ بے شک کافر لوگ ہمیشہ سے تمھارے کھلے دشمن ہیں۔''

اس آیت کے نزول کے وقت جو اکثر و بیشتر صورت حال تھی یہ خوف کی شرط اسی کے مطابق ہے، کیونکہ اسلام کے آغاز میں ہجرت کے بعد مسلمانوں کو اپنے اکثر سفروں میں خطرات درپیش رہتے تھے، بلکہ ان کے سفر ہوتے ہی عام جنگوں یا خصوصی مہموں کے لیے تھے اور تمام قبائل عرب نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ برپا کر رکھی تھی۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ منطوق جب باعتبار غالب آئے تو اس کا مفہوم معتبر نہیں ہوتا۔ لہٰذا آیت کریمہ کا یہ مطلب نہیں کہ اگر سفر میں کافروں کی طرف سے ایذا کا خوف نہ ہو تو نماز قصر نہ کی جائے، بلکہ سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ ہر طرح کے سفر میں نماز قصر کی جا سکتی ہے۔ نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ سفر فی سبیل اللہ ہی ہو، بلکہ ہر سفر میں قصر کی جا سکتی ہے۔

یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: ﴿وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا﴾ ''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کچھ کم کر لو، اگر ڈرو کہ تمھیں وہ لوگ فتنے میں ڈال دیں گے جنھوں نے کفر کیا۔ بے شک کافر لوگ ہمیشہ سے تمھارے کھلے دشمن ہیں'' اور اب تو لوگ امن میں ہو گئے (یعنی کیا اب قصر ضروری ہے)؟ تو انھوں نے کہا، جس چیز سے تمھیں تعجب ہوا مجھے بھی اس سے تعجب ہوا تھا۔ میں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا تھا: ''یہ ایک احسان وصدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے، لہٰذا اس کا احسان قبول کرو (یعنی بغیر خوف کے بھی سفر میں قصر کرو)۔'' [مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلاۃ المسافرین: ۶۸۶]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (ابتدا میں) حضر اور سفر دونوں حالتوں میں نماز دو دو رکعت فرض کی گئی تھی، پھر سفر کی نماز تو اتنی ہی برقرار رکھی گئی، تاہم حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلوٰۃ المسافرین: ۶۸۵۔ بخاری، کتاب التقصیر، باب یقصر إذا خرج من موضعه: ۱۰۹۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعت اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی۔ [بخاری، کتاب التقصیر، باب یقصر إذا خرج من موضعه: ۱۰۸۹۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلوۃ المسافرین: ۶۹۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ کو (سفر میں منزل مقصود

ف) جلدی پہنچنا ہوتا تو آپ پہلے مغرب کی تکبیر کہلواتے اور اس کی تین رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیتے، پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے، یہاں تک کہ عشاء کی اقامت ہو جاتی تو آپ عشاء کی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے۔ [بخاری، کتاب التقصیر، باب تصلی المغرب ثلاثا فی السفر : ۱۰۹۲]

سیدنا حارث بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منیٰ میں دو رکعتیں پڑھائیں، حالانکہ آپ حالت امن میں تھے۔ [بخاری، کتاب التقصیر، باب الصلوۃ بمنی : ۱۰۸۳۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب قصر الصلوۃ بمنی : ٦٩٦]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی کی زبان سے حضر میں چار، سفر میں دو اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلوۃ المسافرین : ٦٨٧]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (مقام) ذوقرد میں نماز خوف پڑھائی، یوں کہ ایک صف آپ کے پیچھے کھڑی ہوئی اور ایک صف دشمن کے مقابلہ پر کھڑی رہی۔ آپ کے پیچھے کھڑے ہونے والوں نے آپ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے گئے اور دوسرے لوگ ان کی جگہ آ گئے اور انھوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، پھر آپ نے سلام پھیرا۔ [مستدرک حاکم : ۳۳۵/۱، ح : ۱۲٤٦، ۱۲٤٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے تو آپ نماز کی دو دو رکعتیں ادا فرماتے رہے، حتیٰ کہ ہم مدینہ واپس آ گئے۔ میں نے دریافت کیا، آپ لوگوں نے مکہ میں کتنی دیر قیام کیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے دس دن قیام کیا تھا۔ [بخاری، کتاب التقصیر، باب ما جاء فی التقصیر : ۱۰۸۱]

وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ وَ لْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾

’’اور جب تو ان میں موجود ہو، پس ان کے لیے نماز کھڑی کرے تو لازم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو اور وہ اپنے ہتھیار پکڑے رکھیں، پھر جب وہ سجدہ کر چکیں تو تمھارے پیچھے ہو جائیں اور دوسری جماعت آئے

جنھوں نے نماز نہیں پڑھی، پس تیرے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار پکڑے رکھیں۔ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا چاہتے ہیں کاش کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامانوں سے غفلت کرو تو وہ تم پر ایک ہی بار حملہ کر دیں۔ اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تمھیں بارش کی وجہ سے کچھ تکلیف ہو، یا تم بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو۔ بے شک اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘

اس آیت میں صلوٰۃ الخوف کی اجازت بلکہ حکم دیا جا رہا ہے۔ صلوٰۃ الخوف کے معنی ہیں خوف کی نماز۔ یہ اس وقت مشروع ہے جب مسلمان اور کافروں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل جنگ کے لیے تیار کھڑی ہوں، یا جنگ ہو رہی ہو اور ایک لمحے کی بھی غفلت مسلمانوں کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہو۔ ایسے حالات میں اگر نماز کا وقت ہو جائے تو صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا حکم ہے، جس کی مختلف صورتیں درج ذیل احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضجنان اور عسفان کے درمیان پڑاؤ فرمایا ہوا تھا، مشرکین نے باہم کہا، ان مسلمانوں کی ایک ایسی نماز ہے جو ان کو ان کے باپوں اور بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے اور وہ نمازِ عصر ہے، لہٰذا تم اپنے اسباب جمع کرو اور ان پر یک بارگی حملہ کر دو۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کو دو حصوں میں تقسیم کر لو، ایک حصے کو آپ نماز پڑھائیں اور (اس اثنا میں) ایک حصہ دشمن کے مقابلے کے لیے ان کے پیچھے کھڑا رہے اور وہ اپنی ڈھالیں اور اپنے ہتھیار پہنے رکھے، پھر دوسرا حصہ آئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ جو نماز پڑھ رہے تھے اپنی ڈھالیں اور اپنے ہتھیار پہن لیں۔ اس طرح ہر گروہ کی ایک ایک رکعت ہو جائے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعتیں۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ النساء : ۳۰۳۵]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر نجد کی طرف جنگ کی، ہم دشمن کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے۔ ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے کھڑی ہوگئی اور ایک جماعت دشمن کے مقابلہ پر رہی۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے (یعنی ایک رکعت پڑھی) پھر یہ لوگ ان لوگوں کی جگہ چلے گئے جنھوں نے نماز نہیں پڑھی تھی اور وہ لوگ (نماز کے لیے) آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے، پھر آپ نے سلام پھیرا، پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنے لیے رکوع کیا اور دو سجدے کیے (یعنی ایک ایک رکعت اور پڑھی)۔ [بخاری، کتاب صلاۃ الخوف، باب صلاۃ الخوف : ۹۴۲]

سیدنا سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (نماز خوف میں) امام قبلہ رو کھڑا ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ نماز میں شریک ہوگی، اس عرصہ میں مسلمانوں کی دوسری جماعت دشمن کے مقابلہ پر کھڑی ہوگی، انھی کی

طرف منہ کیے ہوئے۔ امام اپنے ساتھ والی جماعت کو پہلے ایک رکعت نماز پڑھائے گا (ایک رکعت پڑھنے کے بعد پھر) یہ جماعت کھڑی ہو جائے گی، اور یہ اپنے لیے اپنی جگہ ایک رکوع اور دو سجدے کرے گی (یعنی دوسری رکعت یہ خود پڑھے گی) پھر یہ اس جگہ جائے گی جہاں دوسری جماعت پہلے سے موجود تھی اور دوسری جماعت (اس جگہ نماز کے لیے) آجائے گی اور امام اس جماعت کو بھی ایک رکعت پڑھائے گا۔ اس طرح امام کی دو رکعتیں پوری ہو جائیں گی اور دوسری جماعت ایک رکوع اور دو سجدے خود کرے گی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع : ۴۱۳۱۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلوٰۃ الخوف : ۸۴۱]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کے لیے اذان دی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں، پھر یہ جماعت پیچھے ہٹ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جماعت کو بھی دو رکعتیں پڑھائیں۔ یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئیں اور باقی سب لوگوں کی دو دو رکعتیں۔ [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الخوف : ۸۴۳/۳۱۲]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز خوف پڑھی، آپ نے ہم کو دو صفوں میں کھڑا کیا۔ ایک صف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھی، (اور دوسری اس کے پیچھے) دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا، ہم سب نے اللہ اکبر کہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو سب نے رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو ہم سب نے بھی سر اٹھایا۔ پھر آپ سجدے کے لیے جھکے اور جو صف آپ کے قریب تھی وہ بھی جھکی اور پچھلی صف دشمن کے مقابل کھڑی رہی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کر لیے تو جو صف آپ کے قریب تھی وہ کھڑی ہوگئی اور پچھلی صف سجدہ کے لیے جھک گئی پھر وہ لوگ سجدہ کر کے کھڑے ہو گئے، پھر پچھلی صف آگے آ گئی اور اگلی صف پیچھے چلی گئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اور ہم سب نے رکوع کیا، پھر آپ نے سر اٹھایا، ہم سب نے بھی سر اٹھایا، پھر آپ جھکے اور جو صف آپ کے قریب تھی وہ بھی سجدے کے لیے جھکی، یعنی اس نے سجدہ کیا جو پہلے پیچھے تھی، دوسری صف دشمن کے مقابل کھڑی رہی۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اگلی صف نے سجدے کر لیے تو پچھلی صف سجدے کے لیے جھک گئی، انھوں نے سجدے کیے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو ہم سب نے سلام پھیرا۔ [مسلم ، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلوٰۃ الخوف : ۸۴۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کے لیے کھڑے ہوئے اور ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہوگئی اور دوسری جماعت دشمن کے مقابل کھڑی رہی، ان کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا تو جو لوگ آپ کے ساتھ تھے اور جو دشمن کے مقابل تھے سب نے اللہ اکبر کہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو جو صف آپ کے قریب تھی اس نے بھی رکوع کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو جو صف آپ کے قریب تھی اس نے

بھی سجدہ کیا۔ باقی لوگ دشمن کے مقابلے میں کھڑے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور جو جماعت آپ کے ساتھ تھی وہ دشمن کی طرف چلی گئی اور ان کے مقابل صف آرا ہو گئی اور جو صف اب تک ان کے مقابلہ پر تھی وہ نماز کے لیے آ گئی۔ انھوں نے رکوع کیا اور سجدے کیے اور رسول اللہ ﷺ اسی طرح کھڑے رہے۔ پھر وہ لوگ کھڑے ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے انھوں نے رکوع کیا، اور آپ کے ساتھ سجدے بھی کیے۔ پھر جو جماعت دشمن کے مقابل تھی وہ آئی اور اس نے رکوع کیا اور سجدے کیے اور رسول اللہ ﷺ اور جو آپ کے تابع تھے، بیٹھے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا، تو سب نے سلام پھیرا اس طرح رسول اللہ ﷺ کی دو رکعتیں ہوئیں اور دونوں جماعتوں کی بھی دو دو رکعتیں ہوئیں۔ [أبو داوٗد، کتاب صلاۃ السفر، باب من قال یکبرون جمیعًا : ۱۲۴۰۔ نسائی، کتاب صلوۃ الخوف : ۱۵۴۴]

یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب جماعت ممکن ہو، اگر ممکن نہ ہو تو اکیلا پڑھ لے، پیادہ ہو یا سوار یا اشارے سے جس طرح ہو سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ﴾ [البقرۃ : ۲۳۹] ''پھر اگر تم ڈرو تو پیدل پڑھ لو یا سوار۔''

اگر جنگ جاری ہو اور اشارے سے بھی نہ پڑھ سکے تو بعد میں قضا کر کے پڑھ لے۔ جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تستر قلعے کی فتح کے وقت موجود تھا، جب فجر روشن ہو رہی تھی اور لڑائی شدید بھڑک اٹھی تھی تو نماز پڑھ ہی نہیں سکے، چنانچہ دن بلند ہونے کے بعد ہم نے وہ نماز سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی، اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے دنیا و مافیہا مل جائے تب بھی اتنی خوشی نہ ہو جتنی اس نماز سے ہوئی۔ [بخاری، کتاب صلوۃ الخوف، باب الصلوۃ عند مناھضۃ الحصون ولقاء العدو، قبل الحدیث : ۹۴۵]

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً : سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مجھے تلوار دے کر بھیجا ہے، حتیٰ کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت ہونے لگے اور میرا رزق نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر بنا دی گئی ہے جو میرے طریقہ کی مخالفت کرے اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ انھی میں سے ہو جائے گا۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۵۰، ح : ۵۱۱۳۔ ابن أبی شیبۃ : ۵/ ۳۱۳]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایک جنگ میں دشمن کے سامنے تھے۔ آپ نے کچھ دیر انتظار کیا، جب سورج ڈھل گیا تو آپ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''لوگو! دشمن سے ملنے کی خواہش نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو، تاہم جب تمھارا سامنا دشمن سے ہو جائے تو صبر و ثبات سے ڈٹے رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب کان النبی ﷺ إذا

[... يقاتل أول النهار : ۲۹۶٦۔ مسلم، كتاب الجهاد والسير ، باب كراهية تمني لقاء العدو : ۱۷٤۲]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سب سے پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کے رستے میں تیر چلایا۔ [بخاری، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ ، باب مناقب سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه : ۳۷۲۸]

سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن جب ہم صفیں بنا چکے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مشرک تمھارے قریب پہنچیں (یعنی تمھارے نشانے کی زد میں آ جائیں) تو انھیں تیر مارو اور اپنے تیر محفوظ رکھو۔'' [بخاری، كتاب المغازي، باب : ۳۹۸٤]

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

''پھر جب تم نماز پوری کر لو تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے یاد کرو، پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو۔ بے شک نماز ایمان والوں پر ہمیشہ سے ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نماز خوف کے بعد کثرت سے اس کا ذکر کیا جائے۔ گو ذکرِ الٰہی دیگر تمام نمازوں کے بعد بھی مشروع اور مرغوب ہے، لیکن نماز خوف کے بعد اس کی زیادہ تاکید ہے، کیونکہ اس نماز کے ارکان میں تخفیف کر دی گئی ہے اور اس میں آنے جانے کی بھی رخصت ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی کئی سہولتیں ہیں جو دیگر نمازوں میں نہیں ہیں۔

فَإِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ : یعنی جب امن حاصل ہو جائے، خوف جاتا رہے اور طمانیت حاصل ہو جائے تو پوری نماز پڑھو اور اسے اس طرح پڑھو جس طرح تمھیں اس کی حدود، خشوع، رکوع، سجود اور دیگر ارکان کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَإِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۳۹] ''پھر اگر تم ڈرو تو پیدل پڑھ لو یا سوار، پھر جب امن میں ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسے اس نے تمھیں سکھایا ہے، جو تم نہیں جانتے تھے۔''

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا : سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے، انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے فرمایا: ''مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔'' [بخاری، كتاب مواقيت الصلوة، باب مواقيت الصلاة و فضلها : ۵۲۱]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: ''دو دن ہمارے ساتھ نماز پڑھو۔'' پھر جب سورج ڈھلا تو آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، انھوں نے اذان دی، پھر

آپ نے ان کو اقامت کا حکم دیا، تو انھوں نے ظہر کی اقامت کہی، پھر آپ نے ان کو اقامت کا حکم دیا تو انھوں نے عصر کی اقامت کہی، اس وقت سورج بلند، سفید اور شفاف تھا۔ پھر آپ نے مغرب کی اقامت کا حکم دیا، انھوں نے جب سورج غائب ہو گیا تو اقامت کہی، پھر آپ نے انھیں اقامت کا حکم دیا تو انھوں نے عشاء کی اقامت کہی جب شفق غائب ہو گئی، پھر آپ نے انھیں اذان کا حکم دیا (انھوں نے اندھیرے میں اذان دی) اور فجر کی اقامت کہی جب صبح طلوع ہو گئی۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ ظہر کو ٹھنڈا کریں، انھوں نے ٹھنڈا اور خوب ٹھنڈا کیا اور عصر میں پہلے دن کے مقابلے میں تاخیر کی اور ایسے وقت پڑھی کہ سورج بلند، صاف و شفاف تھا۔ اس میں زردی نہیں آئی تھی اور مغرب کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھی اور عشاء کی نماز تہائی رات گزرنے کے بعد پڑھی اور صبح کی نماز پڑھی اور اسے خوب روشن کیا، پھر آپ نے فرمایا: ''نماز کے اوقات پوچھنے والا کہاں ہے؟'' اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں (موجود ہوں)۔ آپ نے فرمایا: ''(نماز کے) جو اوقات تم نے دیکھے ان کے درمیان تمھاری نماز کے اوقات ہیں۔''

[مسلم، کتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس : ۶۱۳]

وَ لَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾

''اور اس قوم کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو، اگر تم تکلیف اٹھاتے ہو تو یقیناً وہ بھی تکلیف اٹھاتے ہیں، جیسے تم تکلیف اٹھاتے ہو اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ امید نہیں رکھتے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

یعنی اپنے دشمن کا پیچھا کرنے میں کمزوری اور سستی نہ دکھلاؤ، اس لیے کہ اگر تمھیں تکلیف پہنچتی ہے تو انھیں بھی تکلیف پہنچتی ہے، یہ تکلیف تمھارے ساتھ خاص نہیں ہے۔ مومنوں کو جنگ میں صبر کا زیادہ مظاہرہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ وہ اللہ کی قربت اور اس کی جنت کی امید رکھتے ہیں، جس کی کافر امید نہیں رکھتے۔

اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ : یعنی اگر تم زخمی یا قتل ہوتے ہو تو وہ بھی تو اسی طرح زخمی اور قتل ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ﴾ [آل عمران : ۱۴۰] ''اگر تمھیں کوئی زخم پہنچے تو یقیناً ان لوگوں کو بھی اس جیسا زخم پہنچا ہے۔''

وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۹] ''اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہو، اگر تم مومن ہو۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۱۷۲] ''وہ جنھوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا، اس کے بعد کہ انھیں زخم پہنچا، ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے نیکی کی اور متقی بنے بہت بڑا اجر ہے۔''

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۟ۙ وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۟ۚ وَ لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۟ۙ﴾

’’بے شک ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، تاکہ تو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے دکھایا ہے اور تو خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والا نہ بن۔ اور اللہ سے بخشش مانگ، یقیناً اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ اور ان لوگوں کی طرف سے جھگڑا نہ کر جو اپنی جانوں سے خیانت کرتے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو ہمیشہ بہت خائن، سخت گناہ گار ہو۔‘‘

ان آیات میں منافقین کی ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ یہ لوگ مقدمات میں مجرم کی حمایت کرتے تھے۔ اس کو بری کرانے کے لیے بحث و مباحثہ کرتے تھے، راتوں کو ایسی باتوں کا مشورہ کرتے تھے جو باتیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، خود جرم کرتے تھے اور اس جرم کی تہمت کسی اور پر لگا کر اپنے آپ کو بری ٹھہراتے تھے اور غلط وکالت کر کے رسول اللہ ﷺ سے غلط فیصلہ کرانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی ان تمام کاوشوں اور سازشوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر رسول اللہ ﷺ اور تمام مومنوں کو ہوشیار کر دیا اور مقدمات کے فیصلہ کے سلسلہ میں راہنمائی فرمائی۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی حفاظت فرماتا ہے اور اگر کبھی حق کے پوشیدہ رہ جانے اور اس سے ادھر ادھر ہو جانے کا مرحلہ آ جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ اسے متنبہ فرما دیتا اور اس کی اصلاح فرما دیتا ہے۔ ﴿وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا﴾ اس آیت میں ایسے مسلمانوں کو جنھوں نے محض خاندان اور قبیلہ کی عصبیت کی بنا پر مجرم کی حمایت کی تھی اور تمام لوگوں کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ انصاف کے معاملہ میں کسی قسم کا تعصب برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اگر ایک فریق دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہے اور وہ حق پر ہے تو اسی کی حمایت کی جائے گی، مسلمانوں کی نہیں کی جائے گی۔

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ﴾ : سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑنے والوں کی آواز سنی تو آپ حجرے سے باہر تشریف لے آئے اور فرمایا: ’’میں بھی ایک بشر ہوں، اس لیے جب میرے پاس کوئی جھگڑا لے کر آتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی دلیل کو دوسرے کی نسبت زیادہ اچھے طریقے سے پیش کرے اور میں اسے سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو جسے میں فیصلہ کر کے کسی مسلمان کا حق دے دوں تو وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا ہے، وہ اسے لے لے یا چھوڑ دے۔‘‘ [بخاري، كتاب المظالم، باب إثم من خاصم في باطل و هو يعلمه : ۲۴۵۸۔ مسلم، كتاب الأقضية، باب بيان أن حكم الحاكم لا يغير الباطن : ۱۷۱۳/۵]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دو انصاری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دراصل وہ آپ سے اپنی اس میراث کے بارے میں فیصلہ کرانا چاہتے تھے جس (کی حد بندی) کے نشانات مٹ چکے تھے اور دونوں کے پاس کوئی گواہی بھی نہیں تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ تم اپنے جھگڑے میرے پاس لے کر آتے ہو اور میں تو صرف ایک بشر ہوں، ہوسکتا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ بعض لوگوں کی نسبت اپنی بات زیادہ چرب زبانی سے پیش کر سکیں، لیکن میں تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں جو میں سنتا ہوں، لہٰذا اگر میں نے فیصلہ کرتے ہوئے کسی کو اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دے دیا تو وہ اسے نہ لے، کیونکہ یہ تو میں اسے جہنم کی آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ وہ اس کی گردن میں آگ کا طوق ہوگا۔'' یہ ارشاد نبوی سن کر دونوں انصاری رونے لگے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میرا حق بھی میرے بھائی کے لیے ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سنو! جب تم نے یہ بات کہی ہے تو جاؤ اور اسے آپس میں تقسیم کرلو، صرف اپنے اپنے حق کی جستجو کرو اور قرعہ ڈال لو، پھر تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی (کے حقوق) سے بری الذمہ ہو جائے۔'' [مسند أحمد : ۶/ ۳۲۰، ح : ۲۶۷۷۳۔ أبو داوٗد، کتاب القضاء، باب فی قضاء القاضی إذا أخطأ : ۳۵۸۴]

وَ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا : یعنی جو حمایت آپ نے کی اس کی مغفرت طلب کریں۔ مفسرین نے ایک معنی یہ بھی کیا ہے کہ ان گناہ گاروں کے لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات قاضی ایک فریق کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ دے دے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صحیح نہیں ہو جائے گا۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ایک انسان ہی ہوں اور میرے پاس لوگ مقدمے لے کر آتے ہیں، ممکن ہے ایک شخص اپنی دلیل و حجت پیش کرنے میں تیز طرار ہو اور میں یقین کرلوں کہ وہی سچا ہے اور اس طرح اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (حالانکہ وہ حق پر نہ ہو) پس جس شخص کے لیے بھی میں دوسرے مسلمان کا حق اسے دے دوں تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے، یہ اس کی مرضی ہے کہ اسے لے لے یا چھوڑ دے۔'' [بخاری، کتاب الأحکام، باب من قضی له بحق أخيه فلا يأخذه...... الخ : ۷۱۸۱]

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ : مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جنھوں نے دوسروں کی خیانت کی ہے، درحقیقت سب سے پہلے انھوں نے اپنی جانوں سے خیانت کی ہے۔ کیونکہ دوسروں سے دغا کرنے والا پہلے اپنے آپ سے دغا کرتا ہے۔

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾

''وہ لوگوں سے چھپاؤ کرتے ہیں اور اللہ سے چھپاؤ نہیں کرتے، حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو اس

بات کا مشورہ کرتے ہیں جسے وہ پسند نہیں کرتا اور اللہ ہمیشہ اس کا جو وہ کرتے ہیں، احاطہ کرنے والا ہے۔“

یہ منافقوں کی تردید ہے کہ اپنے برے اعمال کی وجہ سے لوگوں سے تو چھپتے ہیں، تاکہ وہ انھیں برا بھلا نہ کہیں مگر وہ اپنے ان برے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے آ جاتے ہیں، جبکہ وہ تو ان کی مخفی باتوں سے بھی آگاہ ہے اور وہ ان کے دلوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے اس کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ جب سازش کر رہے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس وقت ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ : ﴿ وَهُوَ مَعَهُمْ ﴾ کی تشریح میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴾ [المجادلة : ۷] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ کوئی پانچ آدمیوں کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں، پھر وہ انھیں قیامت کے دن بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“ منافقین رات کے وقت اسلام کے خلاف جو مشورہ کرتے تھے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَیَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ؗ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَیَّتَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ یَكْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴾ [النساء : ۸۱] ”اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس کے خلاف مشورے کرتا ہے جو وہ کہہ رہا تھا اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں۔ پس ان سے منہ موڑ لے اور اللہ پر بھروسا کر اور اللہ کافی وکیل ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم لوگوں کو (معدنیات کی) کانوں کی طرح پاؤ گے۔ ان میں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے، وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں، اگر وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں اور اس حکمرانی کے معاملے میں تم ان لوگوں کو سب سے بہتر پاؤ گے، جو اس کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں اور تم لوگوں میں سب سے بدتر دو رخے شخص کو پاؤ گے جو ان کے ساتھ ایک رخ لے کر جائے اور ان کے پاس دوسرا رخ۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب المناقب : ۳۴۹۳، ۳۴۹۴۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب خیار الناس : ۲۵۲۶]

محمد بن زید بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے ان کے دادا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی، ہم اپنے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں تو ان سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان باتوں سے مختلف ہوتی ہیں جو ہم ان کے پاس سے باہر نکل کر

کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ہم ایسے رویے کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نفاق شمار کرتے تھے۔ [بخاري، كتاب الأحكام، باب ما يكره من ثناء السلطان : ۷۱۷۸]

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝۱۰۹

''سن لو! تمھی وہ لوگ ہو جنھوں نے ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں جھگڑا کیا، تو ان کی طرف سے اللہ سے قیامت کے دن کون جھگڑے گا، یا کون ان پر وکیل ہوگا؟''

یعنی فرض کرو کہ یہ لوگ اگر اس وجہ سے دنیا میں کامیاب ہو جائیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں، یا جسے ان حکام کے سامنے ظاہر کیا جاتا ہے، جو ظاہری حالات کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اور وہ اسی بات کے مکلّف ہیں تو کل روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا کریں گے جو ظاہر اور خفیہ تمام معاملات کو جانتا ہے؟ اس دن ان کے دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لیے کون ان کی وکالت کرے گا؟ یعنی اس دن کوئی ان کا وکیل بننے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۴۸] ''اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۳] ''جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۱۷] ''اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔''

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۱۰ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱۱۱

''اور جو بھی کوئی برا کام کرے، یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے وہ اللہ کو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔ اور جو شخص کوئی گناہ کمائے تو وہ اسے صرف اپنی جان پر کماتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے جود و کرم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ جو شخص توبہ کرے، خواہ اس نے کوئی بھی گناہ کیا ہو، تو وہ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

﴿الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ [الزمر : ٥٣، ٥٤] ”کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے، پھر تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔“ اور فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ [الفرقان : ٦٨ تا ٧١] ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرمان کو سنتا تو اللہ تعالیٰ جس قدر چاہتا مجھے اس سے نفع پہنچا دیتا۔ مجھے یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو مسلمان کوئی بھی گناہ کر بیٹھے پھر وضو کرے، دو رکعت نماز پڑھ لے اور اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔“ پھر آپ نے یہ دو آیتیں تلاوت فرمائیں: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء : ١١٠] ”اور جو بھی کوئی برا کام کرے، یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے وہ اللہ کو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔“ اور یہ آیت: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ [آل عمران : ١٣٥] ”اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔“ [مسند أحمد : ۱/ ۸، ۹، ح : ٤٨]

﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝﴾ ١١٢

”اور جو بھی کوئی خطا، یا گناہ کمائے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے تو یقیناً اس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔“

خود گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد کسی بے قصور آدمی کو اس میں ملوث کرنے کی کوشش کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ کسی بے گناہ شخص پر تہمت لگانے کو بہتان کہا جاتا ہے۔ غلطی سے یا دانستہ ایک گناہ کسی بے قصور کے سر تھوپ دینے کی ایک

مثال حدیث میں مذکور ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کسی عرب قبیلے کے پاس ایک کالی لونڈی تھی، جسے انھوں نے آزاد کر دیا تھا مگر وہ ان کے ساتھ ہی رہا کرتی۔ وہ لونڈی بیان کرتی ہے کہ ایک دفعہ اس قبیلے کی ایک لڑکی نہانے کے لیے نکلی، اس کے پاس لال تسموں والا کمر بند تھا، جسے اس نے اتار کر رکھ دیا۔ ایک چیل نے جو گزر رہی تھی، اسے جو پڑا دیکھا تو گوشت سمجھ کر جھپٹ لے گئی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے کمر بند کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔ آخر انھوں نے مجھ پر تہمت لگا دی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ ان لوگوں نے میری تلاشی لینا شروع کی، حتیٰ کہ میری شرمگاہ بھی دیکھی۔ اللہ کی قسم! میں ان کے پاس ہی کھڑی تھی کہ وہی چیل گزری، اس نے کمر بند پھینک دیا اور وہ ان کے درمیان گرا۔ میں نے کہا، یہ ہے وہ کمر بند جس کی تم مجھ پر تہمت لگا رہے تھے، حالانکہ میں اس سے بری تھی، اب سنبھالو اسے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر وہ عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اسلام لے آئی، اس کا خیمہ مسجد میں تھا، کبھی کبھی وہ میرے پاس آ کر باتیں کیا کرتی اور جب بھی وہ میرے پاس آتی تو یہ شعر ضرور پڑھتی:

وَ يَوْمَ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيْبِ رَبِّنَا ... اَلَا اِنَّهٗ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِيْ

”کمر بند کا دن ہمارے پروردگار کے عجائبات میں سے ہے، اسی واقعہ نے تو مجھے کفر کی سرزمین سے نجات بخشی تھی۔“ [بخاري، كتاب الصلوة، باب نوم المرأة في المسجد : ٤٣٩]

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

”اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً ان کے ایک گروہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ تجھے گمراہ کر دیں، حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر رہے اور تجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا رہے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر ہمیشہ سے بہت بڑا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت یہ تھی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو اصل صورت حال سے بذریعہ وحی مطلع فرما دیا، ورنہ اس کے نتائج صرف یہی نہ تھے کہ مجرم بچ جاتا اور ایک بے قصور مجرم قرار پاتا، بلکہ اس کے نتائج بڑے دور رس تھے جو عوام الناس کی نظروں میں مسلمانوں کی ساکھ اور ان کے کردار کو مجروح بنا سکتے تھے۔ ایسے لوگ جو آپ کو بہکا کر اپنے حق میں فیصلہ کرانا چاہتے تھے اپنی ہی عاقبت خراب کر رہے تھے۔ اس سے آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا اور اللہ کے ہاں مجرم وہ تھے نہ کہ آپ ﷺ۔

وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ : یعنی یہ منافقین آپ کو گمراہ نہیں کر سکتے، بلکہ یہ اپنے آپ کو گمراہی میں ڈال رہے ہیں،

ارشاد فرمایا: ﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۹] ''اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔''

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ : یعنی ان کے نازل ہونے سے پہلے جانتے نہیں تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ ﴾ [الشورٰی : ۵۲] ''اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ يُّلْقٰۤى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ﴾ [القصص : ۸٦] ''اور تو امید نہ رکھتا تھا کہ تیری طرف کتاب نازل کی جائے گی مگر تیرے رب کی طرف سے رحمت کی وجہ سے (یہ نازل ہوئی)۔''

وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۙ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۸۶، ۸۷] ''اور یقیناً اگر ہم چاہیں تو ضرور ہی وہ وحی (واپس) لے جائیں جو ہم نے تیری طرف بھیجی ہے، پھر تو اپنے لیے اس کے متعلق ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہیں پائے گا۔ مگر تیرے رب کی رحمت سے۔ یقیناً اس کا فضل ہمیشہ سے تجھ پر بہت بڑا ہے۔''

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾

''ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں، سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے یا نیک کام یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دے اور جو بھی یہ کام اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کرے گا تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔''

منافق لوگ جو راتوں کو الگ بیٹھ کر مشورے کرتے ہیں، وہ اکثر اوقات بری باتیں ہی سوچتے ہیں، جو خیر سے خالی ہوتی ہیں، کیونکہ بھلائی کی اور صاف ستھری بات کو چھپانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ البتہ کچھ امور ایسے ہوتے ہیں جو چھپا کر کرنا بہتر ہوتے ہیں، مثلاً کسی کو صدقہ دے تو چھپا کر دے، تاکہ لینے والا شرمندہ نہ ہو، یا صدقہ دینے سے متعلق الگ مشورہ کرنا بھی اچھا کام ہے۔ اسی طرح بھلائی کے کاموں اور بالخصوص لوگوں کے درمیان صلح کرانے سے متعلق اگر خفیہ مشورہ بھی کیا جائے تو یہ بھی ایک نیکی کا کام ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ لوگ ان امور میں سے تو کسی بات کا مشورہ نہیں کرتے، وہ ایسے مشورے کرتے ہیں جن سے شر پیدا ہو اور دوسروں کو نقصان پہنچے اور جو شخص مذکورہ بالا بھلائی کے امور سے متعلق محض اللہ کی رضا کے لیے مشورہ کرے تو یہ بڑے نیکی کے کام ہیں۔

اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ : صدقہ وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اس کے نام پر دیا جائے، صدقہ دینے

والوں کی اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ تعریف کی ہے اور ان کے اجر و ثواب کا تذکرہ کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الحدید : ۱۸] ”بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا، انھیں کئی گنا دیا جائے گا اور ان کے لیے باعزت اجر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآىِٕمِيْنَ وَالصّٰٓىِٕمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ۳۵] ”بے شک مسلم مرد اور مسلم عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جہنم سے بچو، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔“ [بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ : ۱۴۱۷۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ : ۱۰۱۶]

اَوْ مَعْرُوْفٍ : معروف ہر نیک کام کو کہتے ہیں اور یہ کام اس امت کی صفات میں سے ایک صفت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ [آل عمران : ۱۱۰] ”تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبۃ : ۷۱] ”اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبۃ : ۱۱۲] ”(وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی

حفاظت کرنے والے ہیں اور ان مومنوں کو خوش خبری دے دے۔‘‘

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کسی نیک کام کو حقیر اور معمولی نہ سمجھو، خواہ اپنے بھائی سے کھلے چہرے سے بات کرنا ہی کیوں نہ ہو۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء : ۲۶۲۶]

اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ : ’’اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ‘‘ کے الفاظ مسلمانوں کے درمیان ہر قسم کے اختلافات ختم کرنے کو شامل ہیں۔ لوگوں کے درمیان صلح کروانا بھی بہت اجر و ثواب کا باعث ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [الأنفال : ۱] ’’سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم مومن ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [الحجرات : ۹، ۱۰] ’’اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۲۲۴] ’’اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ، (اس سے بچنے کے لیے) کہ تم نیکی کرو اور (گناہ سے) بچو اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرو، اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ’’وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرتا ہے، پس وہ اس کام کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھاتا ہے، یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکاذب الذی ...... الخ : ۲۶۹۲۔ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الکذب وبیان ما یباح منه : ۲۶۰۵]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی اونچی آوازیں سنیں، ان میں سے ایک دوسرے سے قرضے میں کمی اور کچھ نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا اور دوسرا کہہ رہا تھا، اللہ کی قسم! میں یہ نہیں کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس باہر تشریف لائے اور پوچھا: ’’وہ شخص کہاں ہے جو اللہ کی قسم کھا رہا تھا کہ وہ نیکی نہیں کرے گا؟‘‘ وہ شخص بولا کہ میں ہوں اے اللہ کے رسول! (اور ساتھ ہی اس نے نرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا) اور اسے (ان دونوں

میں سے) اس چیز کا اختیار ہے جسے وہ پسند کرے (یعنی قرض میں کچھ کمی کرا لے یا مہلت لے لے)۔[بخاری، کتاب الصلح ، باب هل يشير الإمام بالصلح؟ : ۲۷۰۵۔ مسلم، كتاب المساقاة ، باب استحباب الوضع من الدين : ۱۵۵۷]

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

’’اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔‘‘

یعنی جو شخص یا گروہ رسول اللہ ﷺ کی اس طرح مخالفت کرے کہ آپ کے مقابلے میں آ جائے، ایک طرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہوں دوسری طرف یہ شخص یا گروہ ہو اور حق معلوم ہو جانے کے باوجود مومنوں کے سیدھے اور صاف رستے سے (جو ہر حال میں اتباع رسول ہے) ہٹ جائے تو ہم بھی اسے اسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اسی ٹیڑھی راہ پر جانے دیں گے جو اسے جہنم میں لے جا کر ڈال دے گی اور وہ بہت برا راستہ ہے۔

ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور مومنین کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے کی پیروی، دینِ اسلام سے خروج ہے، جس پر یہاں جہنم کی وعید بیان فرمائی گئی ہے۔ مومنین سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو دین اسلام کے اولین پیروکار اور اس کی تعلیمات کا کامل نمونہ تھے، کیونکہ ان آیات کے نزول کے وقت ان کے سوا مومنین کا کوئی اور گروہ موجود نہیں تھا کہ وہ مراد ہو۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور غیر سبیل المومنین کا اتباع دونوں حقیقت میں ایک ہی چیز کے نام ہیں، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے اور منہج سے انحراف بھی کفر ہے۔

اتباع رسول ﷺ پر زور دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۳۱] ’’کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور : ۶۳] ’’سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔‘‘

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

’’بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور

جو اللہ کے ساتھ شریک بنائے تو یقیناً وہ بھٹک گیا، بہت دور بھٹکنا۔"

پچھلی چند آیات سے منافقوں کا ذکر چلتا آ رہا ہے، جو پیغمبر کے فیصلوں کو ناپسند کرتے اور جدا راستے پر چلتے تھے۔ اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشتا، تو معلوم ہوا کہ اگر اسلام کے سوا کسی دوسرے دین (یعنی طریقہ) کو محبوب رکھا جائے تو یہ شرک ہے، کیونکہ اسلام کے سوا جو دین بھی ہے سب شرک ہے، اگرچہ پرستش کا شرک نہ بھی کیا جائے اور شرک ناقابل معافی جرم ہے، جسے اللہ کسی صورت میں بھی معاف نہیں کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ [الحج : ۳۱] "اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔"

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "اے معاذ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟" عرض کی، اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "(اللہ کا بندوں پر حق) یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کریں۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ أمتہ إلی توحید اللہ تعالٰی : ۷۳۷۳]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے مر جائے وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔" [بخاری، کتاب الجنائز، باب ومن کان آخر کلامہ لا إلہ إلا اللہ : ۱۲۳۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرک باللہ شیئًا : ۹۲]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ سب سے کم عذاب والے دوزخی سے فرمائے گا، اگر زمین کی تمام چیزیں تیرے پاس ہوتیں تو کیا تو اس عذاب سے نجات پانے کے لیے (وہ سب کچھ بطور فدیہ) دے دیتا۔ وہ عرض کرے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تو تجھ سے اس سے (بہت) زیادہ آسان چیز کا سوال کیا تھا اور تو اس وقت صلب آدم میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا (لیکن) تو نے شرک ہی کا ارتکاب کیا۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم وذریتہ : ۳۳۳۴۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء : ۲۸۰۵]

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾

"وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مونثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔"

اس آیت کریمہ میں شرک کی انتہا درجہ کی پلیدگی اور مشرکین کی انتہا درجہ کی حماقت بیان کی گئی ہے کہ وہ ایسے بتوں کی پوجا کرتے ہیں جنھیں انھوں نے عورتوں کے نام دے رکھے ہیں، جیسے لات، منات، عزیٰ وغیرہ، تو یہ دراصل ابلیس کی عبادت کرتے ہیں، کیونکہ شیطان ہی نے انھیں اس کا حکم دیا اور مزین اور خوبصورت کر کے پیش کیا، لہٰذا درحقیقت یہ

ابلیس ہی کی پوجا ہے۔

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا : ”إِنَاثٌ“ یعنی عورتیں، اس سے مراد یا تو وہ بت ہیں جن کے نام مؤنث تھے جیسے لات، منات اور عزیٰ وغیرہ اور یا مراد فرشتے ہیں، کیونکہ مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے اور ان کی عبادت کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴾ [النجم : ۱۹ تا ۲۳] ”پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسری ایک اور (دیوی) منات کو۔ کیا تمھارے لیے لڑکے ہیں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو اس وقت ناانصافی کی تقسیم ہے۔ یہ (بت) چند ناموں کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ یہ لوگ صرف گمان کے اور ان چیزوں کے پیچھے چل رہے ہیں جو ان کے دل چاہتے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴾ [النجم : ۲۷] ”بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یقیناً وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے ناموں کی طرح رکھتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ [بني إسرائيل : ٤٠] ”پھر کیا تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور خود فرشتوں میں سے بیٹیاں بنالی ہیں؟ بے شک تم یقیناً ایک بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔“

وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا : بتوں، فرشتوں اور دیگر ہستیوں کی عبادت دراصل شیطان کی عبادت ہے، کیونکہ شیطان ہی انسان کو اللہ کا در چھڑوا کر دوسروں کے آستانوں اور چوکھٹوں پر جھکاتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [يٰس : ٦٠] ”کیا میں نے تمھیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴾ [مريم : ٤٤] ”اے میرے باپ! بے شک شیطان کی عبادت نہ کر، بے شک شیطان ہمیشہ سے رحمان کا نافرمان ہے۔“

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۱۱۸

”جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس نے کہا کہ میں ہر صورت تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ ضرور لوں گا۔“

اس آیت کا تعلق ”شیطان مرید“ سے ہے کہ اللہ نے ابلیس پر لعنت بھیج دی تو اس نے کہا کہ میں تیرے بندوں کی عبادت سے اپنا حصہ ضرور نکالوں گا۔ مقرر شدہ حصہ سے مراد وہ نذر و نیاز بھی ہو سکتی ہے جو مشرکین اپنے بتوں اور قبروں

میں مدفون اشخاص کے نام نکالتے تھے اور جہنمیوں کا وہ کوٹہ بھی ہو سکتا ہے جنھیں شیطان گمراہ کر کے اپنے ساتھ جہنم میں لے جائے گا۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا کہ اے آدم! پس وہ کہیں گے کہ اے اللہ! میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں اور سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ پھر اللہ فرمائے گا کہ دوزخ کا لشکر نکال (دوزخی لوگوں کو نکال)۔ وہ پوچھیں گے کہ کتنے لوگوں کو نکالوں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ پس اس وقت (مارے خوف کے) بچہ بوڑھا ہو جائے گا: ﴿ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ۲] ”اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔“ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! وہ (ہزار میں سے) ایک (جنتی) ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ”خوش ہو جاؤ! تم میں سے ایک آدمی کے مقابلے میں یاجوج ماجوج (اور دوسرے کافروں) میں سے ہزار آدمی ہوں گے۔“

[بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، قصة يأجوج ومأجوج : ۳۳۴۸]

وَ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾

”اور یقیناً میں انھیں ضرور گمراہ کروں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور آرزوئیں دلاؤں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور چوپاؤں کے کان کاٹیں گے اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔“

ابلیس ہی کا قول بیان کیا جا رہا ہے کہ میں انھیں راہ راست سے بھٹکاؤں گا، انھیں لمبی چوڑی تمناؤں کے ذریعے بہکاؤں گا جیسے یہود کا یہ عقیدہ کہ انھیں آگ چھو ہی نہیں سکے گی، ماسوائے ان چند دنوں کے جن میں انھوں نے گائے کی پوجا کی تھی، یا جیسے ہم چونکہ انبیاء کی اولاد ہیں اور اللہ کے چہیتے اور پیارے ہیں، لہٰذا ہمیں آخرت میں عذاب نہیں ہو گا۔ ایسی جھوٹی آرزوئیں اور عقائد شیطان ہی خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے جس سے انسان گناہوں پر دلیر ہو جاتا ہے۔

وَ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ : یہ وہ باطل امیدیں ہیں جو شیطان انسان کے دل میں پیدا کرتا ہے کہ گناہ کرتے رہو اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔ مسلمان کے دل میں ایمان ہونا چاہیے، نماز پڑھنے اور دوسرے اعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے، یا ابھی جلدی کیا ہے؟ مرتے وقت توبہ کر لیں گے، یا جن بزرگوں اور پیروں کا تم دم بھرتے ہو ان کا اللہ پر بڑا زور ہے، تم ان کا دامن تھام لینا وہ تمھیں سیدھے جنت میں لے جائیں گے وغیرہ۔ اس قسم کے تمام خیالات اور گمان شیطانی

آرزوؤں میں داخل ہیں۔

فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ : یعنی انھیں تیرے حکم کے خلاف حکم دوں گا کہ وہ جانوروں کے کان میں سوراخ کر کے، انھیں حرام قرار دے دیں جنھیں تو نے حلال کیا ہے۔ زمانۂ جاہلیت کا طریقہ یہ تھا کہ جب اونٹنی پانچواں بچہ مذکر دیتی تو اس کا کان چھید کر آزاد چھوڑ دیتے، نہ اس پر سواری کرتے اور نہ کسی پانی یا چراگاہ سے اسے روکتے۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ : یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں ان کی شکل وصورت تبدیل کریں گے اور ان کے حلال وحرام ہونے کے احکام بھی بدل دیں گے۔ اس میں رہبانیت (دنیا چھوڑ کر جنگلوں میں جا رہنا) قوم لوط کا عمل، مردوں کا خصی ہو کر ہیجڑا بن جانا، عورتوں کو بانجھ بنانا، برتھ کنٹرول کے نام پر مردوں کی نس بندی اور عورتوں کے آپریشن کر کے بچے پیدا ہونے میں رکاوٹیں ڈالنا، عورتوں کو گھروں سے نکال کر ان کے فطری فرائض سے سبکدوش کر کے مردوں کی صف میں کھڑا کر دینا، عورتوں کو مملکت کا سربراہ بنا دینا، خوبصورتی کے لیے ابروؤں کے بال اکھاڑنا، جلد میں نیل وغیرہ بھر کر نقش ونگار بنانا، دانت باریک کروانا، سر پر مصنوعی بال لگوانا، مردوں کا داڑھی منڈوانا، عورتوں کا لباس کم از کم کر کے انھیں ننگا کرنا، یہ سب شیطانی کام ہیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا موجب ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گودنے والی اور گدوانے والی، چہرے کے بال صاف کرنے والی، حسن میں اضافے کے لیے دانتوں میں فاصلہ پیدا کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو...... (ایک عورت کے اعتراض پر) انھوں نے فرمایا کہ میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہو اور اس کا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بھی ذکر ہو۔ آپ کا اشارہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرف تھا: ﴿ وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ [الحشر : ۷] ''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وما اتکم الرسول فخذوہ ﴾ : ۴۸۸۶۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم فعل الواصلۃ والمستوصلۃ : ۲۱۲۵]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، میری بیٹی کو حصبہ (جلد کی) بیماری تھی، جس سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں اور میں نے اس کی شادی کر دی ہے، کیا میں اس میں مصنوعی بال جوڑ سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی، دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب الموصولۃ : ۵۹۴۱۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم فعل الواصلۃ والمستوصلۃ : ۲۱۲۲]

حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حج کے سال منبر پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا اور آپ نے بالوں کا ایک گچھا اپنے ہاتھ میں پکڑا، جو ایک پہرے دار کے ہاتھ میں تھا، آپ نے فرمایا، اے اہل مدینہ! تمھارے علماء کہاں ہیں؟ (جو تمھیں برائی سے روکتے نہیں) میں نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے کام سے منع کرتے ہوئے سنا اور

آپ فرماتے تھے: ''بنو اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے ان کاموں کو اختیار کر لیا۔'' [بخاري، كتاب اللباس، باب وصل الشعر : ٥٩٣٢ـ مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة : ٢١٢٧]

يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾

''وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔''

ابلیس کے وعدوں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابلیس ان سے وعدے کرتا ہے اور انھیں بڑی بڑی تمناؤں کے خواب دکھلاتا ہے، حالانکہ اس کا وعدہ سوائے دھوکا اور گمراہی کے کچھ نہیں ہوتا۔ ابلیس کے ان دوستوں کا ٹھکانا جہنم ہے، جس سے نکل کر وہ کہیں نہیں جا سکیں گے۔ شیطان کے وعدے پر بھروسا کرنا فریب نفس کے سوا کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے ہی ہوشیار کر دیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ [فاطر: ٥، ٦] ''اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دھوکے باز تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا نہ دے جائے۔ بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔'' اللہ تعالیٰ نے قیامت کے حوالے سے ابلیس کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَ مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [إبراهيم : ٢٢] ''اور شیطان کہے گا، جب سارے کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے وعدہ کیا، سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تمھیں بلایا تو تم نے میرا کہنا مان لیا، اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمھاری فریاد کو پہنچنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو، بے شک میں اس کا انکار کرتا ہوں جو تم نے مجھے اس سے پہلے شریک بنایا۔ یقیناً جو لوگ ظالم ہیں انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع شکل بنائی اور اس کے درمیان ایک خط کھینچا جو اس سے نکلا ہوا تھا اور (اس کے بعد) اس (مربع شکل) کے درمیانی خط کے اس حصہ میں جو مربع کے اندر تھا، کئی چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے اور فرمایا: ''یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ باہر نکلا ہوا (خط) اس کی آرزو ہے اور چھوٹے چھوٹے خطوط مصائب ہیں، پس اگر وہ ایک سے بچ نکلتا ہے تو دوسری میں پھنس جاتا ہے اور دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں گرفتار ہو جاتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب في الأمل و طوله : ٦٤١٧]

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَ لَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾

”یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔“

ارشاد فرمایا: ﴿ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىٕذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴾ [الشوریٰ : ۴۷] ”اپنے رب کی دعوت قبول کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، اس دن نہ تمھارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمھارے لیے انکار کی کوئی صورت ہوگی۔“

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

”اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، عنقریب ہم انھیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہمیشہ۔ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے۔“

شیطان کی عبادت کرنے والے مشرکین کا انجام بیان کرنے کے بعد رحمٰن کی عبادت کرنے والے اہل توحید کا انجام بیان کیا جا رہا ہے اور مشرکوں کے ساتھ شیطان کے جھوٹے وعدوں کے مقابلہ میں موحدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمل صالح کرنے والے مومنوں کے لیے دو نعمتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے، یعنی وہ ایسے باغات میں رہیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور دوسری یہ کہ ان باغات میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اپنی ان دو نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ [البینۃ : ۷، ۸] ”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔“

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے: ”بے شک سب سے زیادہ سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور بدترین امور وہ ہیں جن کو دین میں نیا ایجاد کر لیا گیا ہو اور دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔“ [نسائی، کتاب صلاۃ العیدین، باب کیف الخطبۃ : ۱۵۷۹۔ ابن خزیمۃ : ۱۴۳/۳، ح : ۱۷۸۵۔ مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ : ۸۶۷]

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾

’’نہ تمھاری آرزوؤں پر (موقوف ہے) اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مدد گار۔‘‘

اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ دین ظاہری نمود و نمائش کا نام ہے نہ خواہشوں اور آرزوؤں کا، بلکہ دین تو اس ایمان کا نام ہے جو دلوں میں راسخ ہو جائے اور اعمال اس کی تصدیق کریں۔ جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرے تو اسے اپنے خالی دعوے سے سب کچھ حاصل نہیں ہو جاتا اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کی بات حق ہے تو محض اس کے دعوے سے اس کی بات کو حق اور سچ نہیں مان لیا جائے گا، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس کوئی دلیل ہو۔ اس لیے اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھیں اور انھیں محض اپنی آرزوؤں کی وجہ سے نجات نہیں مل سکے گی، بلکہ نجات کا انحصار تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی شریعت کی اتباع پر ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کی زبانی حکم دیا ہے۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ : اہل کتاب طرح طرح کی خوش فہمیوں میں مبتلا تھے، ان کی بعض خوش فہمیوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۸۰] ’’اور انھوں نے کہا ہمیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن۔ کہہ دے کیا تم نے اللہ کے پاس کوئی عہد لے رکھا ہے تو اللہ کبھی اپنے عہد کے خلاف نہیں کرے گا، یا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [البقرة : ۱۱۱] ’’اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔‘‘

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ : خوش فہمیاں اور خام خیالیاں سزا کو دفع نہیں کر سکتیں، سزا ضرور ملے گی، خواہ دنیا میں ملے یا آخرت میں، یا توبہ وغیرہ سے مغفرت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے، الغرض جتنی مصیبتیں انسان کو پہنچتی ہیں وہ دراصل اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الشورٰی : ۲۵] ’’اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى

لِلذّٰكِرِيْنَ ﴾ [ھود : ۱۱۴] ”اور دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کر اور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی، بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ یہ یاد کرنے والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [الشوریٰ : ۳۰] ”اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت: ﴿ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ﴾ (جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی) نازل ہوئی تو مسلمان شدید پریشان ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میانہ روی اور استقامت اختیار کرو، مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ (اس کے گناہوں کا) کفارہ ہوتی ہے، یہاں تک کہ جو ٹھوکر لگتی ہے، یا کانٹا چبھتا ہے (تو وہ بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے)۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض ...... الخ : ۲۵۷۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے یہ آیت پڑھی: ﴿ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ﴾ اور اس نے کہا، اگر ہم کو ہر (برے) عمل کی جو ہم نے کیا، سزا ضرور ملے گی تو ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں، مومن کو اس کی مصیبت (کی صورت) میں جو اس کو اس کے جسم میں پہنچے اور جو اس کے لیے تکلیف دہ ہو (بہت سے برے عملوں کی) سزا مل جاتی ہے۔“ [مسند أبی یعلی : ۲۵۳/۸۔ مسند أحمد : ۶۵/۶، ۶۶، ح : ۲۴۴۲۲۔ مستدرك حاکم : ۳۰۸/۲، ح : ۳۲۰۳]

وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾

”اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور فضل و رحمت کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کے، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، نیک اعمال کو شرف قبولیت سے نوازے گا، بشرطیکہ وہ صاحب ایمان ہوں، پھر انھیں جنت میں داخل فرمائے گا اور ان کی نیکیوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہیں کرے گا۔

وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا : ”نقیر“ اس چھوٹے سے سوراخ کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کی پشت پر ہوتا ہے، یعنی ان کی حق تلفی نہیں کی جائے گی اور ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴾ [النجم : ۳۹ تا ۴۱] ”اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی

ہے جس کی اس نے کوشش کی۔ اور یہ کہ یقیناً اس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔‘‘

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾

’’اور دین کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے تابع کر دیا، جب کہ وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو خاص دوست بنا لیا۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی کا ایک معیار اور اس کا ایک نمونہ بیان کیا ہے۔ معیار یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے، محسن بن جائے اور ملت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرے اور نمونہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا۔

وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا : ان سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور روز قیامت تک آپ کی پیروی کرنے والے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [آل عمران : ٦٨] ’’بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ قریب یقیناً وہی لوگ ہیں جنھوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اور اللہ مومنوں کا دوست ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [النحل : ١٢٣] ’’پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کر، جو ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔‘‘

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا : ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [النحل : ١٢٠] ’’بے شک ابراہیم ایک امت تھا، اللہ کا فرماں بردار، ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا اور وہ مشرکوں سے نہ تھا۔‘‘

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبے میں ارشاد فرمایا تھا: ’’لوگو! اگر میں نے اہل زمین میں سے کسی کو اپنا خلیل بنانا ہوتا تو ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو اپنا خلیل بنا لیتا، لیکن تمھارے صاحب تو اللہ کے خلیل ہیں۔‘‘ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بکر رضی الله عنه : ٦/٢٣٨٣۔ بخاري، کتاب الصلاة، باب الخوخة : ٤٦٦]

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن تشریف لائے تو انھوں نے صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے جب یہ آیت کریمہ تلاوت کی : ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ تو ایک آدمی نے کہا کہ پھر تو ابراہیم علیہ السلام کی ماں کی آنکھوں کے لیے یہ بات باعث ٹھنڈک ہے۔ [بخاري، کتاب المغازي، باب بعث أبي موسیٰ و معاذ إلی الیمن : ٤٣٤٨]

سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی خلیل بنایا ہے جس طرح اس نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب النهي عن بناء المسجد ...... الخ : ٥٣٢]

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾

”اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا دوست بنانا ہے۔ لیکن اس بنانے کا مطلب یہ نہیں کہ جس طرح دوست برابر ہوتے ہیں، یا ان کی ملکیت بھی ایک ہی سمجھی جاتی ہے، اسی طرح ابراہیم علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے خلیل تھے، نہیں! بلکہ آسمان و زمین کی ملکیت اب بھی اللہ ہی کے پاس ہے اور ہر شے کا احاطہ بھی اسی کی ذات نے کر رکھا ہے۔ یہ تو اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اپنے ان خاص بندوں کو اپنا خلیل قرار دے کر ان کی عزت افزائی فرمائی۔ دلیل چاہو تو ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کا معاملہ دیکھ لو کہ خلیل ہونے کے باوجود یہ انھیں آگ سے نہ بچا سکے۔

وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

”اور وہ تجھ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دے اللہ تمھیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور جو کچھ تم پر کتاب میں پڑھا جاتا ہے وہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جنھیں تم وہ نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور رغبت رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کر لو اور نہایت کمزور بچوں کے بارے میں ہے اور اس بارے میں ہے کہ یتیموں کے لیے انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھی نیکی کرو سو بے شک اللہ ہمیشہ سے اسے خوب جاننے والا ہے۔“

یتیم لڑکیوں کے بارے میں جو احکام پہلے سنائے جا چکے ہیں وہ اسی سورۂ نساء کی آیت نمبر (۳) میں مذکور ہیں اور اس آیت کا اس آیت سے گہرا تعلق ہے۔ ہوتا یہ تھا کہ یتیم لڑکیوں کے سرپرست ان سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں کئی طرح کی بے انصافیوں کا ارتکاب کرتے تھے، جن کی تفصیل اسی سورت کی آیت نمبر (۳) کے تحت بیان کی جا چکی ہے۔ ان بے انصافیوں سے بچنے کی خاطر ایسی یتیم لڑکیوں کے سرپرستوں نے یہ محتاط رویہ اختیار کیا کہ ان سے نکاح کرنا ہی چھوڑ دیا تھا، تاکہ ان سے ان یتیم لڑکیوں کے حق میں کوئی بے انصافی کی بات سرزد نہ ہو جائے، لیکن اس طرح بھی بعض دفعہ نقصان کی صورت پیش آ جاتی تھی اور وہ یہ کہ جس قدر پیار اور بہتر سلوک انھیں سرپرستوں سے نکاح کرنے میں میسر آ سکتا تھا، غیروں کے ساتھ نکاح کرنے سے وہ میسر آ ہی نہیں سکتا تھا اور بعض دفعہ ان کی زندگی تلخ ہو جاتی۔ اس آیت

کے ذریعے اولیاء کو ان کی زیر کفالت یتیم لڑکیوں سے نکاح کی اجازت دے دی گئی، مگر اس شرط کے ساتھ کہ ایک تو ان کے حق مہر میں کمی نہ کرو اور دوسرے جو کچھ تم طے کرو وہ ادا ضرور کر دو اور ان کے جو دوسرے حقوق وراثت وغیرہ ہوں، وہ بھی انھیں ادا کر دو۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت: ﴿ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ ۚ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ۙ وَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِي يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُونَ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ ﴾ کے بارے میں بیان کیا کہ یہ آیت اس آدمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کی پرورش میں یتیم لڑکی ہو اور وہی اس کا والی و وارث بھی ہو اور وہ یتیم لڑکی اس کے مال میں حصہ دار بھی ہو، یہاں تک کہ کھجور کے درخت میں بھی، اب وہ شخص خود اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے، کیونکہ اسے یہ پسند نہیں کہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح کر دے کہ وہ اس کے مال میں حصہ دار بن جائے، جس میں لڑکی حصہ دار تھی، اس وجہ سے اس لڑکی کا کسی دوسرے شخص سے وہ نکاح نہ ہونے دے تو ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ و يستفتونك في النساء ﴾ : ٤٦٠٠۔ مسلم، كتاب التفسير، باب في تفسير آيات متفرقة : ٣٠١٨/٩]

<u>وَ تَرْغَبُونَ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ</u> : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ وَ تَرْغَبُونَ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ ﴾ ”اور خواہش رکھتے ہو کہ ان کے ساتھ نکاح کر لو“ یعنی یتیم لڑکی جو تمھارے زیر پرورش ہو، اگر وہ کم مال اور معمولی حسن و جمال والی ہو تو پھر تم اس سے نکاح نہیں کرنا چاہتے، لہٰذا منع کر دیا گیا کہ اگر وہ محض مال اور جمال ہی کی وجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہوں تو پھر نکاح نہ کریں، الا یہ کہ عدل و انصاف سے کام لیں۔ [بخاری، کتاب الشركة ، باب شركة اليتيم : ٢٤٩٤۔ مسلم، كتاب التفسير، باب في تفسير آيات متفرقة : ٣٠١٨]

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

”اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رخی سے ڈرے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح کی صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے، اور تمام طبیعتوں میں حرص (حاضر) رکھی گئی ہے اور اگر تم نیکی کرو اور ڈرتے رہو تو بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پورا باخبر ہے۔“

اس آیت کریمہ میں شوہر اور بیوی سے متعلق ایک حکم بیان کیا گیا ہے کہ اگر بیوی اپنے شوہر کی طرف سے بے رخی کا اندازہ لگا رہی ہو، مثال کے طور پر وہ اس کے ساتھ ایک بستر پر سونا چھوڑ دے، یا اس کے اخراجات میں کمی کر دے، یا اس کے ساتھ بیٹھنا اور بات چیت کرنا بند کر دے تو دونوں کے لیے مناسب یہ رہے گا کہ آپس میں بیٹھ کر صلح کر لیں اور

اس بات پر اتفاق کر لیں کہ شوہر اس کا حق ادا کرے، جیسا کہ اسلام کا تقاضا ہے اور اگر ایسا ممکن نظر نہ آئے اور بیوی چاہتی ہو کہ ازدواجی زندگی قائم رہے تو مہر یا اخراجات کا کچھ حصہ چھوڑ دے، یا شوہر کو کچھ مال دے دے، یا اگر اس کے پاس کوئی دوسری بیوی ہے، جسے وہ زیادہ چاہتا ہے تو اپنی باری کے کچھ ایام اس کو دے دے اور شوہر اسے طلاق نہ دے اور اگر یہ دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں تو پھر شوہر طلاق دے دے، لیکن صلح میں بھلائی ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اپنی چیز کسی کو نہ دینا، اس معاملہ میں بخل سے کام لینا ہر انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اس لیے بیوی کو چاہیے کہ شوہر کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہو جائے۔ اسی طرح شوہر طبعی بخل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی جانب سے کم پر راضی ہو جائے اور مال کثیر کا مطالبہ کر کے اسے زیرِ بار نہ کرے، تاکہ صلح کو عملی جامہ پہنانا ممکن ہو سکے۔ اس کے بعد اللہ نے شوہروں کو خطاب کر کے فرمایا کہ اگر تم لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے اور ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کو اچھی طرح جانتا ہے، اس کا تمھیں اچھا بدلہ دے گا۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا : " صُلْحًا " کی تنکیر (کسی طرح کی صلح) سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی آپس میں کسی طریقے سے بھی صلح کر لیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کسی مرد کے پاس کوئی عورت ہوتی اور اب وہ اس کو مزید نہ رکھنا چاہتا اور طلاق دینے کا ارادہ کرتا تو وہ عورت یہ کہہ دیتی کہ (مجھے طلاق نہ دے، مجھے اپنے نکاح میں رہنے دے) میں اپنی باری کے بارے میں تجھے اجازت دیتی ہوں (کہ تو جس بیوی کے پاس چاہے رہے) چنانچہ اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔
[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وإن امرأة خافت من بعلها نشوزًا أو إعراضًا ﴾ : ٤٦٠١۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة : ٣٠٢١]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو اندیشہ لاحق ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں طلاق دے دیں گے تو انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میری باری کا دن عائشہ کو دے دیں مگر مجھے طلاق نہ دیں۔ تو آپ نے اسی طرح کیا، چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ﴾ ''اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رخی سے ڈرے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح کی صلح کر لیں۔'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ دونوں جس چیز پر صلح کر لیں وہ جائز ہے۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء : ٣٠٤٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عمر رسیدہ ہو گئیں تو انھوں نے اپنا دن عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا دن بھی عائشہ کے پاس گزارتے تھے۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب المرأة تهب یومها من زوجها لضرتها ...... الخ : ٥٢١٢۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز هبتها نوبتها لضرتها : ١٤٦٣]

﴿ وَ اُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ﴾ : یعنی انسان کا بخل اور لالچ تو فطری امر ہے۔ مرد کا ''شح'' یہ ہے کہ عورت سے فائدہ اٹھائے، مگر اس کے پورے حقوق ادا نہ کرے اور عورت کا ''شح'' یہ ہے کہ مہر اور نان ونفقہ پورا وصول کرے مگر حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴾ [التغابن : ۱۶] ''اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حرص اور ایمان کسی بندے کے دل میں کبھی جمع نہیں ہوتے۔'' [نسائی، کتاب الجهاد، باب فضل من عمل فی سبیل الله علی قدمه : ۳۱۱۲]

﴿ وَ اِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَ تَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ﴾ : یعنی اس لالچ کے جذبے کے باوجود اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے احسان اور فیاضی کا سلوک کریں اور اللہ سے ڈرتے رہیں تو اللہ کے ہاں اس کا اجر ضرور پائیں گے، جو ان کے ہر عمل سے پورا باخبر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَحۡسِنُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴾ [البقرة : ۱۹۵] ''اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِيۡتَآئِ ذِي الۡقُرۡبٰى ﴾ [النحل : ۹۰] ''بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے۔''

وَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَيۡنَ النِّسَآءِ وَ لَوۡ حَرَصۡتُمۡ فَلَا تَمِيۡلُوۡا كُلَّ الۡمَيۡلِ فَتَذَرُوۡهَا كَالۡمُعَلَّقَةِ ؕ وَ اِنۡ تُصۡلِحُوۡا وَ تَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۱۲۹﴾

''اور تم ہرگز نہ کر سکو گے کہ عورتوں کے درمیان برابری کرو، خواہ تم حرص بھی کرو، پس مت جھک جاؤ (ایک کی طرف) مکمل جھک جانا کہ اس (دوسری) کو لٹکائی ہوئی کی طرح چھوڑ دو اور اگر تم اصلاح کرو اور ڈرتے رہو تو بے شک اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت میں اللہ نے ایک بڑی حقیقت کو بیان کیا ہے کہ لوگو! تم تمام وجوہ سے عورتوں میں برابری نہیں کر سکتے۔ اگر تم ایک رات ایک کے پاس اور دوسری رات دوسری کے پاس گزارنے کی باری کی تقسیم کر بھی دو تو تم محبت، شہوت اور مباشرت کے اعتبار سے فرق کو دور نہیں کر سکتے۔ اسی لیے اللہ نے نصیحت کی ہے کہ اگر کسی ایک بیوی کی طرف تمھارا میلان ہو، تو اس میں تمھیں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے کہ دوسری کو آسمان و زمین کے درمیان لٹکی ہوئی چھوڑ دو۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اپنے امور کی اصلاح کر لو گے، باری کی تقسیم میں عدل سے کام لو گے اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

﴿ وَلَنۡ تَسۡتَطِيۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَيۡنَ النِّسَآءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ فَلَا تَمِيۡلُوۡا كُلَّ الۡمَيۡلِ فَتَذَرُوۡهَا كَالۡمُعَلَّقَةِ ﴾ : بیویوں کے درمیان محبت میں تفاوت ہو سکتا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمانوں کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ سے کتنی محبت

کرتے ہیں، تو جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی ہدیہ بھیجنا ہوتا تو اس کے بھیجنے میں تاخیر کرتے، یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ عائشہ کے گھر ہوتے تو وہ ہدیہ رسول اللہ ﷺ کو عائشہ کے گھر میں بھیجتے۔[بخاري، كتاب الهبة، باب من أهدى إلى صاحبه وتحرى بعض نسائه دون بعض : ٢٥٨١]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا، آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ سے۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة ذات السلاسل : ٤٣٥٨]

ظاہری حقوق میں عورتوں سے مساوی سلوک کیا جائے، دل کے میلان پر گرفت نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات میں باریوں کی تقسیم کے اعتبار سے پورا پورا انصاف فرمایا کرتے تھے، پھر دعا فرمایا کرتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ)) ''اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے اور اس پر مجھے ملامت نہ کرنا جو تیرے اختیار میں ہے اور میرے اختیار میں نہیں۔'' امام ابو داؤد فرماتے ہیں، یعنی دل کے معاملے میں مجھے ملامت نہ کرنا۔[مسند أحمد : ١٤٤/٦، ح : ٢٥١٦٤۔ أبو داؤد، كتاب النكاح ، باب في القسم بين النساء : ٢١٣٤۔ ترمذي، كتاب النكاح ، باب ما جاء في التسوية بين الضرائر : ١١٤٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے اجازت لی کہ آپ کی تیمارداری میرے گھر میں کی جائے، چنانچہ تمام بیویوں نے آپ کو اجازت دے دی۔[بخاري، كتاب الهبة ، باب هبة الرجل لامرأته والمرأة لزوجها : ٢٥٨٨]

وَ اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

''اور اگر وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی وسعت سے غنی کر دے گا اور اللہ ہمیشہ سے وسعت والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان ہر ممکن کوشش کے باوجود صلح نہ ہو سکے اور دونوں ایک دوسرے سے خوش اسلوبی کے ساتھ الگ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دونوں کو ایک دوسرے سے مستغنی کر دے گا اور اس سے اچھے رشتے کا اہتمام کر دے گا۔ اس سے اسلام کے احکام کی حکمت اور وسعت و رحمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بعض مذاہب میں طلاق کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اب وہ خواہ ایک دوسرے سے کتنے متنفر ہو جائیں، ان کی زندگی کتنی ہی اجیرن بن جائے طلاق نہیں دے سکتے۔ نہیں، ہرگز نہیں! اسلام نے دونوں کے لیے علیحدگی کا راستہ رکھا ہے، جس کے ذریعے وہ امن و سکون کی نئی زندگی شروع کر سکتے ہیں۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ

اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾

''اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کو جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمھیں بھی تاکیدی حکم دیا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اگر تم کفر کرو گے تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر طرح بے پروا، ہر تعریف کا حق دار ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے گزشتہ اہل کتاب کو تقویٰ کی وصیت کی تھی اور اے مومنو! تمھیں بھی وصیت کرتے ہیں کہ اللہ سے ڈرو اور کفر نہ کرو۔ کفر کر کے تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ اس لیے آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملکیت ہے، وہ ہر چیز سے کامل طور پر بے نیاز ہے۔

وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا : یعنی اپنے بندوں سے بے نیاز ہے اور اپنے تمام فیصلوں اور احکام میں قابل ستائش ہے جیسا کہ اللہ نے بیان فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا، ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [إبراهيم : ۸] ''اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔''

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے، تمھارے پچھلے، تمھارے انسانوں اور تمھارے جنوں (کے دل) سب سے زیادہ متقی آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کچھ بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے، تمھارے پچھلے، تمھارے انسانوں اور تمھارے جنوں (کے دل) سب سے زیادہ بدکار آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کچھ بھی کمی نہیں آئے گی اور اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے، تمھارے پچھلے، تمھارے انس اور تمھارے جن ایک ہموار میدان میں کھڑے ہو کر مانگنا شروع کریں اور میں ہر انسان کو اس کی مطلوبہ چیزیں دے دوں تو اس سے جو کچھ میرے پاس ہے اس میں کوئی کمی نہیں آئے گی، مگر اتنی کہ جتنی سوئی کو سمندر کے پانی میں ڈبونے سے آئے گی۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾

''اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بطور وکیل کافی ہے۔''

یعنی جب تمام خزانے اور تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور وہی ان کا واحد مالک ہے تو پھر کوئی دوسرا کیا کارسازی کرے گا؟

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَ يَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾

’’اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اے لوگو! اور کچھ دوسروں کو لے آئے اور اللہ ہمیشہ سے اس پر پوری طرح قادر ہے۔‘‘

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم اس کی نافرمانی کرتے ہو تو اس بات کو مت بھولو کہ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تم سب کو فنا کر دے اور تمھاری جگہ اور لوگوں کو یہاں بسا دے، جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد:۳۸] ’’اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔‘‘

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾

’’جو شخص دنیا کا بدلہ چاہتا ہو تو اللہ ہی کے پاس دنیا اور آخرت کا بدلہ ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔‘‘

یعنی جس شخص کا مطلوب و مقصود صرف دنیا ہی ہے اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے۔ لہٰذا جب تم اس سے دونوں کا ثواب طلب کرو گے تو وہ تمھیں دونوں کا ثواب عطا فرما کر بے نیاز کر دے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [هود: ۱۵، ۱۶] ’’جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ اسی (دنیا) میں پورا دے دیں گے اور اس (دنیا) میں ان سے کمی نہ کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہو گیا جو کچھ انھوں نے اس میں کیا اور بے کار ہے جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [البقرة: ۲۰۰ تا ۲۰۲] ’’پھر لوگوں میں سے کوئی تو وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے دے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاۗءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۗءِ وَهٰٓؤُلَاۗءِ مِنْ عَطَاۗءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَاۗءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ﴾ [بني إسرائيل: ۱۸ تا ۲۱] ’’جو شخص اس جلدی والی (دنیا) کا ارادہ رکھتا ہو ہم اس کو اس میں جلدی دے دیں گے جو چاہیں گے، جس کے لیے چاہیں گے، پھر ہم نے اس

کے لیے جہنم بنا رکھی ہے، اس میں داخل ہوگا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا۔ اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی، جو اس کے لائق کوشش ہے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔ ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، ان کی اور ان کی بھی، تیرے رب کی بخشش سے اور تیرے رب کی بخشش کبھی بند کی ہوئی نہیں۔ دیکھ ہم نے ان کے بعض کو بعض پر کس طرح فضیلت دی ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے، اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ، خواہ تمھاری ذاتوں یا والدین اور زیادہ قرابت والوں کے خلاف ہو، اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو اللہ ان دونوں پر زیادہ حق رکھنے والا ہے۔ پس اس میں خواہش کی پیروی نہ کرو کہ عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو، یا پہلو بچاؤ تو بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ دنیا میں انصاف پرور بن کر رہیں اور اگر ان کے پاس کوئی گواہی ہے تو اسے اللہ کی رضا کے لیے ادا کریں، چاہے اس کی ضرب خود انھی پر کیوں نہ پڑتی ہو، یا وہ گواہی ان کے والدین اور دیگر قریبی رشتہ داروں کے خلاف کیوں نہ پڑتی ہو اور چاہے جس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہو وہ کوئی مال دار آدمی کیوں نہ ہو کہ جس کی خوشنودی کی خاطر عام طور پر لوگ اس کے خلاف گواہی نہیں دیتے، یا کوئی غریب آدمی کیوں نہ ہو، جس پر رحم کھاتے ہوئے لوگ اس کے خلاف گواہی نہیں دیتے۔ اس لیے کہ اللہ بہتر جانتا ہے اور وہ زیادہ ان پر حق رکھنے والا ہے، لہٰذا ذاتی غرض، عصبیت اور آپس کی عداوت کی وجہ سے انصاف کا دامن نہ چھوڑ بیٹھیں، نہ اس میں اپنی زبان کے ذریعے تحریف پیدا کریں اور نہ اسے چھپانے کے لیے اس سے اعراض کریں۔ اس لیے کہ اللہ ان تمام اعمال سے باخبر ہے، ان کا انھیں بدلہ دے کر رہے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ : عدل و انصاف کے ساتھ گواہی دینا بہت ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ﴾ [الطلاق : ۲] ''اور شہادت اللہ کے لیے قائم کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۴۰] ''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے وہ شہادت چھپالی جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے تھی اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۸۳] ''اور شہادت مت چھپاؤ اور جو اسے چھپائے تو بے شک وہ، اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو

اسے خوب جاننے والا ہے۔‘‘

جھوٹی گواہی دینا بہت بڑا گناہ ہے، سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا: ’’کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟‘‘ صحابہ نے کہا، کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ’’اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔‘‘ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، پھر آپ سیدھے بیٹھ گئے اور مزید فرمانے لگے: ’’خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا، خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔‘‘ پھر آپ مسلسل یہی کہتے رہے، میں نے سوچا آپ خاموش نہیں ہوں گے۔[بخاری، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين : ۵۹۷۶۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر : ۸۷]

اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا : یعنی جس کے خلاف تمھاری گواہی پڑ رہی ہے، وہ دولت مند ہے تب، اور اگر غریب ہے تو تب بھی تم اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت سے بڑھ کر اس کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا نہ تم دولت مند کی دولت مندی کی وجہ سے اس کی بے جا حمایت یا مخالفت کرو اور نہ غریب پر ترس کھا کر اس کے بے جا رعایت کرو، بلکہ ہر صورت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سچی گواہی دو۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ غریب کی غربت تمھیں اس کی بے جا حمایت پر آمادہ کر دے۔ تم اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اس کے بندوں کے، خواہ وہ امیر ہوں یا غریب، خیر خواہ ہو سکتے ہو نہ زیادہ ان پر حق رکھنے والے۔

وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا : ” اِنْ تَلْوٗۤا “ یعنی اگر تم زبان کو پیچ دے کر اس طرح بات بنا کر پیش کرو کہ جس کے خلاف گواہی پڑنی چاہیے وہ بچ جائے، ” اَوْ تُعْرِضُوْا “ یعنی اعراض کرنا کے معنی شہادت کے چھپانے اور ترک کرنے کے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ﴾ [البقرة:۲۸۳] ’’اور جو اسے چھپائے تو بے شک وہ، اس کا دل گناہ گار ہے۔‘‘

سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کیا میں تمھیں بہتر گواہ کے متعلق نہ بتاؤں؟ (بہتر گواہ) وہ (ہے) جو پوچھنے سے پہلے ہی (سچی) گواہی دے دے۔‘‘[مسلم، كتاب الأقضية، باب بيان خير الشهود : ۱۷۱۹۔ أبو داؤد، كتاب القضاء، باب في الشهادات : ۳۵۹۶]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی اور اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی اور جو شخص اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس

کے رسولوں اور یوم آخرت (کے ساتھ) کفر کرے تو یقیناً وہ گمراہ ہوا، بہت دور گمراہ ہونا۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو خطاب کیا اور ان کو ’’ایمان والے‘‘ کہہ کر پکارا، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان تو لا چکے تھے اور اب ایمان لانے کے بعد پھر انھیں ایمان لانے کا جو حکم دیا جا رہا ہے تو اس سے مراد یہی ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں ایمان لائیں، ظاہری ایمان پر اکتفا نہ کریں۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ، اس کے فرشتے، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے گا وہ راہِ حق سے بھٹک جائے گا اور کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ :

ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ [الحدید : ۲۸] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمھارے لیے ایسی روشنی کر دے گا جس کے ذریعے تم چلتے رہو گے اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ٦٢] ’’بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور نصاریٰ اور صابی، جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات : ١٤، ١٥] ’’بدویوں نے کہا ہم ایمان لے آئے، کہہ دے تم ایمان نہیں لائے اور لیکن یہ کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو گے تو وہ تمھیں تمھارے اعمال میں کچھ کمی نہیں کرے گا، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔‘‘

وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا : یعنی اگر ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کیا تو گویا تمام چیزوں کا انکار کر دیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر لوگوں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور انھوں نے آپ سے دریافت کیا: ’’ایمان کیا ہے؟‘‘

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کی ملاقات پر، اس کے رسولوں پر اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاؤ۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإیمان ما ھو؟ : ۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس زمانے کا (یعنی اب سے قیامت تک) کوئی یہودی یا نصرانی (یا کوئی بھی غیر مسلم) میرے بارے میں سنے پھر اس چیز پر ایمان نہ لائے جو میں لے کر آیا ہوں تو وہ آگ والوں میں سے ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ : ۱۵۳]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا، پھر ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا، پھر وہ کفر میں بڑھ گئے، اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں بخش دے اور نہ یہ کہ انھیں کسی راستے کی ہدایت دے۔''

اللہ تعالیٰ اس شخص کے بارے میں فرما رہا ہے جس نے ایمان کو قبول کر لیا اور اسے چھوڑ دیا، پھر اسے قبول کر لیا، پھر چھوڑ کر ضلالت کو قبول کر لیا اور ضلالت و گمراہی میں بڑھتا چلا گیا، حتیٰ کہ مر گیا تو مرنے کے بعد ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں، اللہ اسے معاف نہیں کرے گا۔ جس صورتِ حال میں وہ مبتلا ہوگا اس سے نکلنے کی اس کے لیے کوئی صورت پیدا نہیں فرمائے گا، اسے ہدایت کا کوئی راستہ عطا نہیں کرے گا۔ ایسے ہی شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۳] ''یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔'' کافروں کی اس قسم کی ایک سازش کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۷۲] ''اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا تم دن کے شروع میں اس چیز پر ایمان لاؤ جو ان لوگوں پر نازل کی گئی ہے جو ایمان لائے ہیں اور اس کے آخر میں انکار کر دو، تاکہ وہ واپس لوٹ آئیں۔''

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾

''منافقوں کو خوش خبری دے دے کہ بے شک ان کے لیے ایک دردناک عذاب ہے۔ وہ جو کافروں کو مومنوں کے سوا دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے۔''

منافقین کا انجام بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، اس لیے کہ انھوں نے مومنوں کے بجائے کافروں کو اپنا دوست بنا لیا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ کیا کافروں کی دوستی سے ان کا مقصد قوت و غلبہ حاصل کرنا ہے؟ وہ جسے چاہتا ہے عزت اور کامیابی عطا کرتا ہے، کفار اللہ کی مرضی کے بغیر ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟

الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ : ایمان والوں کا شیوہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اپنا دلی دوست بنائیں، اگر انھوں نے کافروں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے تو پھر ان کا دعوائے ایمان کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلة : ۲۲] ''تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔''

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۸] ''حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے اور لیکن منافق نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ﴾ [فاطر : ۱۰] ''جو شخص عزت چاہتا ہو سو عزت سب اللہ ہی کے لیے ہے۔''

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ﴿۱۴۰﴾

''اور بلاشبہ اس نے تم پر کتاب میں نازل فرمایا ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کو سنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں۔ بے شک تم بھی اس وقت ان جیسے ہو، بے شک اللہ منافقوں اور کافروں، سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔''

مشرکین مکہ، منافقین اور یہود مدینہ اپنی مجلسوں میں قرآن کریم کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس لیے اللہ نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بیٹھنے سے منع فرمایا، نیز فرمایا کہ منع کرنے کے باوجود اگر تم ایسی مجلسوں میں، جہاں آیاتِ الٰہی کا استہزا کیا جاتا ہو، بیٹھو گے اور اس پر نکیر نہیں کرو گے تو پھر تم بھی گناہ میں ان کے برابر ہو گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی مجلسوں اور اجتماعات میں شریک ہونا، جن میں اللہ و رسول ﷺ کے احکام کا قولاً و عملاً مذاق اڑایا جاتا ہو، جیسے آج کل امراء، فیشن ایبل اور مغرب زدہ حلقوں میں ایسا ہوتا ہے، یہ سخت گناہ ہے، ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ کی وعیدِ قرآنی اہل ایمان کے اندر کپکپی طاری کر دینے کے لیے کافی ہے، بشرطیکہ دل کے اندر ایمان ہو۔

ارشاد فرمایا: ﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ١ؕ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الأنعام : ٦٨] ”اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں (فضول) بحث کرتے ہیں تو ان سے کنارہ کر، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر کبھی شیطان تجھے ضرور ہی بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ۔“

اس آیت کا حکم عام ہے اور ہر اس مجلس میں شرکت حرام ہے جہاں قرآن و سنت کا مذاق اڑایا جا رہا ہو۔ وہ کفار و مشرکین کی مجلس ہو یا اہل بدعت اور فاسق و فاجر کی۔ جب برائی کو ہاتھ سے بھی نہ روک سکے نہ زبان سے تو پھر خاموش بیٹھ کر سنتے رہنا تو اضعف الایمان کے بھی منافی ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو شخص برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب كون النهي عن المنكر من الإيمان : ٤٩]

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ١ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ١ۖ٘ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ١ۙ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ١ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ١ؕ وَ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۠ؒ (۱۴۱)

ع ۲۰ / ۱۷

”وہ جو تمھارے بارے میں انتظار کرتے ہیں، پھر اگر تمھارے لیے اللہ کی طرف سے کوئی فتح ہو جائے تو کہتے ہیں کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کوئی حصہ مل جائے تو کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں ہو گئے تھے اور ہم نے تمھیں ایمان والوں سے نہیں بچایا تھا۔ پس اللہ تمھارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا اور اللہ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں ہمیں یہ خبر دی ہے کہ وہ ہمیشہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ مسلمان برے

حالات سے دو چار ہوں، ان کی حکومت زوال پذیر ہو جائے اور کافروں کو ان پر غلبہ حاصل ہو جائے۔ اگر اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو فتح و نصرت ملتی ہے تو فوراً کہنے لگتے ہیں کہ کیا ہم تمھارے ساتھ نہیں تھے؟ تمھاری فتح میں ہمارا بھی دخل ہے، اس لیے مالِ غنیمت میں ہمارا بھی حصہ ہونا چاہیے اور اگر پانسا پلٹ جاتا ہے اور کافروں کا وقتی طور پہ غلبہ ہو جاتا ہے تو وہی منافق کافروں کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے؟ کیا ہم تمھیں قتل نہیں کر سکتے تھے اور قید و بند سے نہیں گزار سکتے تھے؟ لیکن ہم نے یہ سب کچھ نہیں کیا، بلکہ مسلمانوں کی ہمت پست کرتے رہے، یہاں تک کہ تم ان پر غالب آ گئے، ورنہ تم تو حادثات کا شکار ہو چکے ہوتے۔ آگے اللہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا، یعنی منافقین اس سے دھوکے میں نہ آ جائیں کہ زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینے کی وجہ سے اگر دنیا میں ان کی جان بچی ہوئی ہے تو قیامت کے دن بھی وہ جان بر ہو جائیں گے۔ قیامت کے دن ان کی یہ ظاہر داری ہرگز ان کے کام نہیں آئے گی اور دنیا میں منافقین کی یہ تمنا کبھی پوری نہیں ہوگی کہ مسلمانوں کا وجود ہی ختم ہو جائے۔

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ﴾ [العنكبوت : ۱۰] ”اور یقیناً اگر تیرے رب کی طرف سے کوئی مدد آ جائے تو یقیناً ضرور کہیں گے ہم تو تمھارے ساتھ تھے۔“

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا : اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر کبھی ایسا غلبہ نہیں دے گا کہ انھیں بالکل ختم کر دے، اللہ کا وعدۂ نصرت تو مومنوں کے ساتھ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۹] ”اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہو، اگر تم مومن ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ [المؤمن : ۵۱] ”بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔“

اگر کوئی کہے، اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا، مگر اس وقت معاملہ اس کے برعکس ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخ شاہد ہے کہ ان مومنوں پر جن کا یہاں ذکر ہے، کفار کو کبھی غلبہ حاصل نہیں ہوا، اب اگر مومن ہی وہ مومن نہ رہیں اور جہاد چھوڑ بیٹھیں تو اس میں اللہ کے وعدے کا کیا قصور ہے؟

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾

”بے شک منافق لوگ اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے

کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔‘‘

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ : اللہ تعالیٰ کو فریب دینے سے مراد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے سامنے زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں، حالانکہ دل میں کفر چھپائے ہوئے ہیں اور اللہ کا انھیں فریب دینا یہ ہے کہ وہ انھیں ان کی فریب کاریوں کا بدلہ دیتا ہے اور انھیں دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل و خوار کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ؕ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴾ [البقرة : ۹، ۱۰] ’’اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں ہی میں ایک بیماری ہے تو اللہ نے انھیں بیماری میں اور بڑھا دیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔‘‘ قیامت کے دن بھی ان کے اسی طرح کا معاملہ کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ؕ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [الحدید : ۱۳ تا ۱۵] ’’جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے کہیں گے جو ایمان لائے ہمارا انتظار کرو کہ ہم تمھاری روشنی سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پس کچھ روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک دیوار بنا دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا، اس کی اندرونی جانب، اس میں رحمت ہو گی اور اس کی بیرونی جانب، اس کی طرف عذاب ہو گا۔ وہ انھیں آواز دیں گے کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں اور لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور (جھوٹی) آرزوؤں نے تمھیں دھوکا دیا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور اس دغا باز نے تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا دیا۔ سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے انکار کیا، تمھارا ٹھکانا ہی آگ ہے، وہی تمھاری دوست ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔‘‘

وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى : یعنی جب وہ نماز کے لیے آتے ہیں تو بوجھل جسم کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، جیسے کسی نے انھیں اس کام پر مجبور کیا ہو، اس لیے کہ ان کی نیت نماز کی نہیں ہوتی اور نہ اس پر ان کا ایمان ہوتا ہے اور نہ نمازوں کے ارکان و اعمال پر وہ غور و خوض کرتے ہیں۔ ان کا مقصد تو لوگوں کے لیے دکھلاوا ہوتا ہے، تاکہ انھیں مسلمان سمجھا جائے۔ اس لیے جن نمازوں میں چھپنے کی گنجائش ہوتی اس میں وہ غیر حاضر رہتے، جیسے صبح اور عشاء کی نماز۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’منافقوں پر سب سے بھاری نماز عشاء اور صبح کی نماز

ہے، تاہم اگر انھیں معلوم ہو جائے کہ ان میں کس قدر اجر و ثواب ہے، تو یہ ان میں ضرور شریک ہوں، خواہ گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے ہی آنا پڑے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں نماز کا حکم دوں اور پھر اقامت کہی جائے اور میں کسی دوسرے آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ساتھ کچھ ایسے لوگوں کو لے کر جاؤں جن کے پاس ایندھن کے گٹھے ہوں، پھر جو لوگ نماز کے لیے نہ آئے ہوں، ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاۃ العشاء في الجماعۃ : ٦٥٧۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ الجماعۃ : ٦٥١/٢٥٢]

يُرَآءُوْنَ النَّاسَ : سیدنا جندب علقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کو اپنی نیکی سنانا چاہے گا اللہ تعالیٰ بھی (اس کی برائی یا اس کا عذاب) لوگوں کو سنائے گا اور جو شخص دکھانے کے لیے عبادت کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو دکھائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب لوگوں کو دکھائے گا)۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ٢٩٨٧]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(کسی نیک کام کے نتیجہ میں) جو شخص شہرت کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اس کی بد نیتی قیامت کے دن سب کو سنا دے گا اور اسی طرح جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے نیک کام کرے اللہ بھی قیامت کے دن اس کو لوگوں کو دکھلا دے گا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ : ٦٤٩٩۔ مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ٢٩٨٦]

وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا : یعنی جلدی جلدی سے، جیسے کوئی بیگار ٹالنا مقصود ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ منافقوں کی نماز ہے، یہ منافقوں کی نماز ہے، یہ منافقوں کی نماز ہے کہ منافق بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ جب وہ شیطان کے سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو یہ کھڑے ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور ان میں بھی اللہ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التکبیر : ٦٢٢۔ ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء في تعجیل العصر : ١٦٠]

معلوم ہوا عصر کی نماز دیر سے پڑھنا بھی نفاق ہے اور دو سجدے جلدی جلدی ادا کرنا جن میں وقفہ نہ ہو ایک ہی سجدہ ہوتے ہیں، ورنہ آپ چار کی بجائے آٹھ ٹھونگوں کا ذکر فرماتے۔

مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

''اس کے درمیان متردد ہیں، نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہ پائے گا۔''

منافقین کی حالتِ نفاق پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے کہ وہ ایمان و کفر کے درمیان حیران اور مضطرب ہوتے ہیں۔

کافروں کے پاس جاتے ہیں تو ان کے ساتھ اور مومنوں کے پاس آتے ہیں تو ان کے ساتھ دوستی اور تعلق کا اظہار کرتے ہیں۔ ظاہراً و باطناً وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں نہ کافروں کے ساتھ۔ ظاہران کا مسلمانوں کے ساتھ ہے تو باطن کافروں کے ساتھ اور بعض منافق تو کفر و ایمان کے درمیان متحیر اور تذبذب ہی کا شکار رہتے تھے۔

مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہے۔ کبھی اس ریوڑ کی طرف آتی ہے اور کبھی اس ریوڑ کی طرف اور نہیں جانتی کہ ان دونوں میں سے کس کے پیچھے لگے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفات المنافقین : ۲۷۸۴۔ نسائی، کتاب الإیمان، باب مثل المنافق : ۵۰۴۰]

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا : یعنی جو شخص سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود خود گمراہی میں پڑا ہو اور باطل پرستی کی طرف راغب ہو تو اسے راہ راست پر لانے کے لیے کوئی انسانی نصیحت اور کوشش کارگر نہیں ہو سکتی، بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی سزا کے طور پر گمراہی اور باطل پرستی میں پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ﴾ [الأعراف : ۱۸۶] ''جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کے لیے اپنے خلاف ایک واضح حجت بنا لو۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ مومنوں کے بجائے کافروں کو دوست بنائیں، ان کی صحبت و رفاقت اختیار کریں، ان کی ہمدردی و خیر خواہی کریں، ان سے محبت کے تعلقات استوار کریں اور مومنوں کے خفیہ حالات ان سے بیان کریں۔ آگے فرمایا کہ اگر تم لوگ ایسا کرو گے تو اپنے خلاف اللہ کے نزدیک ایک واضح حجت قائم کرو گے اور عذاب کے مستحق بنو گے۔

لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ : اللہ نے کافروں کو دوست بنانے کی جگہ جگہ ممانعت کی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ﴾ [آل عمران: ۲۸] ''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح بچنا اور اللہ

تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [المائدة : ٥١] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلة : ٢٢] ''تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖۗ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖۗ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [الممتحنة : ١] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسے ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔ پس کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے (کستوری) عطیہ دے گا، یا تو خود اس سے خرید لے گا، یا یہ کہ (کم از کم) تو اس سے پاکیزہ خوشبو تو پا لے گا اور بھٹی دھونکنے والا یا تو

تیرے کپڑے جلا دے گا، یا پھر تو اس سے بدبو (ضرور) پائے گا۔" [بخاری، کتاب الذبائح، باب المسك : ٥٥٣٤۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين : ٢٦٢٨]

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾

"بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔"

جس طرح جنت کے بہت سے درجات ہیں اسی طرح جہنم کے بھی بہت سے درجات ہیں اور منافقین یا ان سے دلی دوستی رکھنے والوں کا ٹھکانا جہنم کا سب سے نچلا درجہ ہوگا، جہاں سب سے زیادہ عذاب ہوگا اور یہ کافروں کے عذاب سے بھی سخت ہوگا، کیونکہ کافر اپنے دین وایمان کے معاملہ میں کسی کو دھوکا نہیں دیتا، جبکہ منافق، کافروں اور مسلمانوں دونوں کو دھوکے میں رکھ کر ان دونوں سے مفادات حاصل کرتا، یا حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

جہنم کے بہت سے طبقات ہیں اور جو طبقہ جتنا زیادہ نیچے ہے، اس میں اتنا ہی زیادہ سخت عذاب ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بعض اوقات بندہ ایسی بات کہہ دیتا ہے، جس کا اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس میں کتنا بڑا گناہ ہے اور اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں مشرق و مغرب کی دوری سے بھی زیادہ گہرائی میں جا گرتا ہے۔" [مسلم، کتاب الزهد، باب حفظ اللسان : ٥٠/٢٩٨٨۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان : ٦٤٧٧]

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

"مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور اللہ کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ مومنوں کو جلد ہی بہت بڑا اجر دے گا۔"

جن منافقین کی اوپر مذمت کی ہے ان کی نجات کے لیے بطور استثنا چار باتیں فرمائیں، ایک یہ کہ اپنے پچھلے رویے پر نادم ہوں، دوسرے یہ کہ آئندہ کے لیے اپنی پوری اصلاح کر لیں، تیسرے یہ کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں، چوتھے یہ کہ دین کا جو کام کریں خالص اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے کریں، تو وہ اس اخروی سزا سے بچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سابقہ گناہ معاف کر کے انھیں مومنوں کی جماعت میں شامل کر دے گا اور جو مفادات دنیوی یا اخروی مومنوں کو حاصل ہوں گے وہ انھیں بھی حاصل ہوں گے۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

"اللہ تمھیں عذاب دینے سے کیا کرے گا، اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔ اور اللہ ہمیشہ سے قدر کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

مقصد یہ بتانا ہے کہ عذاب کا باعث تمھارا شکر نہ کرنا اور ایمان نہ لانا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ تمھیں عذاب دے، سو اگر تم دل سے ایمان لے آؤ اور قول و فعل سے اللہ کی فرماں برداری کر کے اس کا شکر ادا کرو تو اللہ تعالیٰ قدر دان ہے، اور سب کچھ جانتا بھی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، فرمایا: ''جو کوئی اپنے سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، تو اللہ اس پر (دوزخ کی) آگ حرام کر دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قومًا دون قوم : ۱۲۸]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟'' میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔'' پھر فرمایا: ''تو جانتا ہے کہ جب بندے یہ کام کریں تو ان کا اللہ پر کیا حق ہے؟'' میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: ''وہ حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب إرداف الرجل خلف الرجل : ۵۹۶۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة : ۳۰]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے موقع پر کچھ عورتوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ و خیرات کیا کرو، کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ اہل جہنم کی اکثریت عورتوں کی ہے۔'' عورتوں نے کہا، اللہ کے رسول! ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم لعنت بہت زیادہ بھیجتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔'' [بخاری، کتاب الحیض، باب ترك الحائض الصوم : ۳۰۴۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان نقصان الإیمان بنقص الطاعات : ۷۹]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے جہنم میں دیکھا تو اس میں اکثریت عورتوں کی تھی، جو ناشکری کرتی ہیں۔'' پوچھا گیا کہ کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا: ''خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان ناشناس ہوتی ہیں، اگر آپ ان میں سے کسی ایک پر لمبا عرصہ احسان کرتے رہیں، پھر وہ آپ سے کوئی (ناپسندیدہ) چیز دیکھ لے تو کہتی ہے، میں نے تو (آج تک) تجھ سے کبھی کوئی خیر دیکھی ہی نہیں۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب کفران العشیر و کفر دون کفر : ۲۹]

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾

”اللہ بری بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ آدمی اپنی زبان سے بری باتیں لوگوں کے سامنے بیان کرتا پھرے، جیسے گالی گلوچ، غیبت، چغل خوری، خواہ مخواہ کسی کو بددعا دینا، بدزبانی اور فسق و فجور کے کلمات زبان پر لاتے رہنا۔ اس سے مستثنیٰ صرف وہ شخص ہے جس پر ظلم ہوا ہو، اسے حق پہنچتا ہے کہ حاکم کے سامنے اپنی مظلومیت بیان کرے، یا ظالم کے لیے بددعا کرے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ : یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی برائی کو ظاہر کیا جائے، یا اس کا اعلان کیا جائے، یا اس کو شہرت دی جائے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النور : ۱۹] ”بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے کسی مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب کی پردہ پوشی فرمائے گا۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم : ۲۴۴۲۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری تمام امت کو معاف کر دیا جائے گا، سوائے ان لوگوں کے جو ظاہر کرنے والے ہیں اور ظاہر کرنا یہ ہے کہ آدمی رات کو کوئی (برا) عمل کرے، پھر جب صبح ہو تو اگرچہ اللہ نے اس کی برائی پر پردہ ڈال دیا ہو، لیکن وہ کہے، اے فلاں! میں نے رات کو ایسا ایسا کیا۔ اب اللہ نے تو اس پر پردہ ڈال دیا تھا، لیکن اس نے اپنے (عیب) سے اللہ کا پردہ کھول دیا۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب ستر المؤمن علی نفسه : ۶۰۶۹۔ مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن ھتك الإنسان ستر نفسه : ۲۹۹۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(روزِ حشر) تم میں سے ایک شخص اپنے رب سے بہت قریب ہو جائے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے ڈھانپ لے گا (یعنی اس پر رحم کرے گا) پھر فرمائے گا، تو نے فلاں فلاں عمل کیا تھا؟ وہ شخص اقرار کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے فلاں فلاں عمل (بھی) کیا تھا؟ وہ کہے گا، ہاں! الغرض، وہ اپنے ہر جرم کا اقرار کر لے گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈال دیا تھا اور آج انھیں معاف کرتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب ستر المؤمن علی نفسه : ۶۰۷۰]

اِلَّا مَنْ ظُلِمَ : یعنی جب کوئی شخص ظلم پر اتر آئے تو مظلوم کو حق حاصل ہے کہ وہ اس کی زیادتی کے خلاف آواز بلند کرے۔ خصوصاً جہاں آواز بلند کرنے سے اس پر ظلم رک سکتا ہے یا اس کا مداوا ہو سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴾ [الشوریٰ : ٤١] ”اور بے شک جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے لے تو یہ وہ لوگ ہیں جن پر کوئی راستہ نہیں۔“

اسی طرح لوگوں کو اس کے ظلم سے بچانے کے لیے اس کا عیب بیان کرنا بھی جائز ہے۔ رواۃ حدیث کی جرح بھی اسی ضمن میں آتی ہے، کیونکہ ضعیف روایت بیان کرنا امت پر ظلم ہے۔ کوئی شخص باوجود وسعت کے دوسرے کا حق نہ دیتا ہو تو اس کو طعن و ملامت کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ نبی ﷺ سے بیان کیا جاتا ہے: ”غنی آدمی کا حق ادا کرنے میں دیر کرنا یا ٹال مٹول کرنا (اس کے لیے) سزا اور (اس کی) آبرو کو حلال کر دیتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الاستقراض، باب لصاحب الحق مقال، قبل الحدیث : ٢٤٠١]

اسی طرح جو پہلے زیادتی کرے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دونوں گالیاں بکنے والے جو کچھ کہتے ہیں اس کا گناہ ان دونوں میں سے ابتدا کرنے والے پر ہے، جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النهی عن السباب : ٢٥٨٧۔ أبو داؤد، کتاب الأدب، باب المستبان : ٤٨٩٤]

کوئی شخص کسی کے منہ سے کسی کے لیے برا کلمہ نکلوائے تو وہ بھی اس کے تحت جائز ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا، وہ اپنے ہمسائے کی شکایت کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”جاؤ اور صبر کرو۔“ وہ پھر آپ کے پاس دو یا تین بار آیا تو آپ نے فرمایا: ”جا اپنا سامان راستے پر ڈال دے۔“ چنانچہ اس نے اپنا مال و متاع راستے پر ڈال دیا۔ لوگ اس سے پوچھنے لگے (کہ کیا ہوا؟) تو اس نے انھیں اپنے ہمسائے کا سلوک بتایا۔ تو لوگ اسے لعنت ملامت کرنے لگے کہ اللہ اس کے ساتھ ایسے کرے اور ایسے کرے۔ تو وہ ہمسایہ اس کے پاس آیا اور اس سے بولا، اپنے گھر میں واپس چلے جاؤ، (آئندہ) میری طرف سے کوئی ناپسندیدہ سلوک نہیں دیکھو گے۔ [أبو داؤد، کتاب الأدب، باب فی حق الجوار : ٥١٥٣]

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾

”اگر تم کوئی نیکی ظاہر کرو، یا اسے چھپاؤ، یا کسی برائی سے درگزر کرو تو بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔“

جس پر زیادتی ہوئی ہو اس کے لیے جائز قرار دیا گیا کہ وہ اپنا قضیہ حاکم کے سامنے پیش کرے اور اپنا بدلہ لے لے، لیکن اس آیت کریمہ میں اس سے بہتر اور افضل بات کی طرف راہنمائی کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص تمھارے ساتھ برائی کرے اور تم اسے معاف کر دو، تو تمھارے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف کرتا ہے،

حالانکہ وہ انتقام لینے پر قادر ہے۔ اس لیے اگر تم بھی قدرت ہونے کے باوجود معاف کر دیتے ہو تو یقین رکھو کہ اللہ ظاہر اور پوشیدہ ہر معاملے کو جانتا ہے، وہ تمھیں کبھی ضائع نہیں کرے گا اور تمھیں اس کا اچھے سے اچھا بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ﴾ [الشوریٰ : ۴۰] ''اور کسی برائی کا بدلہ اس کی مثل ایک برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سر بلندی عطا فرما دیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع : ۲۵۸۸]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک اللہ تعالیٰ مومن کو قریب کر لے گا، پھر اسے ڈھانپ لے گا (یعنی اس پر رحم کرے گا) اور اسے (مخلوق سے) چھپا لے گا اور فرمائے گا، کیا تو فلاں گناہ کا اقرار کرتا ہے؟ کیا تو فلاں گناہ کا اعتراف کرتا ہے؟ وہ عرض کرے گا، ہاں، اے پروردگار! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے تمام گناہوں کا اعتراف کرا لے گا اور وہ شخص اپنے دل میں خیال کرے گا کہ اب تو مارا گیا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا تھا اور آج میں تیرے گناہوں کو معاف کیے دیتا ہوں۔ پھر اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی۔'' [بخاری، کتاب المظالم، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ ألا لعنة الله على الظالمين ﴾ : ۲۴۴۱]

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کوئی راستہ اختیار کریں۔ یہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

منافقین کے قبیح اعمال و اقوال بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے اللہ تعالیٰ نے ان یہود و نصاریٰ کی سرزنش کی ہے جو اس کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور انھوں نے ایمان لانے میں اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کر دیا ہے۔ پھر بعض انبیاء پر ان کا ایمان ہے اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور یہ محض اپنی خواہش و عادت اور اپنے آبا و اجداد کی تقلید کی وجہ سے ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے۔ یہودیوں پر اللہ لعنت کرے،

ان کا دیگر انبیاء پر تو ایمان تھا مگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں تھا۔ اسی طرح نصرانیوں کا دیگر انبیاء پر تو ایمان تھا مگر خاتم النبیین اور اشرف المرسلین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرتے تھے۔ بہر حال مقصود یہ ہے کہ جو کسی بھی نبی کے ساتھ کفر کرے تو گویا کہ اس نے تمام انبیاء کے ساتھ کفر کیا، کیونکہ ہر اس نبی پر ایمان لانا واجب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا، لہٰذا جو شخص حسد یا عصبیت یا خواہش کی وجہ سے کسی بھی نبی کی نبوت کا انکار کرے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جن انبیاء پر اس کا ایمان ہے وہ بھی شرعی ایمان نہیں ہے، بلکہ وہ کسی غرض، خواہش اور عصبیت پر مبنی ہے۔ جیسا کہ ہمارے زمانے کے مادہ پرستوں نے مسجد کی حد تک نماز، بازاروں میں سود، عدالتوں اور حکومت کے شعبوں میں کفر یہ قوانین، سب کچھ ملا کر اس کا نام اسلام رکھا ہے اور بعض نے کہا کہ قرآن کو تو حجت مانیں گے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو نہیں مانیں گے، کیوں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بعد میں لکھی گئیں، یہ منکرین حدیث بھی انھیں لوگوں میں شامل ہیں۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىِٕكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع ۲۱

”اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہ کی، یہی لوگ ہیں جنھیں وہ عنقریب ان کے اجر دے گا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اس سے مراد امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہر کتاب اور ہر اس نبی پر ایمان رکھتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں ان کا پورا پورا بدلہ دے گا اور ان سے اگر کوئی تقصیر ہوئی ہوگی تو اسے معاف کر دے گا اور از روئے رحمت ان کی نیکیوں کو کئی گنا بڑھا دے گا۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ : انبیائے کرام علیہم السلام کے درمیان تفریق نہ کرنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس طرح حکم دیتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٣٦] ”کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ﴾ [البقرة : ٢٨٥] ”رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر

ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔“

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں، جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں اور جنت حق ہے، جہنم حق ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دے گا، خواہ وہ کیسا ہی عمل کرتا ہو۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی: ﴿ یأہل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ﴾ : ۳۴۳۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعًا : ۲۸]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے: ① وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور (پھر) محمد ﷺ پر بھی ایمان لائے۔ ② وہ مملوک غلام، جو اللہ کے حق کو اور اپنے مالک کے حق کو ادا کرتا رہے۔ ③ وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور اس کی عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی و اعلیٰ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا، پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمتہ و أہلہ : ۹۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ : ۱۵۴]

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَ اٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

”اہل کتاب تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتارے، سو وہ تو موسیٰ سے اس سے بڑی بات کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے کہا ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھلا، تو انھیں بجلی نے ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑ لیا، پھر انھوں نے بچھڑے کو پکڑ لیا، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکی تھیں، تو ہم نے اس سے درگزر کیا اور ہم نے موسیٰ کو واضح غلبہ عطا کیا۔“

یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر پوری تورات لکھی ہوئی نازل ہوئی تھی، اسی طرح آسمان سے ہمارے لیے کوئی کتاب اترنی چاہیے، تاکہ ہم تمھارے اوپر ایمان لے آئیں۔ یہ بات انھوں نے ہٹ دھرمی اور کفر کی وجہ سے کہی تھی، ورنہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے لیے تورات میں بیان کردہ دلائل و براہین کے بعد انھیں کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان کے اس مطالبہ پر حیرت نہ کریں، انھوں نے تو موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا کہ ہمیں اللہ کو ان ظاہری آنکھوں سے دکھا دو۔ تو آسمان سے بجلی نے انھیں ان

کے عناد و تکبر کی وجہ سے اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے، پھر اللہ نے ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے انھیں دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے بچھڑے کو معبود بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی اور جب موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے واپس آئے اور دوبارہ انھیں توحید کی دعوت دی اور شرک پر ان کی سرزنش کی، تب انھوں نے توبہ کی اور اللہ نے انھیں پھر معاف کر دیا۔

یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ : یہاں یہود کی جہالت کے بیان کا مقصد ان کی سرکشی اور طبعی ضد و عناد کو واضح کرنا ہے۔ ان کا مقصد آپ پر ایمان لانا تو تھا نہیں، محض شرارت کے لیے اور لاجواب کرنے کے لیے نت نئے اعتراضات پیش کرتے رہتے۔ ان میں سے ایک ان کی یہ فرمائش بھی تھی کہ موسیٰ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تختیاں ملی تھیں، آپ بھی اللہ کے ہاں سے اسی طرح کتاب لا کر دکھائیں، تاکہ ہم آپ کی تصدیق کریں اور آپ پر ایمان لائیں۔ کفار مکہ نے بھی ایسا ہی سوال کیا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ٩٣] ”اور ہم تیرے چڑھنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔ تو کہہ میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر کے سوا کچھ نہیں جو رسول ہے۔“

فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ : یعنی تمھاری اس فرمائش کے عین مطابق موسیٰ علیہ السلام کتاب لائے تو تم نے اس سے بڑا مطالبہ پیش کر دیا، یعنی یہ کہ ہمیں واضح طور پر سامنے اللہ تعالیٰ کا دیدار کراؤ۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [البقرة : ٥٥، ٥٦] ”اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ہرگز تیرا یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ لیں، تو تمھیں بجلی نے پکڑ لیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے تمھیں تمھارے مرنے کے بعد زندہ کیا، تاکہ تم شکر کرو۔“

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ : یعنی اگرچہ بلادِ مصر میں موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں وہ کھلی نشانیاں اور زبردست دلائل دیکھ چکے تھے اور یہ مشاہدہ کر چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے دشمن فرعون کو اس کے تمام لشکروں سمیت سمندر میں غرق کر دیا تھا اور انھیں سمندر سے صحیح سلامت پار کر دیا تھا، مگر سمندر پار کرنے کے بعد ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ ان کا جب ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جو اپنے بتوں کی عبادت کرتے تھے تو یہ کہنے لگے: ﴿ اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ﴾ [الأعراف : ١٣٨] ”ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں۔“

وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾

"اور ہم نے ان پر پہاڑ کو ان کا پختہ عہد لینے کے ساتھ اٹھا کھڑا کیا اور ہم نے ان سے کہا دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں زیادتی مت کرو اور ہم نے ان سے ایک مضبوط عہد لیا۔"

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ : بنی اسرائیل نے تورات کے احکام کی پابندی کرنے سے انکار کر دیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام جس دین و شریعت کو لائے تھے اس کی حکم عدولی ان سے ظاہر ہو رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر پہاڑ کو بلند کر دیا اور ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مانو، تو انھوں نے ماننا شروع کر دیا اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے، مگر حالت سجدہ میں بھی اوپر کی طرف دیکھ رہے تھے کہ کہیں پہاڑ ان پر گر نہ جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ ﴾ [الأعراف : ۱۷۱] "اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھایا، جیسے وہ ایک سائبان ہو اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ ان پر گرنے والا ہے۔ جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو۔"

وَ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا : دوسری حرکت انھوں نے یہ کی کہ جب انھیں شہر میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کا حکم ہوا تو وہ کولھوں کے بل داخل ہوئے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(یہودی شہر کے) دروازے میں کولھوں کے بل داخل ہوئے تھے۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و إذ قلنا ادخلوا هذه القرية ﴾ : ٤٤٧٩۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة : ٣٠١٥]

وَ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا : اہل کتاب سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار نہیں کریں گے، لیکن انھوں نے اس عہد کو بھی توڑ دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱٦۳] "اور ان سے اس بستی کے بارے پوچھ جو سمندر کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتے کے دن سر اٹھائے ہوئے ان کے پاس آتیں اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہ آتی تھیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔"

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾

’’پھر ان کے اپنے عہد کو توڑ دینے ہی کی وجہ سے (ہم نے ان پر لعنت کی) اور ان کے اللہ کی آیات کا کفر کرنے اور ان کے انبیاء کو کسی حق کے بغیر قتل کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں، بلکہ اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے مہر کر دی تو وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔‘‘

یہ ان گناہوں کا ذکر ہے جن کا یہودیوں نے ارتکاب کیا اور انھی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کو واجب قرار دے کر انھیں ہدایت سے محروم کر دیا۔ انھوں نے اس عہد و پیمان کو توڑ دیا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ آیات سے مراد دلائل و براہین اور وہ معجزات ہیں جن کا انھوں نے انبیاء کے ہاتھوں مشاہدہ کیا تھا۔ ان کے جرائم کی کثرت اور انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں جرأت اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ انھوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی ایک بہت بڑی جماعت کو شہید کر دیا تھا اور انھوں نے تکبر میں آ کر کہا کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں، ان میں انبیاء کی باتیں داخل نہیں ہوتیں تو ہمارا کیا قصور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کر دی اور کہا کہ بات بالکل برعکس ہے، اللہ نے تو ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اس لیے اب حق قبول کرنے کی استعداد تقریباً ختم ہو چکی ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ : بنی اسرائیل کی عہد شکنی کا ذکر قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ٦٣، ٦٤] ’’اور جب ہم نے تمھارا پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا۔ پکڑو قوت کے ساتھ جو ہم نے تمھیں دیا ہے اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔ پھر تم اس کے بعد پھر گئے تو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرة : ٨٣ تا ٨٥] ’’اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور ماں باپ اور قرابت والے اور یتیموں اور مسکینوں سے احسان کرو گے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے اور تم منہ پھیرنے والے تھے۔ اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم اپنے خون نہیں بہاؤ

گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے، پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود شہادت دیتے ہو۔ پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد گناہ اور زیادتی کے ساتھ کرتے ہو، اور اگر وہ قیدی ہو کر تمھارے پاس آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو، حالانکہ اصل یہ ہے کہ ان کا نکالنا تم پر حرام ہے، پھر کیا تم کتاب کے بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تو اس شخص کی جزا جو تم میں سے یہ کرے اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔“

وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴾ [البقرة : ۸۷] ”پھر کیا جب بھی کوئی رسول تمھارے پاس وہ چیز لے کر آیا جسے تمھارے دل نہ چاہتے تھے، تم نے تکبر کیا تو ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔“

وَقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [البقرة : ۸۸] ”اور انھوں نے کہا ہمارے دل غلاف میں (محفوظ) ہیں، بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی، پس وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ (جب گناہ بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں تو وہ سیاہ نقطہ) سارے دل پر چھا جاتا ہے۔“ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة ویل للمطففین : ۳۳۳٤۔ مستدرك حاکم : ۲/ ۵۱۷، ح : ۳۹۰۸]

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ : یعنی بعض انبیاء کا انکار خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۰۱] ”اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول اس کی تصدیق کرنے والا آیا جو ان کے پاس ہے تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے، جنھیں کتاب دی گئی تھی، اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا، جیسے وہ نہیں جانتے۔“

وَ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۙ﴿۱۵۶﴾

”اور ان کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر ان کے بہت بڑا بہتان باندھنے کی وجہ سے۔“

﴿ بِكُفْرِهِمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھنے کے باوجود ان کی نبوت کا انکار کر کے

صریح کفر کا ارتکاب کیا اور پھر مریم علیہا السلام کی طرف زنا کی نسبت کر کے مزید بہتان باندھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۝ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴾ [مریم : ۲۷، ۲۸] ''پھر وہ اسے اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لے آئی، انھوں نے کہا اے مریم! یقیناً تو نے تو بہت برا کام کیا ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں کوئی بدکار تھی۔''

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

''اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ بلاشبہ ہم نے ہی مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا، جو اللہ کا رسول تھا، حالانکہ نہ انھوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے اس (مسیح) کا شبیہ بنا دیا گیا اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے، یقیناً اس کے متعلق بڑے شک میں ہیں، انھیں اس کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ انھوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو قتل کر دیا تھا اور یہودی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ''رسول اللہ'' حقارت اور مذاق کے طور پر کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کی تردید کی اور کہا کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا اور نہ پھانسی دی، بلکہ وہ شبہ میں ڈال دیے گئے۔ اسی لیے اللہ نے کہا کہ جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا ہے، دراصل وہ شک میں مبتلا ہوئے ہیں۔ ان کے پاس اس بارے میں کوئی صحیح علم نہیں ہے، وہ تو محض ظن و گمان سے ایک بات کہتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی طرف بلا لیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ ﴾ [آل عمران : ۵۵] ''جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تجھے قبض کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔''

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا : یہ نص صریح ہے اس بات پر کہ جسم اور روح دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف آسمان پر اٹھا لیا، جہاں وہ زندہ موجود ہیں۔ قیامت سے پہلے وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے، چالیس سال یہاں زندگی گزاریں گے اور دجال کو قتل کرنے کے بعد طبعی موت فوت ہوں گے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے ناسوتی بدن کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھایا جانا اور ان کی حیات، یہ امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے، جس کی بنیاد

قرآنی تصریحات اور ان تفصیلات پر ہے جو احادیث میں وارد ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام اصحابِ تفسیر اور ائمہ حدیث اس پر متفق ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے بدن سمیت زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ لہٰذا حیاتِ مسیح کے انکار سے قرآن وحدیث کا انکار لازم آتا ہے، جو موجب گمراہی ہے۔ [التلخیص الحبیر : ۳۱۹]

وَ اِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ ۚ وَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا ۚ﴿۱۵۹﴾

”اور اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔“

یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں نزول ہوگا اور وہ دجال کو قتل کر کے اسلام کا بول بالا کریں گے، تو اس وقت جتنے یہودی اور نصرانی ہوں گے وہ انھیں بھی قتل کر ڈالیں گے اور روئے زمین میں مسلمان کے سوا کوئی اور باقی نہیں بچے گا۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام جزیہ موقوف کر دیں گے اور یہود ونصاریٰ میں سے جو اسلام قبول نہیں کرے گا، اسے قتل کر دیں گے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جلد ہی تم میں عیسیٰ علیہ السلام ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے، وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے، نیز تب مال کی اس قدر فراوانی ہو جائے گی کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہوگا۔“ یہ بیان کرنے کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا﴾ [النساء : ۱۵۹] ”اور اہل کتاب میں کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لائے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب نزول عیسی ابن مریم : ۳۴۴۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب نزول عیسی ابن مریم حاکمًا : ۱۵۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابن مریم علیہما السلام ”فج الروحاء“ نامی جگہ سے حج یا عمرے یا دونوں کا اکٹھا ہی تلبیہ پکاریں گے۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب إهلال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و هدیه : ۱۲۵۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے تو وہ خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو مٹا دیں گے، آپ کے لیے نماز کو جمع کیا جائے گا اور (لوگوں کو) مال سے اس قدر نوازا جائے گا کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ آپ خراج کو ختم کر دیں گے، مقام روحاء میں نازل ہوں گے اور وہاں سے حج یا عمرے یا دونوں ہی کا احرام باندھیں گے۔“ اس کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی: ﴿وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ﴾ حنظلہ کا خیال ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ہر اہل کتاب

عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لے آئے گا، لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا حصہ ہے، یا یہ بات سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی۔ [مسند أحمد : ٢/ ٢٩٠، ح : ٧٩٢٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارا کیا حال ہوگا جب تم میں مسیح ابن مریم نازل ہوں گے اور تمھارا امام تمھی میں سے ہوگا۔'' [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام : ٣٤٤٩۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم حاكمًا بشريعة نبينا محمد ﷺ : ٢٤٤/ ١٥٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام انبیاء بھائی بھائی ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں مگران کا دین ایک ہے، میں عیسیٰ علیہ السلام کا اور لوگوں کی نسبت زیادہ قریبی ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے مابین اور کوئی نبی نہیں ہے اور وہ نازل ہونے والے ہیں، تم انھیں دیکھو گے تو پہچان لو گے کہ وہ ایک ایسے شخص ہوں گے جن کا قد درمیانہ اور رنگ سرخ سفیدی مائل ہوگا، انھوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے پہن رکھے ہوں گے۔ سر سے یوں محسوس ہوگا جیسے پانی کے قطرے گر رہے ہوں، حالانکہ وہ گیلا نہیں ہوگا۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے علاوہ تمام ملتوں کو ہلاک کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کو بھی ہلاک کر دے گا۔ پھر زمین اس قدر پر امن ہو جائے گی کہ شیر اونٹوں کے ساتھ، چیتے گائیوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ مل کر چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے، مگر سانپ انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہیں گے اور پھر فوت ہو جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔'' [مسند أحمد : ٢/ ٤٠٦، ح : ٩٢٩٢۔ أبو داؤد، كتاب الملاحم، باب خروج الدجال : ٤٣٢٤۔ ابن حبان : ٦٨٢١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو جب تک رومی مقام اعماق یا دابق پر حملہ آور نہ ہوں گے، ان کے مقابلے کے لیے مدینہ سے ایک ایسا لشکر نکلے گا جو اس وقت روئے زمین کے بہترین لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ جب وہ ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوں گے تو رومی کہیں گے، ہمیں چھوڑ دو، تاکہ ہم ان لوگوں سے جنگ کریں جنھوں نے ہمارے آدمیوں کو قیدی بنا لیا ہے، مسلمان جواب دیں گے، نہیں! اللہ کی قسم! ہم تمھیں اپنے بھائیوں سے جنگ نہیں کرنے دیں گے، مگر جب وہ ان سے لڑائی کریں گے تو ان میں سے ایک تہائی پسپائی اختیار کر لیں گے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں کرے گا، ایک تہائی شہید ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل شہید ہوں گے اور ایک تہائی فتح یاب ہو جائیں گے اور یہ لوگ آئندہ کبھی فتنے میں مبتلا نہیں ہوں گے اور بعد ازاں یہ لوگ قسطنطنیہ فتح کر لیں گے، پھر وہ اپنی غنیمتوں کو تقسیم کر رہے ہوں گے اور انھوں نے زیتون کے ساتھ اپنی تلواروں کو لٹکا رکھا ہوگا کہ اچانک شیطان ان میں چیخ کر کہے گا کہ مسیح (دجال) تمھارے پیچھے

تمھارے اہل و عیال میں موجود ہیں، تو سب لوگ واپس جا کر دیکھیں گے مگر یہ بات جھوٹی ہوگی، لیکن جب وہ شام آئیں گے تو مسیح (دجال) کا خروج ہوگا۔ مسلمان لڑائی کے لیے صفوں کو درست کر رہے ہوں گے، تب نماز کھڑی ہوگی تو عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ ان کے امام کو امامت کروانے کا کہیں گے۔ جب اللہ کا دشمن (مسیح دجال) آپ کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ اگر آپ اسے چھوڑ دیں تو وہ پگھل پگھل کر خود ہی ہلاک ہو جائے، مگر اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور آپ کے نیزے پر اس کا خون دکھائے گا۔''

[مسلم، كتاب الفتن، باب في فتح قسطنطينية و خروج الدجال و نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام : ٢٨٩٧]

ان احادیث میں آسمان پر اٹھائے جانے کے علاوہ قیامت کے قریب ان کے نزول کا ذکر ہے، یہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہیں۔ ان کے راویوں میں سیدنا ابوہریرہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا عثمان بن ابی العاص، سیدنا ابوامامہ، سیدنا نواس بن سمعان، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص، اور سیدنا ابو سَرِیْحَہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ان احادیث میں آپ کے نزول کی صفت اور جگہ کا بیان ہے۔ مسیح علیہ السلام کا اپنے جسم کے ساتھ اٹھایا جانا، وہاں ان کا زندہ موجود ہونا، دوبارہ دنیا میں آ کر کئی سال رہنا اور دجال کو قتل کرنے کے بعد اپنی طبعی موت مرنا امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے اور اس کی بنیاد قرآنی تصریحات اور ان تفصیلات پر ہے جو احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔ لہٰذا حیات مسیح کے انکار سے قرآن و حدیث کا انکار لازم آتا ہے، جو سراسر گمراہی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہود تم سے ضرور جنگ کریں گے، چنانچہ تم انھیں یقیناً قتل کر دو گے، حتیٰ کہ پتھر بھی کہے گا، اے مسلم! یہ یہودی ہے، آؤ اور اسے قتل کرو۔'' [بخاری، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ٣٥٩٣۔ مسلم، كتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر......الخ : ٢٩٢١]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کر لیں، مسلمان یہودیوں کو قتل کر دیں گے، حتیٰ کہ یہودی پتھروں یا درختوں کے پیچھے چھپتے پھریں گے اور حجر و شجر پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، آؤ اور اسے قتل کر دو، سوائے غرقد کے درخت کے، وہ ایسا نہیں کہے گا، کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔'' [بخاری، كتاب الجهاد و السير، باب قتال اليهود : ٢٩٢٦۔ مسلم، كتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر......الخ : ٢٩٢٢]

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾

''تو جو لوگ یہودی بن گئے، ان کے بڑے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں، جو ان کے لیے

حلال کی گئی تھیں اور ان کے اللہ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔ اور ان کے سود لینے کی وجہ سے، حالانکہ یقیناً انھیں اس سے منع کیا گیا تھا اور ان کے لوگوں کے اموال باطل طریقے کے ساتھ کھانے کی وجہ سے اور ہم نے ان میں سے کفر کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودیوں کے ظلم اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اس نے ان کے لیے بہت سی ایسی پاکیزہ چیزوں کو بھی حرام قرار دے دیا تھا، جسے ان کے لیے پہلے حلال قرار دیا تھا۔ یہ حرمت قدری بھی ہو سکتی ہے، یعنی اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ انھوں نے اپنی کتاب کی تاویل کی اور احکام الٰہی کو بدل کر بہت سی حلال چیزوں کو اپنے اوپر تشدد، سختی اور تنگی کے باعث حرام قرار دے لیا اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس حرمت سے مراد شرعی حرمت ہو اور اس کے معنی یہ ہوں کہ بہت سی چیزیں جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں، اللہ نے تورات میں انھیں ان کے لیے حرام قرار دے دیا تھا۔ اس کے علاوہ لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے، سود کھاتے تھے اور لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھا جایا کرتے تھے۔ ان جرموں کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَايَاۤ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٤٦] "اور ان لوگوں پر جو یہودی بن گئے، ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر دونوں کی چربیاں حرام کر دیں، سوائے اس کے جو ان کی پشتیں یا انتڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں، یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہو۔ یہ ہم نے انھیں ان کی سرکشی کی جزا دی اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ﴾ [آل عمران : ٩٣] "کھانے کی ہر چیز بنی اسرائیل کے لیے حلال تھی مگر جو اسرائیل نے اپنے آپ پر حرام کر لی، اس سے پہلے کہ تورات اتاری جائے۔"

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾

ع ۲۲

"لیکن ان میں سے وہ لوگ جو علم میں پختہ ہیں اور جو مومن ہیں، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور جو خاص کر نماز ادا کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہیں، یہ لوگ ہیں جنھیں ہم عنقریب بہت بڑا اجر عطا کریں گے۔"

علم میں پختہ وہ لوگ ہیں جو منزل من اللہ وحی کے متلاشی ہوں اور وہیں سے دلیل اور راہنمائی حاصل کریں۔ لکیر کے فقیر نہ ہوں، نہ تقلید آبا کے پابند ہوں، جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی، جنھوں نے یہودیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت رسول تسلیم کر لیا تھا۔ ان کے لیے اللہ کے ہاں دوہرا اجر ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے: ① وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور (پھر) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے۔ ② مملوک غلام، جب کہ وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالکوں کے حق کو ادا کرتا رہے۔ ③ اور وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی اور عمدہ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا۔ پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته وأهله : ٩٧]

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَّالنَّبِيِّنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾

''بلاشبہ ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد (دوسرے) نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔''

یہ ان کے اس اعتراض اور مطالبے کا اصل جواب ہے کہ ''آپ تورات کی طرح آسمان سے اکٹھی کتاب نازل کروائیں۔'' یعنی وحی اور دعوت الی الحق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ دوسرے انبیاء سے مختلف نہیں ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام سے لے کر جتنے انبیاء و رسل بھیجے گئے ہیں سب کو الگ الگ معجزات ملے اور تورات کے علاوہ کسی کو بھی یک بارگی کتاب نہیں دی گئی۔ پھر جب یک بارگی کتاب ان پر نازل نہ ہونے سے ان کی نبوت پر حرف نہیں آتا تو یہ آپ کی نبوت کے لیے کیسے موجب قدح ہو سکتا ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام سے پہلے بھی بہت سے انبیاء آئے تھے مگر اولوالعزم اور صاحب شریعت نبی سب سے پہلے نوح علیہ السلام تھے۔ آگے فرمایا کہ تم زبور کو تو اللہ تعالیٰ کی کتاب تسلیم کرتے ہو، حالانکہ وہ بھی سیدنا داؤد علیہ السلام پر تورات کی مثل تختیوں کی شکل میں نازل نہیں ہوئی تھی، پھر قرآن کے منزل من اللہ ہونے کا کیوں انکار کرتے ہو؟

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾

''اور بہت سے رسولوں کی طرف جنھیں ہم اس سے پہلے تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے ایسے رسولوں کی طرف

جنھیں ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا، خود کلام کرنا۔“

جن نبیوں اور رسولوں کے اسمائے گرامی اور ان کے واقعات قرآن کریم میں بیان کیے گئے ان کی تعداد ۲۴ یا ۲۵ ہے: ① آدم علیہ السلام ② ادریس علیہ السلام ③ نوح علیہ السلام ④ ہود علیہ السلام ⑤ صالح علیہ السلام ⑥ ابراہیم علیہ السلام ⑦ لوط علیہ السلام ⑧ اسماعیل علیہ السلام ⑨ اسحاق علیہ السلام ⑩ یعقوب علیہ السلام ⑪ یوسف علیہ السلام ⑫ ایوب علیہ السلام ⑬ شعیب علیہ السلام ⑭ موسیٰ علیہ السلام ⑮ ہارون علیہ السلام ⑯ یونس علیہ السلام ⑰ داؤد علیہ السلام ⑱ سلیمان علیہ السلام ⑲ الیاس علیہ السلام ⑳ الیسع علیہ السلام ㉑ زکریا علیہ السلام ㉒ یحییٰ علیہ السلام ㉓ عیسیٰ علیہ السلام ㉔ ذوالکفل علیہ السلام (اکثر مفسرین کے نزدیک) ㉕ ان سب کے سردار سیدنا محمد ﷺ۔ ان کے علاوہ بہت سے انبیائے کرام ہیں جن کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہوا۔

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ﴾ [الأعراف : ۱۴۳] ”اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا۔“

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾

”ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے خوشخبری سنانے اور ڈرانے کے لیے اپنی کتابیں نازل فرمائیں، اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور وہ سب کچھ واضح فرما دیا جسے وہ پسند فرماتا اور ناپسند فرماتا ہے، تاکہ کسی کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے کہ اسے تو خبر ہی نہ ہوئی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۳۴] ”اور اگر ہم واقعی انھیں اس سے پہلے کسی عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے، اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوں اور رسوا ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْلَاۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [القصص : ۴۷] ”اور اگر یہ نہ ہوتا کہ انھیں اس کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچے گی جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہو جاتے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیور کوئی نہیں، اسی وجہ سے اس نے ظاہری اور خفیہ تمام برائیوں کو حرام قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ مدح کو پسند کرنے والا بھی کوئی نہیں، اسی وجہ سے اس نے اپنی ذات کی خود مدح فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر کو پسند کرنے والا بھی کوئی نہیں،
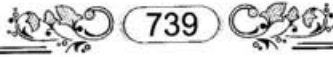
یہی وجہ ہے کہ اس نے کتاب اتاری اور ڈرانے والے (رسول) بھیجے (تاکہ لوگوں کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے)۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالی : ﴿ ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ﴾ : ٤٦٣٤۔ مسلم، کتاب التوبة، باب غيرة الله تعالى وتحريم الفواحش : ۳۵/ ۲۷٦۰]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے عذر کے سلسلے میں حجت تمام کر دی جس کی مدت کو مؤخر کیا، یہاں تک کہ وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ گیا۔" [بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستين سنة فقد أعزر الله إليه : ٦٤١٩]

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ﴿۱۶۶﴾

"لیکن اللہ شہادت دیتا ہے اس کے متعلق جو اس نے تیری طرف نازل کیا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے اور فرشتے شہادت دیتے ہیں اور اللہ کافی گواہ ہے۔"

یعنی اگرچہ آپ کی تکذیب اور مخالفت کرنے والے اس بات کے منکر ہیں مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور آپ پر اس نے اپنی کتاب کو نازل فرمایا ہے۔ کتاب سے مراد وہ قرآن مجید ہے کہ ﴿ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٤٢] "اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔"

اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ : یعنی اپنے اس علم کے مطابق جس کے بارے میں اس نے اپنے بندوں کو مطلع فرمانا چاہا۔ جس میں ماضی اور مستقبل سے متعلق غیب کی باتیں اور اللہ تعالیٰ کی وہ صفات مقدسہ بھی شامل ہیں جنھیں کوئی نبی مرسل اور ملک مقرب اس وقت تک معلوم نہیں کر سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو علم سے نہ نواز دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ﴾ [البقرة : ٢٥٥] "اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرتے مگر جتنا وہ چاہے۔"

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۙ﴿۱۶۸﴾

"بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا یقیناً وہ گمراہ ہو گئے، بہت دور گمراہ ہونا۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں بخشے اور نہ یہ کہ انھیں کسی راستے کی ہدایت دے۔"

ان لوگوں سے مراد یہودی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خود بھی ایمان نہیں لاتے تھے اور لوگوں کو بھی یہ کہہ کر روکا کرتے تھے کہ اس شخص کی کوئی صفت ہماری کتاب میں مذکور نہیں، یا یہ کہ نبوت کا دائرہ ہارون اور داؤد علیہما السلام کی اولاد تک محدود

ہے، یا یہ کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت منسوخ نہیں ہو سکتی۔ ان کی اس قسم کی کوششوں ہی کو قرآن نے ''بہت دور گمراہ ہونا'' فرمایا ہے۔

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾

''سوائے جہنم کی راہ کے، جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، اور یہ ہمیشہ سے اللہ پر بہت آسان ہے۔''

یعنی جب کفر کی حالت ہی میں مر جائیں گے اور مرنے سے پہلے توبہ نہیں کریں گے تو سیدھے جہنم میں جائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو جہنم میں لے جانا اور پھر ہمیشہ وہاں رکھنا اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں ہے۔ لہٰذا اب بھی ان کے لیے موقع ہے کہ کفر و عناد سے باز آ جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کر لیں۔

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا : یعنی جو شخص اپنے غلط طرز عمل اور حق پوشی کی وجہ سے گمراہی میں دور جا پڑے، اس کے لیے پھر جہنم ہی کا راستہ آسان ہوتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾ [واللیل : ۸ تا ۱۰] ''اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ ﴾ [واللیل : ۵ تا ۷] ''پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔''

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾

''اے لوگو! بلاشبہ تمھارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمھارے رب کی طرف سے آیا ہے، پس تم ایمان لے آؤ، تمھارے لیے بہتر ہوگا اور اگر کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

متعدد وجوہ سے یہود کے شبہ کی تردید اور قرآن کی حقانیت ثابت کرنے کے بعد اب سب لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی جا رہی ہے جن میں یہود بھی شامل ہیں کہ جب یہ رسول برحق اور قرآن بھی اللہ کی سچی کتاب ہے تو تم کو چاہیے کہ اس دعوت کو قبول کر لو، اس میں تمھارا بھلا ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر ہے، ورنہ یاد رکھو کہ آسمان و زمین میں جتنی بھی مخلوق ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمھیں تمھارے برے اعمال پر سزا دینے کی بھی پوری قدرت رکھتا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [المائدة : ١٩] ”اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، رسولوں کے ایک وقفے کے بعد، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا اور نہ ڈرانے والا، تو یقیناً تمھارے پاس ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ا۟لَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٥٨] ”کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی اُمی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [إبراهيم : ٨] ”اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔“

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے انسان اور تمھارے جن سب ایک ایسے آدمی کی طرح ہو جائیں جو سب سے زیادہ متقی ہو تو اس سے میری بادشاہت میں ذرا سا بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور تمھارے پچھلے تمھارے انسان اور تمھارے جن سب ایک ایسے آدمی کی طرح ہو جائیں جو سب سے زیادہ بدکار ہو تو اس سے میری بادشاہت میں ذرا سی بھی کمی نہیں آئے گی۔“ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٧٧]

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٧١﴾

”اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ پر مت کہو مگر حق۔ نہیں ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم مگر اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ، جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے۔ پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لا

اور مت کہو کہ تین ہیں، باز آجاؤ، تمھارے لیے بہتر ہوگا۔ اللہ تو صرف ایک ہی معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بطور وکیل کافی ہے۔‘‘

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ : اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نصرانیوں کو دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ ہر دور میں یہ برائی ان کے اندر دوسروں کی بہ نسبت زیادہ پائی گئی۔ انھوں نے دین میں رہبانیت اور عورتوں سے کنارہ کشی کو اختیار کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا مقام دیا، بلکہ اپنے علماء اور راہبوں تک کو اپنا معبود بنا لیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة : ٣١] ’’انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔‘‘

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصرانیوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا تھا، میں تو صرف اس کا بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔‘‘ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ واذكر في الكتاب مريم إذ انتبذت من أهلها ﴾ : ٣٤٤٥]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دین میں غلو کرنے سے بچو، اس لیے کہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو نے ہلاک کر دیا۔‘‘ [نسائي، كتاب مناسك الحج، باب التقاط الحصى : ٣٠٥٩]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، اے محمد! اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! اے ہم میں سے بہترین انسان اور ہم میں سے بہترین انسان کے بیٹے! (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے لوگو! (اپنی گفتگو میں بھی) تقویٰ اختیار کرو، کہیں شیطان تمھارے دل و دماغ پر چھا نہ جائے، میں محمد بن عبد اللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔ اللہ کی قسم! میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اس سے بلند مرتبے پر پہنچاؤ، جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے سرفراز فرمایا ہے۔‘‘ [مسند أحمد : ٣/١٥٣، ح : ١٢٥٥٨۔ ابن حبان : ٦٢٤٠]

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ : یعنی وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے اور اس کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اور اس کا وہ کلمۂ بشارت ہیں جو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کلمے کے ذریعے سے پیدا فرمایا جس کے ساتھ اس نے جبریل علیہ السلام کو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا اور جبریل نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے اذن سے ان میں روح پھونک دی تھی اور اس طرح عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہو گئے تھے۔ اس طرح پیدائش کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہا جاتا تھا، کیونکہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے کلمہ ’’كُنْ‘‘ سے اور اس روح سے پیدا ہوئے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے جبریل کو دے کر بھیجا تھا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ اُمُّهٗ

صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ﴾ [المائدة : ۷۵] ’’نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴾ [آل عمران : ۵۹] ’’بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔‘‘

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں اور جنت حق ہے اور جہنم بھی حق ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دے گا، خواہ وہ کیسا ہی عمل کرتا ہو۔‘‘ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قوله تعالى : ﴿ يأهل الكتاب لا تغلوا في دينكم ﴾ : ۳۴۳۵]

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ [المائدة : ۱۹] ’’اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، رسولوں کے ایک وقفے کے بعد، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا اور نہ ڈرانے والا، تو یقیناً تمھارے پاس ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔‘‘

وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ : یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو اللہ کے شریک نہ بناؤ، اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے، یہ آیت کریمہ ایسے ہے جیسے سورۂ مائدہ کی یہ آیت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [المائدة : ۷۳] ’’بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ کوئی بھی معبود نہیں مگر ایک معبود، اور اگر وہ اس سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو یقیناً ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا انھیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴾ [المائدة : ۱۱۶] ’’اور جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ وہ کہے گا تو پاک ہے، میرے لیے بنتا ہی نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے یہ بات کہی تھی تو یقیناً تو نے اسے جان لیا، تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے، یقیناً تو ہی سب چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا:

﴿ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [المائدۃ : ۷۵، ۷۶] ''نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھ ان کے لیے ہم کس طرح کھول کر آیات بیان کرتے ہیں، پھر دیکھ کس طرح پھیرے جاتے ہیں۔ کہہ دے کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ کسی نقصان کی مالک ہے اور نہ نفع کی، اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا : یعنی سب کچھ اسی کی ملکیت اور اسی کی مخلوق ہے، وہ ہر چیز کا کارساز ہے تو مخلوق میں سے کوئی اس کی بیوی یا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ۱۰۱] ''وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مریم : ۸۸ تا ۹۵] ''اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔''

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝۱۷۲

''مسیح ہرگز اس سے عار نہ رکھے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ مقرب فرشتے ہی اور جو بھی اس کی بندگی سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب وہ ان سب کو اپنی طرف اکٹھا کرے گا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نصرانیوں کے باطل عقیدہ کے برعکس عظیم شہادت ہے کہ انھیں اللہ کا بندہ ہونے سے کب انکار ہو سکتا ہے۔ اللہ کے لیے عبودیت تو وہ عزت و شرف ہے جس پر انھیں ناز ہے۔

یہی شہادت اللہ نے مقرب فرشتوں کے لیے بھی دی ہے کہ انھیں بھی اللہ کے لیے اپنی عبودیت پر ناز ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جو اللہ کی عبادت سے منہ موڑے گا اور کبر وغرور سے کام لے گا تو اللہ انھیں قیامت کے دن حسبِ وعدہ جمع کرے گا اور ان کے بارے میں اپنا عادلانہ فیصلہ صادر فرمائے گا۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ۬ وَّ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

”پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو وہ انھیں ان کے اجر پورے دے گا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ بھی دے گا اور رہے وہ جنھوں نے عار سمجھا اور تکبر کیا تو وہ انھیں دردناک عذاب دے گا اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔“

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ : یعنی ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ اللہ انھیں ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلہ دے گا، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بنی آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے، سوائے روزے کے کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔“ [مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام : ۱۱۵۱/۱۶۱]

سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی راہ پر (جہاد) میں کوئی نفقہ دے تو اس کا اجر سات سو گنا لکھا جائے گا۔“ [ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبیل الله : ۱۶۲۵۔ مستدرك حاكم : ۸۷/۲، ح : ۲۴۴۱]

سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لگام ڈلی اونٹنی لایا اور کہا یہ جہاد کے لیے قبول کر لیجیے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس اونٹنی کے بدلے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمھیں سات سو اونٹنیاں عطا فرمائے گا جو سب کی سب لگام والی ہوں گی۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الصدقة فی سبیل الله و تضعیفها : ۱۸۹۲]

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ۶۰] ”اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“

﴿وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا یُقْضٰى عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾ [فاطر : ٣٦] ”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا﴾ [فاطر : ٣٩] ”وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں جانشین بنایا، پھر جس نے کفر کیا تو اس کا کفر اسی پر ہے اور کافروں کو ان کا کفر ان کے رب کے ہاں ناراضی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا اور کافروں کو ان کا کفر ان کے رب کے ہاں خسارے کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا۔“ اور فرمایا: ﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا ۝ لّٰبِثِیْنَ فِیْهَاۤ اَحْقَابًا ۝ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا ۝ جَزَآءً وِّفَاقًا ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝ وَّكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ كِتٰبًا ۝ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾ [النبا : ٢١ تا ٣٠] ”یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔ وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں۔ نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔ بلاشبہ وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بری طرح جھٹلانا۔ اور ہر چیز، ہم نے اسے لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔ پس چکھو کہ ہم تمھیں عذاب کے سوا ہرگز کسی چیز میں زیادہ نہیں کریں گے۔“

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۝ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ یَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۝

”اے لوگو! بلاشبہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آئی ہے اور ہم نے تمھاری طرف ایک واضح نور نازل کیا ہے۔ پھر جو لوگ تو اللہ پر ایمان لائے اور اسے مضبوطی سے تھام لیا تو عنقریب وہ انھیں اپنی خاص رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انھیں اپنی طرف سیدھے راستے کی ہدایت دے گا۔“

کافروں کے تمام گروہوں کے عقائد کی تردید کرنے کے بعد اللہ نے تمام بنی نوعِ انسان کو رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور کہا کہ ان کی نبوت کی صداقت پر حجت تمام ہو چکی اور حق کو واضح کرنے والا نور (قرآن کریم) آ چکا۔ اب جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئیں گے اور اپنے تمام امور میں اسی پر بھروسا کریں گے تو اللہ ان کے حال پر رحم کرے گا، انھیں جنت میں داخل کرے گا اور ان کے درجات بلند کرے گا اور صراطِ مستقیم کی طرف ان کی راہنمائی کرے گا۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴾ : قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی بہت بڑی دلیل ہے، یہی وہ نور ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا اور جس کی روشنی میں چل کر لوگ منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں، ارشاد فرمایا : ﴿ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٥٧] ”سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [المائدة : ١٥، ١٦] ”اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے ان میں سے بہت سی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے، جو تم کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں، سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْۤ اَنْزَلْنَا وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [التغابن : ٨] ”سو تم اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نبیوں میں سے ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اسی معجزہ کے مثل لوگ اس پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل کی ہے (اور یہ سب سے بڑا معجزہ ہے)، لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن پیروکاروں کے لحاظ سے میں ان تمام انبیاء سے بڑھ جاؤں گا۔“ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی و أول ما نزل؟ : ٤٩٨١]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(جان لو!) میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جسے اگر تم نے مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے کتاب اللہ۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ١٢١٨]

طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا رسول اللہ ﷺ نے کوئی وصیت کی تھی؟ انھوں نے کہا، نہیں۔ تو میں نے کہا، یہ کیا کہ لوگوں پر تو وصیت فرض کی گئی اور انھیں حکم دیا گیا کہ وہ وصیت کریں، جبکہ آپ ﷺ نے وصیت نہیں کی؟ انھوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے کتاب اللہ (کو مضبوطی سے تھامنے) کی وصیت کی تھی۔
[بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب الوصاة بکتاب اللہ عز وجل : ٥٠٢٢]

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٧٦﴾

”وہ تجھ سے فتویٰ مانگتے ہیں، کہہ دے اللہ تمھیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی آدمی مر جائے، جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لیے اس کا نصف ہے جو اس نے چھوڑا اور وہ (خود) اس (بہن) کا وارث ہوگا، اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر وہ دو (بہنیں) ہوں تو ان کے لیے اس میں سے دو تہائی ہوگا جو اس نے چھوڑا اور اگر وہ کئی بھائی بہن مرد اور عورتیں ہوں تو مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوگا۔ اللہ تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

اس آیتِ کریمہ میں ”کلالہ“ کی میراث کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں کلالہ اس آدمی کو کہتے ہیں جس کی نہ کوئی اولاد ہو اور نہ باپ۔ لفظ ”کلالہ“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میت کی شاخیں، یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا اور پڑپوتی وغیرہ اور اس کے مذکر اصول یعنی باپ، دادا اور پڑدادا وغیرہ ماں کی طرف سے جو اخیافی اولاد ہے اسے ساقط کر دیتے ہیں۔

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورۂ براءت ہے اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ﴿ يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ﴾ ہے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ يستفتونك قل الله يفتيكم في الكللة ﴾ : ٤٦٠٥۔ مسلم، كتاب الفرائض، باب آخر آية أنزلت آية الكللة : ١١ / ١٦١٨]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں اس وقت بیمار اور بے ہوش تھا۔ آپ نے وضو فرمایا، پھر مجھ پر پانی کے چھینٹے مارے، یا آپ نے فرمایا کہ اس پر پانی کے چھینٹے مارو تو اس سے میں ہوش میں آ گیا۔ تب میں نے عرض کی کہ میں تو کلالہ ہوں، سو میراث کی تقسیم کیسے عمل میں لائی جائے گی؟ چنانچہ اس موقع پر آیتِ فرض (میراث) نازل ہوئی۔ [بخاري، كتاب المرض، باب وضوء العائد للمريض : ٥٦٧٦۔ مسلم، كتاب الفرائض، باب ميراث الكللة : ١٦١٦]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری آرزو تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے فراق سے پہلے تین چیزوں کی وضاحت فرما دیں، دادا کی میراث، کلالہ کے بارے میں حکم اور ربا کے مسائل میں سے کچھ مسائل۔ [بخاري، كتاب الأشربة، باب ما جاء في أن الخمر ما خامر العقل : ٥٥٨٨۔ مسلم، كتاب التفسير، باب في نزول تحريم الخمر : ٣٠٣٢]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی چیز کے بارے میں اس قدر کثرت سے سوال نہیں کیا جس کثرت سے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلالہ کے بارے میں پوچھا تھا، حتیٰ کہ آپ نے اپنی انگلی میرے سینے پر ماری اور فرمایا: ''تمھارے لیے موسم گرما میں نازل ہونے والی یہ آیت کافی ہے جو سورۂ نساء کے آخر میں ہے۔'' [مسند أحمد : ٤٨/١، ح : ٣٤٣۔ مسلم، کتاب الفرائض ، باب میراث الکلالۃ : ١٦١٧]

اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ : اسود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ہمارے ایک مسئلہ میں اسی طرح فیصلہ کیا تھا کہ بیٹی کے لیے نصف اور بہن کے لیے بھی نصف حصہ ہے، پھر سلیمان (راوی) نے یہ بھی کہا کہ انھوں نے ہمارے ایک مسئلے میں اس طرح فیصلہ کیا تھا، اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ فیصلہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیا تھا۔ [بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الأخوات مع البنات عصبة : ٦٧٤١]

ہزیل بن شرحبیل بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ بیٹی اور بہن کو نصف نصف حصہ ملے گا، اور ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہا کہ جاؤ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھ لو، وہ بھی میری تائید کریں گے۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھا گیا اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی اس بات کا بھی ذکر کر دیا گیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں یہ جواب دوں تو گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں رہوں گا، لہٰذا میں تو اس بارے میں وہ فیصلہ کروں گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور وہ یہ کہ بیٹی کے لیے نصف حصہ ہے اور پوتی کے لیے چھٹا حصہ، تاکہ دو ثلث مکمل ہو جائیں اور جو باقی بچے گا وہ بہن کے لیے ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے واپس جا کر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ جواب بتایا تو انھوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم تم میں موجود ہیں مجھ سے نہ پوچھا کرو۔ [بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابنة ابن مع ابنة : ٦٧٣٦]

وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اصحاب الفروض کو ان کے حصے دو اور ان مقررہ حصوں کے بعد جو کچھ باقی بچے، وہ قریب ترین مرد رشتہ دار کے لیے ہے۔'' [بخاری، کتاب الفرائض، باب ابنی عم أحدهما أخ للأم ...... الخ : ٦٧٤٦۔ مسلم ، کتاب الفرائض ، باب ألحقوا الفرائض بأهلها : ١٦١٥]